

رضی اللہ عنہ
دُشمنانِ اسلام
علیٰ محاسب

جلد اول



مصنف

محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی

مکتبہ نورانیہ حسینیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

0344-4203415

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

MARCH 2020

الاسنت و جماعت کافت آران وسنت کا عظیم ادارہ

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی

جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

شعبہ ناظرہ: 395

شعبہ حفظ: 163

شعبہ تجوید: 12

شعبہ درس نظامی: 120

طلباء

اور انہی شعبہ جات میں 500 سے زائد طلباء اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم و بیش 120 طلباء مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام و قیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔

شعبہ حفظ و ناظرہ 14 اساتذہ | شعبہ درس نظامی و تجوید 12 اساتذہ

شعبہ عصری علوم یعنی اسکول و کمپیوٹر 14 اساتذہ | باورچی 3 خادم 4 چوکیدار 2

مدرسہ کا اسٹاف

کل طلباء کم و بیش 700 اور کل اسٹاف 49 افراد مشتمل ہے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھا در کراچی پاکستان

HABIB BANK LTD. BARNES STREET BRANCH

DONATION

ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)

ACC NO: 00500025657003 - BRANCH CODE :0050



www.facebook.com/markazuloom



<https://www.waseemziyai.com>



<https://www.youtube.com/waseemziyai>

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب..... دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ
مصنف..... محقق اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ سولہ شیرازیہ لاہور
جلد..... اول
بار اول..... 1992
بار دوم..... فروری 2011
زیر اہتمام..... میاں محمد رضا
کتابت..... راجہ محمد صدیق مرحوم حضرت کیلیا نوالہ شریف

ناشر

مکتبہ نوریہ حسنیہ، بلال گنجا لاہور

معاونین: (۱) خصوصی معاون مصنف علام کے اتنا ذبھائی
حضرت مولانا شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ ہذا

مصنف علام کے تلامذہ

(۱) آپ کے صاحبزادے علامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب انگلیڈ

(۲) خصوصی معاون حافظ محمد اکرم شاکر صاحب جامعہ ہذا (۳) علامہ مولانا مبار علی صاحب

انگلیڈ (۴) علامہ مولانا صوفی محمد یونس صاحب لاہور (۵) علامہ مولانا صوفی

ولایت صاحب ^{سایہ} (۶) محمد رفیقان ^{صاحب} عیسیٰ منکیر وی

(۷) صاحبزادہ قاری رضائے مصطفیٰ جامعہ ہذا

مصنف علام کی تصنیف کا محرک اول

برخوردار مولانا چوہدری محمد بخش صاحب

محرک دوم: راجہ ناصر محمود باداخی باغی لاہور

سن طباعت ۹ جون ۱۹۶۲ء

فون ۲۲۷۲۲۸

معتبر شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے جملہ عقائد کی تحقیق اور رد میں جو وہ جملوں پر مشتمل ہے

شیعہ مذہب تحفہ جعفریہ ۵ جلد	شیعہ مذہب عقائد جعفریہ ۴ جلد	میزان الکتب
--------------------------------	---------------------------------	-------------

یہ سب کتب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں

تصنیف محقق اسلام شیخ رشید محمد علی صاحب معریہ شیرازہ بلال گنج لاہور

خصوصیات کتاب

- (۱) جس نے شیو فرقه کے جملہ باطل عقائد کو تاریکیوں کی طرح بکھر کر رکھ دیا۔
- (۲) اور حاضر میں اپنے موضوع پر لکھی جانے والی یکتا کتاب ہے
- (۳) جس کے ہوتے ہوئے شیو عقائد کی تردید میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔
- (۴) جس میں ازدواج مطہرات، امیر معاویہ اور خلفاء راشدین پر شیو فرقہ کی طرف سے مانگے گئے الزامات کا مندرجہ ذیل جواب دیا گیا ہے۔
- (۵) خلفاء راشدین امیر معاویہ اور اہل بیت نبی کے مابین رشتہ ہائے محبت اور خاندانی تعلقات کا تذکرہ
- (۶) جس میں نبی و آل نبی سے شیو فرقہ کی خفیہ عداوت کا بے خطا انکشاف کیا گیا ہے۔
- (۷) جسے پڑھ کر کوئی منصف آدمی شیو نہیں رہ سکتا۔
- (۸) صحابہ کرام کے گستاخوں کے لیے تازہ عجزت، مناظرین کے لیے علمی خزانہ۔
- (۹) میزان الکتب میں اس بات کی تحقیق کی گئی ہے۔ کہ شیعوں کو کہتے ہیں۔ فلاں فلاں شیعوں کی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ کیا وہ شیعوں کی کتاب ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو معتبر یا نہیں۔
- طرہ امتیازاً مذکورہ کتب میں اپنے ہر دعوے کا استدلال مندرجہ کتب سے کیا گیا ہے۔

ناشر مکتبہ انورہ حنیہ۔ جامعہ سولہ شہر شیرازہ امیر سوڈ بلال گنج لاہور

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین
پیری و مرشدی حضرت قبائلیہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیسیا نوالہ شریف اور نگمدار ناموس اصحاب و رسول
محبت اولاد بتول سپر طریقت زاہد شریعت حضرت قبند
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زریب سجاد و کیسیا زاہد شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تقویٰ
نے ہر شکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ امین :

احقر العباد

محمد علی رضا اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفين جتھ الکاملین، میزبان
 ہمانان رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 (مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
 خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے تقی نے اس
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

حج - گزبول افتد زب سے عز و شرف

مُحَمَّد عَلِيٌّ عَزَّ وَجَلَّ

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رسولیہ کشمیر ازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب، فاضل
دین نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف ضخیم جعفریہ ایک نہایت وسیع
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور صفار
نور علیہ السلام وارضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و بہانہ کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و برکت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ، لاہور - ۱۴، اگست ۱۹۸۳ء

تقریظ

شیخ الحدیث، التفسیر جامع المنقول والمنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و امام المرسلین و آله و صحبه اجمعین !
! ما بعد :

میں نے شیعوں مذہب (تسخیر جعفریہ) کا اہم مقامات سے بنور مطالعہ کیا۔ کمال
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعوں کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے معنی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی۔ اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت عبکورت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تغاؤس ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اول سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعوں مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے
ابلسنت و جماعت کا نام ضرورت کر پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تفسیر لفظ

مفسر قرآن علامہ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد نعیم احمد اویسی مدظلہ

(بھاو پور)

شیعہ ذوق کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سنی کانفرنس ٹوپ ٹیک سنگھ دارالسلام، کی ایک نجی محفل میں قرآن اسلام و ملت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ کاش کوئی مرؤمید ایں برتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مستند کی نقلی کھوت، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب در سائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر... .. فسوس! کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہو سکا اللہ نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی تعلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم کہ "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں دیکھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور منصفانہ کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ نے اپنے مرد عوامی کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں ہر سنت کی ایک بڑی ذہانت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صفت کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین:

محمد نعیم احمد اویسی الرضوی مغربہ (بھاو پور) - ۱۴ شعبان ۱۴۰۲ھ

تقریر منظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اجمروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا ببادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے ورپے ہے۔ ہر دور میں علماء اہل حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے گرد فریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمت صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔ اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم حسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے کئی کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں بلباد سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

دعای اللہ علی حبیبہ مجدد آلہ و اصحابہ

محمد عبد التواب صدیقی
قادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تشریح

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

استاذ العلماء مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شہرازیہ

بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک جلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے واقعات اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد اہل کربت تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا محیر العقول کارنامہ نہ انجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد اہل کربتوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اہل کاناہ صدیوں تک زند و تابدور رہتے ہیں عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بگور و بگور

دیس سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ بہتے بہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعوہ مذہب ابتداء سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعوہ مذہب کا بانی کون تھا، اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعوہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعوہ لوگوں کے زہریلے عقائد تھے ان کے مذاہب و عقائد کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے اس عظیم کام نے

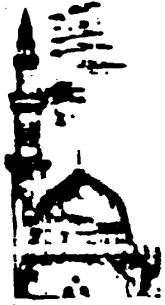
ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یام علامہ موصوفؒ کی نہایت محققانہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درویشِ صفت انسان نے گوشہٴ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا۔ عقل و خود کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضلِ مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ جلدیں اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل سچا ہے۔ کہ اس سے پہلے ہی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ازالہٴ تختہ اور تحفہٴ اشاعشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زبان میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زانو ہوتے تو یقیناً فاضلِ مصنف کو دعا اور مبارک باد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ فریح الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر راز فرمائے۔ ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہٴ مصمم اللہ بخش قادری

تأثرات مشائخ عظام

شرح العرب والعجم علامه **فضل الرحمان صاحب** (مذنيه منور)



تفصیل سے لکھی ہوئی مشائخ عظام کی فہرست

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لأن بهداه الله بك رجلاً واحداً حياً لك من خيرا أجمع
 الحمد لله الذي حصن هذه الأمة المحمدية - بالعلماء والعاملين
 وحنها مرجعاً للعباد - وحنظة للتشريع المطهرة من أهلي
 النزع والعباد - وتوابعهم إلى حفظه ونقاده - والصلاة والسلام
 على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم
 وأصحابه من بين سائر خلقه ورسوله عليهم الصلاة والسلام فقل
 صلي الله عليه وسلم إلى تبارك وأتم الثقلين كتاب الله ثم قال
 وعبرك أهل بيتي - أذ يرم الله في أهل بيتي ثلاثاً - وأصطفاه
 فرأته وصحابة كالتجمع - لدليل كالتشموس - ومنهم من شرفه الله
 بزيادة الفضل والكرامة للخلفاء الراشدين - وباقى العشرة
 المسيرة وغيرهم - رضوان الله تعالى عليهم أجمعين - وبعد أقدم
 نثرى الجزيل لفصلة الأستاذ الأبرق قدوة السائلين زيادة المحققين
 والمحققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها
 ووضفها لمحرره هذه الأسطر - جزاه الله عن وعن الإسلام والمسلمين
 حد الحرآء - إني قد طالعت في مؤلفاته الأدق دلرها من عدة أماني
 واسمعي فراده بعض النحسين من أحرار أو متفرقة من كتابه [شعاع
 مدقن المعروف بعفاند الحفقر] وكذا التجمعة المحفورية من المجلد
 الاوّل والمجلد الثاني
 وغيرها من عفا ندهم القاسد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

موقادير

فضيلة الشيخ الميرزا محمد باقر

بمكة المكرمة سنة ١٢٠٩ هـ

والحقيقة أن فضيلته يستحق التتبع والتقدير في مثل مجهوراته
 القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة اللبكي السالف ذكرها
 والحق يقال - لأنها زاخرة معارف ربيته - في مؤلفاته الثمينة المنوالية
 والتي جعلها سهلة التناول - لكل من يسر له الله لمعرفة ربه الخفيف
 وسنة نبيه المهاري إلى أقوم سبيل - وقد أكرت في شخصه الخليل
 هذه الهمة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلذته من شهرته وجل
 وسعي حيث في محقق مسرورة الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة
 الدهية - وما يوبه ورتبه في كل كتاب منها من فصول وأصول - وما
 رتبته من آيات قرآنية كريمة - أدرجها في عبارة لطيفة مستنيفة من
 الأبرار العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وما يجب في حقهم من حُسن الاعتقاد - وتزويد سبيل التعداد -
 ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وأرواحه وذرياتيه - فقد برئ من النفاق - ومن زلزمهم بسوء
 فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
 سائر منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فلذلك
 الدرزية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
 وبهذا يتضح أن أصل الفضليين - فضل الدرزية - وفضل الصحابة
 هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرعان من أصل واحد



سنة ١٤٠٠ هـ
قمار

فصل في بيان فضيلة الشيخ الفقيه القاري
عنه توفيق الشريعة ص ٩٢ - ٩٤ - ٩٥

فمنها حصل لأحدهما من مدح أو ذم - لأنه أن يتعدى على الآخر
فصله الله على من فرق بولاء بعضهم - وفعارات البعض
فإن عادى أحدهما لم ينفعه بولاء الآخر وكان عدو الله
ورسوله - وأعود فأقول لقد خطبت مؤلفات فضيلته -
من تيسير جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به
من تعاريف جهالة العالم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء
العالمين وقد بين فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة
أن خبر هذه الأمة بعد نبينا أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
ثم عثمان بن عفان ثم أسد الله علي بن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
هدى ما ظهر على قلبي وجري به لساني - حررتة وقت السحر
وأنا مسرور بما أظن عليه من السلسلة الذهبية المشرقة
إليها - وهكذا يكون العزم والعمل ابتغاء ربه الله ورضوانه
أسأل الله الأبرم رب العرش العظيم أن يبارك في امرئ - و
أن يحزله المثوبة - بحض فضله وكرمه وحنانه أن يسمع الدعاء
وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حررت في ١٢ - ١٣ - ١٤٠٦ هـ
مردود ١٧ - ١٨ - ١٩٠٦ هـ
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
صبيح الدين القاري المدني
فضل الخليل
غفر الله عنه آمين

١٢ - ١٣ - ١٤٠٦ هـ
١٧ - ١٨ - ١٩٠٦ هـ

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب العجمی عمدة الاقبياء مینربان مہمانان مہمظن علیہ التمجیة والثناء

علامہ محمد فضل الرحمن مدظلہ

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادہا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو اگر تیر ہی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو
ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے
کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑھی ہے)“
تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمت محمدیہ کو باہل علماء کے
ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدمہ پر
گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے
اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھڑے کھوٹے کی پر کھ کونے کی ذمہ داریاں
سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور
عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

در شتاعت فرمائے واسلے میں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات نبیہ کرام سے ممتاز بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

”یہ شکہ کہ تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عمرت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔“

یہ اپنے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برتر و برتر فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں، نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد از میں میں فاضل کبیر، استاد و معلم، قزوہ السالکین، زبدۃ المتقین و الممدتین جناب مولانا محمد علی صاحب راشدان کی حفاظت فرمائے، کاشکہ یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجدد اہم المعروف کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف و تدوین پر کی گئی ان تک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے، اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے متعدد کا مل کر ناہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا آسان کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا۔ جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیدری اور ان تھک محنت سے کتابے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور سلسلہ کی علیحدہ فصل سے کتابے۔ اور اس وجہ سے بھی کہا نہیں سنے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور فیض رساں عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اسے مضبوطی سے قائم کرنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں ناز و باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سوائے ان کی لعنت اس شخص پر کہ جس نے ان میں سے غیر
نے ساتھ دوستی اور دوستی سے بغض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان
دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت
بہتر نفع دے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی
اس تنظیم اثنان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے
مطابق رکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت ان تقاریر سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و
دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرات مشائخ کرام اور باہل علماء کی تعریفی تحریرات سے
اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی
ظاہر ہے کہ حضور پیر مصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق پھر
عمر فاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر صحاب شوریہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں
نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی
خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اولاً اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی
کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرشِ عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں
برکت کا طلب گار ہوں اور وہ خواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان
سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے
اور ہمارے آقا فاطمہ البتین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام
صحابہ پر درمیتیں نازل فرمائے۔

الفقیہ الی اللہ تعالیٰ

فصل الرحمن بن فضیلہ الشیخ

ضیاء الدین القادری المدنی

تاثرات

پیرِ طریقت را بہر شریعت انتخار نقشبندیت

قبلا سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادمِ اہل بیت و صحابہ پر اتم المعروف سید محمد باقر علی کی دیرینہ تمنا تھی جو نے
مجان اہل بیت المعروف شیخہ فرقہ کی تردید میں ایک مخلص اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے
اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ جلائی مگر کسی نے اس کام کی جانی
زنجیری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
مرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ
نقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طو پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی
شک نہیں کرے گا۔ یہی تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے تصنیف
اس قدر شکر آمیز ہیں کہ گفتوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں
خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول
فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ

حضرت کیدیا نوالہ شریف: نصح گوجرانوالہ

تعارف مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
 تخلیق کائنات کے ساتھ ہی خالق کائنات نے جب بنی آدم کو عزت و
 شرف کا نایاب بخشا تو اسے پردہ عدم سے منصف مشہود میں لا کر سطح زمین پر آباد فرمایا
 پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود
 کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم
 الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و منقر فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوع انسانی
 کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں مشرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے
 نکال کر ان کے سینوں کو نورِ علی نور اور معرفتِ خداوندی سمور فرمایا اور یہ حضرات مسلمانانِ حق
 کے لیے منارہٴ ہدایت ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلہ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ
 علیہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ جب سید کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمایا تو
 اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء جی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے
 رہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محبینِ اُمت میں سے ایک اتنا عالم
 استاذی المحکم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث
 و ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت
 ادبیت سی خرمیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالم دین، حق گو مجاہد، شیریں لسان خطیب
 ایک مہربان و مشفق استاد و اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں

سے مجتاز ہے جو ملک کے طول و عرض میں سڑکوں سے مسک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راتوں رات ان کے گلشن کے خوشہ چینوں میں سے ایک دنی ساغلا ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ، مدبر پناہ سنی، جنفی، بریلوی مشربا نقشبندی ہیں، ساکن لاہور و مولد انجراتی ہیں۔

قبل استاذی المکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک ندووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سیہ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

پیدائش استاذی المکرم مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لاہور میں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں: "جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور بوش بنیھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔" آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور مغلزادہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کنالت میں کر سکتے۔ لہذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔" لہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چوڑی شہ پین ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر مجمع سرپرستی

بچوں نے کون وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس

عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کوئی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہر مہینہ پورہ کے قریب بیٹائی جہنہ چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

چونکہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور

تعلیم و تربیت

آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسکی نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یوٹھی گزر جائے گی، تو آنکھوں سے اشکوں کی جھریاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموشی سے کی تھیں فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دینگے اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفیٰ صاحب پن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کرتے تھے آپ بھی ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعہ ایک دن خیال آیا کہ ندر کا زمانہ ہے اور حالت مندوش ہی والدین کیسے یہ نہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کیسے شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں۔ تلاش کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ تو ان پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آ جاؤں گے۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین بہتے ہیں برواشت نہ کر سکتے۔ خط پر موہنا ڈپو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے۔ اور تلاش کرتے کرتے میاں گوندل تشریف لے آئے اور باقیات ہماری تو گمے لگا کر بہت دیر سے لندا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاقِ حصولِ علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہر مضافات منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسم گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے گھر سے اجروال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلان طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علوم دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ الدھر جامع المعقول والمتقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانوینچہ کیمیاوی، نجومیہ اور شرح مائے عالم وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاش و مرشدِ کامل

دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے اتاؤ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سعید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریفین حاضر ہوئے۔ سراج اللمین قدوة العارفين قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیزہ، اکمل واعظم خلیفہ رجماز، سلطان العارفين، قطب زماں اعلیٰ حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "آپ حافظ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

پڑھا کرو، پھر سبتی یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرمؒ
 تانوپنچہ کھیوالی پڑھتے تھے تو رات کو اٹھ کر صُرف کی گردانیں منہ بند کسے ناک کے راستہ
 دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے ”کوں کوں“ سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشف
 باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا ”حافظ صاحب! جلدی ”گھٹی“ ماننا“ یعنی
 جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ میں میل پیدل چل کر دو گاہہ شیخ پرپنچے تو حضرت شیخؒ نے
 آپ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور ساتھ ہی فرمایا ”حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھٹی
 ماننا“ یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرمؒ نے اگلے جمعہ کو حاضری پورے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی
 حضرت شیخ کیلانی اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بجز تسمبہ
 استاذی المکرمؒ نے خود بیان فرمایا۔

بعد ازاں استاذ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم
 دارالاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحر العلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و
 معقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے
 زانوئے تلمذتہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی، کمال محنت
 و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرمؒ
 اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب
 نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علوم دہسپہ سے فراغت کے بعد آپ نے اور ٹیل کالج لاہور سے نمایاں
 حیثیت سے فاضل عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب
 رضوی کی وساطت سے محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سر دار احمد صاحب
 قدس سرہ العزیز سے اکتساب حدیث کے بعد سند حدیث حاصل کی۔

۱۹۶۲ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعہ زمین خرید کر ایک دارالعلوم کا قیام دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے محکم و محترم استاد قبلہ مرانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیشیزاویہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دارالعلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجوید و قرأت، درس نظامی، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی سائی جیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دارالعلوم جن کا اجراء ایک چھوٹی سی کٹیہا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبان دین تین اپنی سہمی پاس بجھائے ہیں۔ ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکال کے طفیل اس دارالعلوم کو دنِ دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور تشریف آتی کے لیے چتر عظم و عرفان بنائے۔ آمین۔

والدین | استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے۔ تاہم ضروریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کمال قدوۃ السالکین حضرت قبلہ خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ فیض و مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم عواجم شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار شب زندہ دار بخوبی خدایں چشم گریاں رکھنے والے اور یاد خدا میں ہمہ وقت متغافل قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدھی رات کے بعد بستر سے اگ ہو جاتے اور بقیہ رات سر بسجود گزار دیتے۔ اور ان کے نالہ نیم شبی کی دگداز آواز رات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیرا رات میں سر سجود سے میں رکھ کر ناز و قطار رو

ہے۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا يَلِيحُ لَنَا رَجُلٌ

وہ شخص دوزخ میں داخل نہ ہوگا

بَكَى مِنْ حَشِيَّةٍ

جما شد کے خوف سے روئے۔

اللَّهُ حَتَّى يَعُوذَ اللَّابَنُ،

تا آنکہ دودھ واپس تھمن میں۔

فِي الصَّرِيحِ - چلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے انہیں بڑی دلگداز آواز بھی دی تھی۔ توجہ وہ تہجد کے بعد یاد خدا اور خشیت الہی پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز آواز میں پڑھتے اور ساتھ آہو کی کرتے تو اس پاس کے مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تادم سحر جاری رہتا۔ مصنف علام نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا۔ اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے کچھلے پیر بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنف علام کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔

عالم شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بانیاں گجرات سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ اور اس کا یہ لڑی اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیرا کو ٹھٹھی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزار دیتے۔

پھر ان کی ساری عمر ترک دنیا میں گزری۔ کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیب تن کیا وہ اجلا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ دیر اول اور سنیہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہ خدا میں لوٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزاؤں سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علام نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شہبازیہ رمال گنج لاہور قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ پھر ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء جامعہ سے قرآن کریم کا کتاب جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ "مائی گیارہویں والی" ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے از حد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب یقیناً اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے محترم مصنف کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلبا میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر بانہ سے اور ساتھ ہی روح نفس حقصری سے پرواز کر گئی۔ سن وصال ۱۹۸۳ء ہے۔

دہال کے بعد جب انہیں ہلانے کا وقت آیا یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ خاندان کی عورتوں نے جہ ہلار ہی بیٹھی محسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زمرہ تو نہیں ملا آپ تو واقعی دہال نہ چکی تھیں۔ مگر وہ ان کا قلب ذکر تھا جو بنو زہر و بنو ذکر خدا تھا۔ لاہور پوربھجی کے قریب میانہ قبرستان میں ان کا مزار پر انوار ہے۔ ان کے دہال پر انہیں ایٹالی ثواب کے لیے قرآن کریم کا اس قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

ایک قرآن پڑھا گیا ہے۔ قبر کی لہٹیں تقریباً ایک ہزار تھیں۔
اس پر ہینرگارا اور شب زندہ دار ماں کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے
قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کامی لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ
استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی وفات
پرانہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سحری
وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی گلی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف
لا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ صل

عزت نوریان تھیں و دھ پاویں جے ساڈے دل آویں۔

پھر عالم بے ہوشی میں ہی مصرعہ ان کا اور زبان رہا اور چند دن بعد ان کا حال
بدگیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو
دورہ مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ تلا یا۔

عزت نوریان تھیں و دھ پاویں جے ساڈے دل آویں

جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں مین لاویں

آپ کی اولاد میں سے سب بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب
اولاد صاحب میں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ فاضل قرأت
بہادر فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک

یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ ریاض النہضہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ چار جلدوں میں (عشرہ مبشرہ صحابہؓ
کے مناقب و محامد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور آفاق کتاب
کا اردو ترجمہ)

- ۲۔ سیرت نبی علیہ السلام میں دلائل النبوة مصنفہ حافظ ابو نعیم کا چار جلدوں میں ترجمہ۔
- ۳۔ شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قرارات سبعہ کے متعلق امام شاطبی اور حمزہ انصاری کی مشہور زمانہ کتاب جسے تصنیف لایمہ بھی کہتے ہیں) کا ترجمہ و تشریح۔
- ۴۔ الدعاء بعد مسواۃ الجنائزہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔
- ۵۔ جشن میلاد قرآن و حدیث میں۔ جواز عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر من سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔

مولانا محمد طیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا انداز بیان اور زور و استدلالات نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے قاری طیب سے چھوٹے رضاء المصطفیٰ علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد عربین شرمین کی زیارت کرنے کے بعد اپنے مدرسہ میں درس نظامی پڑھا ہے ہیں۔ اور ان سے چھوٹے صاحبزادے احمد رضا نے حفظ قرآن کے بعد الینٹ کا امتحان دیا ہے اور مدرسہ کی ضروریات میں والد گرامی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ان سے چھوٹے محمد رضا حفظ قرآن کے بعد درس نظامی پڑھ رہے ہیں آپ کی ایک بیٹی بنام اہم سکنہ حافظہ قاریہ ہے جو شعبہ حفظ پڑھا رہی ہے۔ اور دوسری بیٹی بنام ذفیصلہ طاہرہ جو علوم دینیہ میں اچھی ہمارت رکھتی ہے جو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر مجمع مروت نحو کے پڑھا رہی ہے۔

اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی بتلا رہے ہیں کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنا پناہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ جلیل القدر علماء کی اولاد علم دین سے آشنا نہ آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابل تقلید ہے۔

حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابل عمل اور قابل تقلید

اخلاقی وعادات

عفت والدین اور اساتذہ کبے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے موڈ اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حتیٰ اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر شریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پر اسے لے کر وہ ایک قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور مسلمان مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندگی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے ہنگامی بڑھتی ہے اور گھروں کا خرچہ بڑھاتے ہیں۔ والدہ ماجدہ کا بھی خرچہ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء پر خرچ کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشقی محبوبہ فدا علی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشتاں کشتاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربار رسالت کتاب علی اللہ علیہ وسلم پر ماضی کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھر ہی آئے کہ انکھیں روئے رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے

چند حید تلامذہ

متجاوز ہے۔ جو ملک اور بیرون ملک جا بجا شیعہ دین کو فروزاں کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسما گرامی بطور مشتمل از خرد کے ذیل میں

۱۔ حضرت علامہ مولانا قلم احمد صاحب آف گجرات پھالیہ۔ جو آج کل لاہور بلال گنج میں خطیب اور جامعہ شہر قبر شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ مدرس نظامی

میں صدر مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد یوسف صاحب کولوی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاونسٹری میں حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب صدیقی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں۔ مولانا محمد عمر ایچروٹی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درس نظامی میں صدر مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمیہ بلال گنج لاہور آپ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ قرارداد سب سے زیادہ سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قرارداد کے ایک وسیع ادارہ جامعہ کریمیہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزا پوری۔ جو شیخوپورہ شہر میں معروف تدریس ہیں۔

۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب جس کا تذکرہ پیش کیے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا محمد رئیس نقشبندی قادری جو ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ معراج العلوم نقشبندیہ رضویہ عظیم پارک بالمقابل ساندہ بھاتیاں بند روڈ کے مہتمم ہیں اور جامعہ مسجد مدینہ ساندہ خورد لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۷۔ مولانا صوفی محمد ولایت صاحب جو کہ اس وقت جامعہ خورشید خانہ ہویال میں بطور صدر مدرس کے کام کر رہے ہیں۔ اور افتاد کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

۸۔ مولانا صوفی برکت علی صاحب جو کہ مدرسہ خورشید جامع العلوم خانہ ہویال میں درس نظامی کی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۹۔ مولانا حافظ محمد رئیس صاحب جو کہ اس وقت مرکزی ادارہ جامعہ رسولیہ شیرادیہ میں ہی درس نظامی پڑھانے کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰۔ مولانا قاری رضا المصطفیٰ صاحب جو قبلہ شیخ الحدیث استاذی المحکم کے دوسرے صاحبزادے جو کہ قاری محمد طیب صاحب سے چھوٹے ہیں۔ یہ بھی مرکزی دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں درس نظامی کی تدریس میں مصروف ہیں۔

۱۱۔ مولانا صاحبزادہ منیر احمد صاحب جو کہ ایک بڑے عارف کامل اور شیخ اجل حضرت میاں محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ ننگہ شریفین کے صاحبزادے ہیں جو اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی درگاہ عالیہ پر ایک عظیم دینی ادارہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیں گے۔ اور اس کے علاوہ استاذی المحکم کے کثیر تلامذہ ہیں۔ جو کہ دور دراز علاقوں میں بلکہ دوسرے ممالک تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

نوٹس :

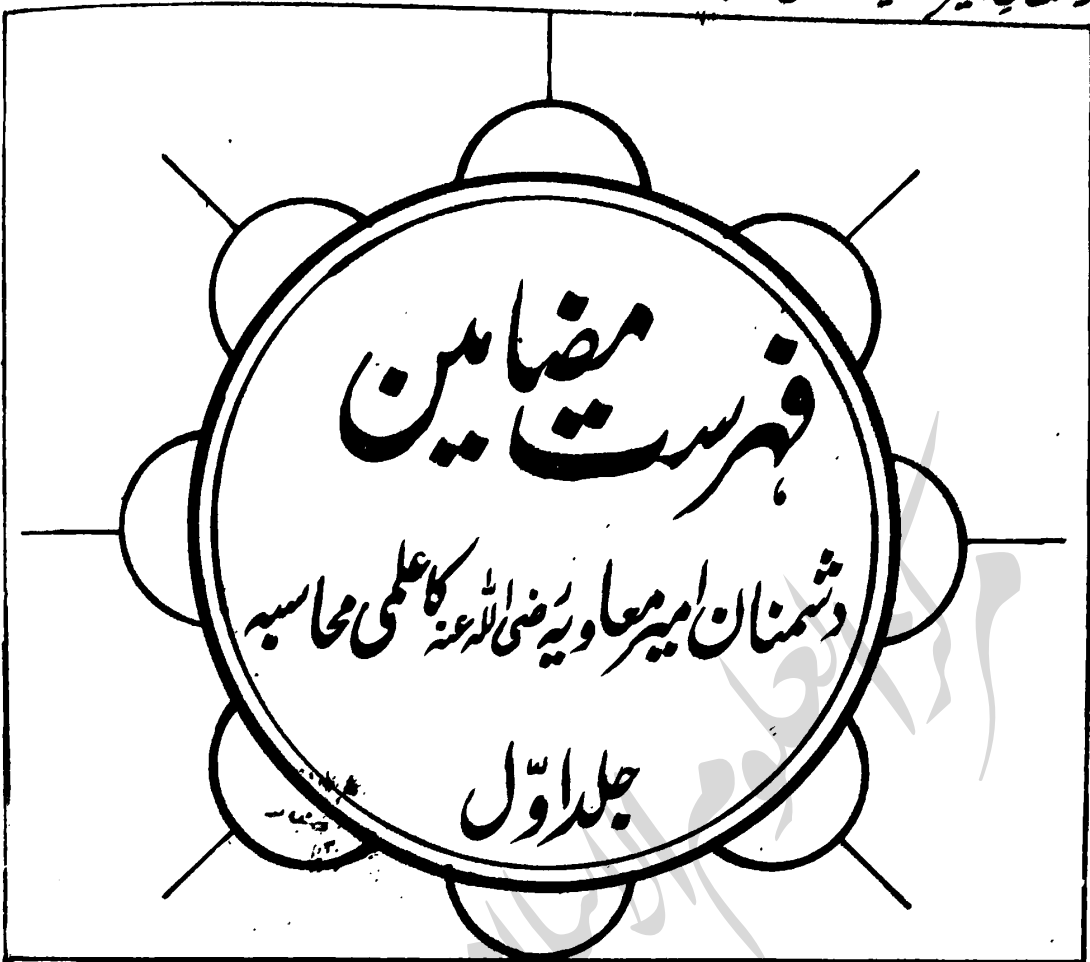
میں اخلاص قلب کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس جامعہ میں جتنی محنت سے قبلہ استاذی المحکم علوم دینیہ پڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن و دینیہ سرانجام دینے کی تاکید کرنے میں اور خصوصاً سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی پابندی کراتے ہیں۔ ایسا بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ یعنی طلبہ پر ناز کی پابندی۔ ریش شریعی کی پابندی کہ کوئی طالب علم داڑھی منڈوانے والا اور میر شرع سے کم کرانے والا اس دارالعلوم میں داخلہ حاصل نہیں کر سکتا اور فقیر خود بھی اسی نگلشن کا ایک خوش چہرے ہیں۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے نانہ تلمذتہ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور امانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم المدارس لاہور میں پاس کیا اور ایم اے تک بھی علم حاصل کیا اور اب آپ کی توجہ

سے انگلینڈ میں معروف تبلیغ اسلام ہوں۔
فدا تو لائے آپ کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے

احقر

مولانا حافظ محمد ضابری علی ضابری رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد بولٹن سٹی انگلینڈ



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۹	باب اول	۱
۵۹	قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال۔	۲
۴۱	فصل اول	۳
۴۱	صحابی کی تعریف و مرتبہ و مقام۔	۴
۶۹	فصل دوم	۵
۶۹	امیر معاویہ کے لیے صحابی ہونے کا ثبوت حاصل ہے اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں جو گذشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔	۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۷۴	فصل سوم :	۷
۷۴	صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام۔	۸
۸۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گستاخ صحابہ کی زبان کاٹ ڈالنے کا تہیہ فرمایا تھا۔	۹
۸۲	فصل چہارم :	۱۰
۸۲	اکابرین اہل سنت کی کتب سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔	۱۱
۸۳	فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔	۱۲
۸۴	ایک شیر نے امیر معاویہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔	۱۳
۸۸	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ در میری امت میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔	۱۴
۹۰	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ در امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میرا محرم راز ہے۔	۱۵
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ در امیر معاویہ زفر امین کتاب خداوندی ہے۔ اور وہ بہترین امین ہے۔	۱۶
۹۲	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ در معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ اس کے رسول کا محبوب ہے۔	۱۷
۹۶	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ در اسے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا۔	۱۸
۹۹	ایک اعتراض: نبی پاک علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ میرے بعد نبوت اور نبوت کے نبوت کی طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راہ راست ہے ہٹی ہوگی۔	۱۹

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۱۰۰	جواب :	۲۰
۱۰۱	دعا در رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم کتاب و حکومت عطا فرما۔	۲۱
۱۰۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کو گورزی سے معزول کر دیا۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کے ادوار میں بلا برگرز رہے۔	۲۲
۱۰۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد امیر سے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتول دونوں بہتی ہیں۔	۲۳
۱۰۸	ابن عباس نے فرمایا امیر معاویہ فقیر ہے۔	۲۴
۱۱۰	ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ مالی مرتبہ نہیں دیکھا۔	۲۵
۱۱۲	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو صحابہ کرم سے روایات کہیں۔ اور ان سے بھی ابو صحابہ اور تابعین نے روایات کہیں۔	۲۶
۱۱۴	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند امور غیبیہ کی خبریں دیں جو صحیح نکلیں۔	۲۷
۱۱۵	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن شریف منہ اور آنکھوں پر رکھیں جائیں۔	۲۸
۱۱۸	فصل پنجم :	۲۹
۱۱۸	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مہتمدین امت کے اقوال۔	۳۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۱۸	علامہ یوسف زہرائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۱
۱۲۶	امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۲
۱۳۵	صحابہ کرامؓ بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مجددِ اہل ثانی کا عقیدہ	۳۳
۱۵۳	مجددِ اہل ثانی کے مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے	۳۴
۱۵۵	علامہ عبد الوہاب شعرائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۵
۱۶۳	غوثِ اعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔	۳۶
۱۶۹	امام نووی شارح مسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۷
۱۶۸	باب دوم	۳۸
۱۶۵	امیر معاویہؓ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے دیوبندی مودودی سنی نما مولویوں اور پیروں کا علمی محاسبہ۔	۳۹
۱۶۶	گستاخِ اقول:	۴۰
۱۶۶	مفتی حنفی دیوبندی عبدالرحیم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تنقیبی اشعار اور اقتباسات۔	۴۱
۱۶۹	مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات کا تنقیدی جائزہ	۴۲
۱۸۳	غلطت صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت	۴۳
۱۸۹	خصوصی نوٹ، مذکورہ مولوی عبدالرحیم کا رسالہ ندائے حق	۴۴
۱۹۳	ندائے حق رسالہ کا اٹھ صفحات پر مشتمل فوٹو سٹیٹ	۴۵
۲۰۲	مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات	۴۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰۲	سوال نمبر ۱: وہ کون ہے جس نے دو خلیفہ راشد سے بغاوت کی اور انہیں شہید کیا اور اس کا جواب	۴۷
۲۰۲	جواب:	۴۸
۲۰۲	سوال نمبر ۲: وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔	۴۹
۲۰۲	جواب:	۵۰
۲۰۳	سوال نمبر ۳: وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کوزبانِ رسالت نے ناروا فرمایا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَذَا نَدَى عَلَى ذَخْبٍ۔	۵۱
۲۰۳	جواب:	۵۲
۲۰۴	سوال نمبر ۴: سوال نمبر ۵: سوال نمبر ۶:	۵۳
	سوال نمبر ۷: کا خلاصہ وہ کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بغاوت کی اور علماء مشائخ نے پہلا باغی کہا۔ شرح مقاصد میں اس کو پہلا باغی کا خارجی کہا گیا ہے۔	۵۴
۲۰۴	چار مسائل سوالات کے جوابات۔	۵۵
۲۰۷	سوال نمبر ۸: وہ کون ہے جس کو محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا "ہرگز ہرگز وہ صحابی نہیں ہے۔"	۵۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰۸	جواب:	۵۷
۲۱۱	سوال نمبر ۹: وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب مرادۃ التحقیق نے لکھا وہ نہ خلیفہ نہ صحابہ اور نہ مہاجر ہے۔	۵۸
۲۱۱	جواب:	۵۹
۲۱۲	سوال نمبر ۱۰: وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔	۶۰
۲۱۲	جواب اول:	۶۱
۲۱۵	جواب دوم:	۶۲
۲۱۹	سوال نمبر ۱۱: وہ کون ہے جسے اپنے والد کے زنا پر چپکاس گواہیاں ملے کر باپ کے ولد الزنا حرامی زیاد کو قرآن و سنت کے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا۔	۶۳
۲۱۹	جواب:	۶۴
۲۲۰	سوال نمبر ۱۲: وہ کون ہے جس نے حجرا بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر اللہ اور آسمان دانے غضبناک ہوں گے۔	۶۵
۲۲۰	جواب:	۶۶
۲۲۱	سوال نمبر ۱۳: وہ کوہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔ ام سلمیٰ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا پستور گالی اور لعن و لعن کرتا رہا۔	۶۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۲۱	سوال نمبر ۱۴: کا خلاصہ بھی، یہی ہے۔	۶۸
۲۲۱	جواب:	۶۹
۲۲۲	سوال نمبر ۱۵: وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام نادے یا عینوں کا سرغنتہ قرار دیا۔	۷۰
۲۲۲	جواب:	۷۱
۲۲۳	سوال نمبر ۱۶: وہ کون ہے جس نے اپنے مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ و بدر و احزاب و حدیبیہ کا بدلہ لینا۔ مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔	۷۲
۲۲۳	جواب:	۷۳
۲۲۴	سوال نمبر ۱۷: وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اس نے علی اور رسول اللہؐ کو گالی دی اور لعن و طعن کیا۔	۷۴
۲۲۵	جواب:	۷۵
۲۲۶	سوال نمبر ۱۸: وہ کون ہے جس نے آل و اصحابؓ باغیانہ جنگ کی ہے اور مرتے وقت کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا۔	۷۶
۲۲۶	جواب:	۷۷
۲۲۸	سوال نمبر ۱۹: وہ کون ہے جس نے بچپن لاکھ کی رسوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر قتل کروا دیا اور اس کا الزام ان کی بیوی جعدہ پر لگایا گیا۔	۷۸
۲۲۸	جواب:	۷۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۲۸	سوال نمبر ۲۰: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ سے ننانوے جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بند و بست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کرا کے کیا اور رویا تو بومی نے شرمندہ کیا۔	۸۰
۲۲۸	جواب:	۸۱
۲۲۹	سوال نمبر ۲۱: وہ کون ہے جس نے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ننانوے جنگیں کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خوف فدا نہ کیا۔	۸۲
۲۲۹	جواب:	۸۳
۲۳۱	سوال نمبر ۲۲: وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو دنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسول ﷺ لے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا۔ دن کو تارے نظر آنے لگے۔	۸۴
۲۳۱	سوال نمبر ۲۳: وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا۔	۸۵
۲۳۱	جواب:	۸۶
۲۳۲	سوال نمبر ۲۴: وہ کون ہے جس نے خیرات البین اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔	۸۷
۲۳۲	جواب:	۸۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۳	سوال نمبر ۲۵: وہ کون ہے جس نے عمر و علی اور حسن و عمار عائشہ صدیقہ اور اوسین کو شہید کیا۔	۸۹
۲۳۳	جواب:	۹۰
۲۳۴	سوال نمبر ۲۶: وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی، ایس بی (BSC) علیگ مت بناہ تخریب کاروں کا قائد قرار دیا۔	۹۱
۲۳۵	جواب:	۹۲
۲۳۵	سوال نمبر ۲۷: وہ کون سے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو مہمانی کے بہانے بلا کر گم نام قتل۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گھرے کی کھال میں ان کا قیہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا دیا۔	۹۳
۲۳۵	جواب:	۹۴
۲۳۷	سوال نمبر ۲۸: وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے بے بصیر ملانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پر لہتے ہیں۔	۹۵
۲۳۷	جواب:	۹۶
۲۳۸	سوال نمبر ۲۹: وہ کون ہے جو اسلام اور آل و اصحاب رسول کا بدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے	۹۷
۲۳۸	جواب:	۹۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۹	سوال نمبر ۳۰: وہ کون ہے جس کے جادو سے امتِ مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے خمار ہیں کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے۔ کہ ایک مومن کے عمداً قتل میں ہمیشہ جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔	۹۸
۲۳۹	جواب:	۹۹
۲۴۰	سوال نمبر ۳۱: وہ کون ہے جس نے فدائی غصوبہ خلافت، جو مرکزِ ملت کو تباہ کیا۔ یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جس کا ارتکاب کیا۔	۱۰۰
۲۴۰	جواب:	۱۰۱
۲۴۱	سوال نمبر ۳۲: وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول ص کی نافرمانی اور بغاوت کی اِنِّ جَاعِلٍ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً۔ اسے باغی کون ہے	۱۰۲
۲۴۱	جواب:	۱۰۳
۲۴۲	سوال نمبر ۳۳: وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گیبن سید امیر ملی پریلوئی کونسل کے جج نے ارجح اپیل کہا۔	۱۰۴
۲۴۲	جواب:	۱۰۵
۲۴۲	سوال نمبر ۳۴: وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان عَلَيكُمْ رِبِّيَّتِي وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ سے بغاوت کی۔	۱۰۶
۲۴۳	جواب:	۱۰۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۴۴	سوال نمبر ۳۵: وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان فَعَاثِلُوا الَّتِي تَبِعِي کے زمرہ میں شامل ہے۔	۱۰۸
۲۴۵	جواب:	۱۰۹
۲۴۷	سوال نمبر ۳۶: وہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان طلیفہ حق سے باہمی ہو کر فَاَضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ قَائِمًا مِّنْ حَاثٍ میں شمار ہوتا ہے اسے عمار سے قتل کر دیا جائے۔	۱۱۰
۲۴۷	جواب:	۱۱۱
۲۴۸	سوال نمبر ۳۷: وہ کون ہے جو عقیقہ راشد علی الرکبتہ صلی اللہ اور اس سے محبت والوں پر عجبہ جمعہ میں لعن طعن کرنا اور کرنا رہا۔	۱۱۲
۲۴۸	سوال نمبر ۳۸: وہ کون ہے جو اپنی حکومت ستر ہزار برس ممبروں پر علی اور راشد اور بن سو قہد بر لعن طعن کرنا اور کرنا رہا۔	۱۱۳
۲۴۸	جواب:	۱۱۴
۲۵۰	سوال نمبر ۳۹: وہ کون ہے جس کے لیے حضور مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابی کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔	۱۱۵
۲۵۰	جواب:	۱۱۶
۲۵۱	سوال نمبر ۴۰: وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے ان لوگوں کو خطی کرنے کا حکم دیا۔	۱۱۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۱	جواب:	۱۱۸
۲۵۱	سوال نمبر ۲۱: وہ کون ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ کو طارکٹ بنا کر اللہ و رسولؐ اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن و طعن کیا اور کروایا	۱۱۹
۲۵۱	جواب:	۱۲۰
۲۵۱	سوال نمبر ۲۲: وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسولوں کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنے والے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا یا۔	۱۲۱
۲۵۱	جواب:	۱۲۲
۲۵۳	سوال نمبر ۲۳: وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پھیلے کفر کے ساتھ اسلام میں مداخلت کو آیا۔ اور جس کا ایمان بے نفع ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کیا۔ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔	۱۲۳
۲۵۳	جواب:	۱۲۴
۲۵۴	سوال نمبر ۲۴: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی	۱۲۵
۲۵۴	سوال نمبر ۲۵: وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن سادق بن صحابی نے مسجد میں اعلان کیا کہ اس نے سو دیا اور کھایا اور گلے تک دوزخ میں ہے	۱۲۶
۲۵۴	جواب دونوں سوالوں کا۔	۱۲۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۵	سوال نمبر ۴۶: وہ کون ہے جس بد بخت ازلی ابدی نے مغیرہ ابن شعبہ کا غلام لُوڑ کو خرید کر اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔	۱۴۸
۲۵۵	جواب:	۱۲۹
۲۵۷	سوال نمبر ۴۷: وہ کون ہے جس کے معتد پیشوا عقبہ بن نمری اور اس کے اپنے فرزند شہید نے کہا۔ سب جھوٹ ہے۔ نہ فرشتہ آیا نہ وحی۔	۱۳۰
۲۵۷	جواب:	۱۳۱
۲۵۸	سوال نمبر ۴۸: وہ کون ہے بے نفع ایمان لانے والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یزیدی یا دشمنیت ہے۔ میں نہیں ماننا جنت و دوزخ کو۔	۱۳۲
۲۵۸	سوال نمبر ۴۹: وہ کون ہے جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماویٰ و بلجاء اور جاپت میں زندگی تھا۔ استیعاب جلد ۶ ص ۸۹	۱۳۳
۲۵۸	دونوں سوالوں کا جواب۔	۱۳۴
۲۶۳	سوال نمبر ۵۰: وہ کون ہے جس بانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدعہ و حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہٹا دیا؟ مصائب و فتنہ و فساد فرمایا۔ سوال نمبر ۵۱: وہ کون ہے جس کو باغی باطل ظالم سراہا فتنہ و فساد اس کی حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلَّتْ اَعْمُوْضًا ورنہ شاہی فرمایا۔	۱۳۵

صفحہ نمبر	مضمون	پر شمار
۲۴۳	جواب:	۱۳۴
۲۴۶	سوال ۵۲: وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیغمبر علیہ السلام کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بسر کر دی مسلم بن عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے والے ماننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرمِ مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی جذبِ القلوب	۱۳۷
۲۴۸	سوال نمبر ۵۳: وہ کون ہے جس نے اپنے بیٹے کافر یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو سب سے بڑھ کر معتقد و مرتبی کہا۔	۱۳۸
۲۴۸	دو حقوں سوالوں کا جواب:	۱۳۹
۲۴۹	سوال نمبر ۵۴: وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب کفر پائے جانے کے باوجود اس کے نمک حلال ٹلانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر بعد ہیں۔	۱۴۰
۲۵۰	سوال نمبر ۵۵: وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملازموں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء مشائخ نے تفریح کی ہے کہ وہ ویر درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔	۱۴۱
۲۵۰	جواب:	۱۴۲
۲۵۰	سوال نمبر ۵۶: وہ کون ہے کہ جسے اجتہاد کی ٹکڑی براہ راست طیفی شد سے ہوئی۔ حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔	۱۴۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۶۰	جواب:	۱۴۴
۲۶۱	سوال نمبر ۵۷: وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنا دیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برابر کر دیئے۔ (بخاری شریف)	۱۴۵
۲۶۱	سوال نمبر ۵۸: وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے معاملہ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے گدھا کہا۔ (طحاوی شریف فیہن الباری)	۱۴۶
۲۶۲	دونوں سوالوں کے جواب:	۱۴۷
۲۶۳	سوال نمبر ۵۹: وہ کون ہے جس نے اجتہاد کو کفر کے بغاوت کی اور علیؑ راشد سے ننانوے جنگ باغیانہ کیے اور ایک ستر ہزار حافظ قرآن و سنت قتل کیے۔ ابو بکر صدیق کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔	۱۴۸
۲۶۳	سوال نمبر ۶۰: وہ کون ہے جسے حقیقی تفسیر احکام القرآن نے ائمۃ الکفر سے لکھا اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا قَتْلَ لَمْرٍ بَيْنَ قَلْبِهِ مِنَ الْكُفْرِ۔ وہ کفرین کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا۔	۱۴۹
۲۶۷	سوال نمبر ۶۱: وہ کون صاحب ہے کہ جو امیر و رسول کے حکم دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دین و ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا۔	۱۵۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۷۷	سوال نمبر ۱۲۲، وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے لیے باغی ہیں۔ اگر مسلمان ان کے متعلق غلط فہمی رفع کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے علماء مشائخ اور دانشورا اور حکام متعلقہ کا فرض ہے کہ اس تحریک کے بغاوت و فساد کو بلا تاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں۔	۱۵۱
۲۷۸	دونوں سوالوں کا جواب؛	۱۵۲
	اعلان عام؛	۱۵۳
۲۷۹	اعلان عام کا جواب؛	۱۵۴
۲۸۱	گستاخ دوم؛	۱۵۵
۲۸۱	مودودی کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر سات عداوتیں	۱۵۶
۲۸۱	اعتراض اول؛	۱۵۷
۲۸۱	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے ولد ازنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی بھائی قرار دیا۔ (مودودی)	۱۵۸
۲۸۲	جواب اول؛	۱۵۹
۲۸۲	استلحاق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں۔	۱۶۰
۲۸۲	امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد کو بھائی بنانے کا	۱۶۱
	الزام بے بنیاد ہے	
۲۸۲	جواب دوم؛	۱۶۲
۲۸۶	جواب سوم؛	۱۶۳
۲۸۶	ولد ازنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع کی ایجاد ہے۔	۱۶۴

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۹۲	جواب چہارم:	۱۴۵
۲۹۲	زیاد کے ابر سفیان کی جائز اولاد ہونے پر شہادتیں	۱۴۶
۲۹۳	جواب پنجم:	۱۴۷
۲۹۳	(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد ازنا نہیں سمجھتے تھے۔)	۱۴۸
۲۹۷	اعتراض دوم:	۱۴۹
۲۹۷	امیر معاویہؓ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا۔ (موردی)	۱۵۰
۲۹۸	جواب:	۱۵۱
	اعتراض سوم:	۱۵۲
۳۱۷	حضرت امیر معاویہؓ رضیر دستِ خلیفہ بنے۔ (موردی)	۱۵۳
۳۱۹	قرید اول:	۱۵۴
۳۱۹	اس اعتراض میں چار امور پائے گئے جو درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں۔	۱۵۵
۳۱۹	امرا اول:	۱۵۶
۳۱۹	امیر معاویہؓ نے خلافت لڑ کر حاصل کی تھی۔	۱۵۷
۳۱۹	امر دوم:	۱۵۸
۳۱۹	ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تا کہ خو نریزی سے بچا جاسکے۔	۱۵۹
۳۱۹	امر سوم:	۱۶۰
۳۱۹	آپ کے دور خلافت کو عام الجماعت اس لیے کیا گیا کہ اس میں فتنہ جگمگایا نہ ہوئی تھی۔	۱۶۱

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۱۹	امر چہارم؛	۱۸۲
۳۱۹	لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی علم تھا۔	۱۸۳
۳۱۹	جواب امر اول؛	۱۸۴
۳۲۲	جواب امر دوم؛	۱۸۵
۳۲۳	جواب امر سوم؛	۱۸۶
۳۲۶	جواب امر چہارم؛	۱۸۷
۳۳۰	تردید دوم؛	۱۸۸
۳۳۰	ابن حجر مکی کے قلم سے۔	۱۸۹
۳۳۲	اعتراض چہارم؛	۱۹۰
۳۳۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے آزادی رائے کا فائدہ کر دیا (موردوی)	۱۹۱
۳۳۵	جواب مفصل؛	۱۹۲
۳۳۳	اعتراض پنجم؛	۱۹۳
۳۳۳	امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی عمر زندگی کو تبدیل کر دیا تھا۔ (موردوی)	۱۹۴
۳۳۲	جواب مفصل	۱۹۵
۳۵۷	اعتراض ششم؛	۱۹۶
۳۵۷	امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے بیت المال کی حیثیت تبدیل کر دی (موردوی)	
۳۵۸	جواب؛	۱۹۷
۳۵۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے بیت المال کی ایک ایک پائی کا حساب لیا کرتے تھے۔	

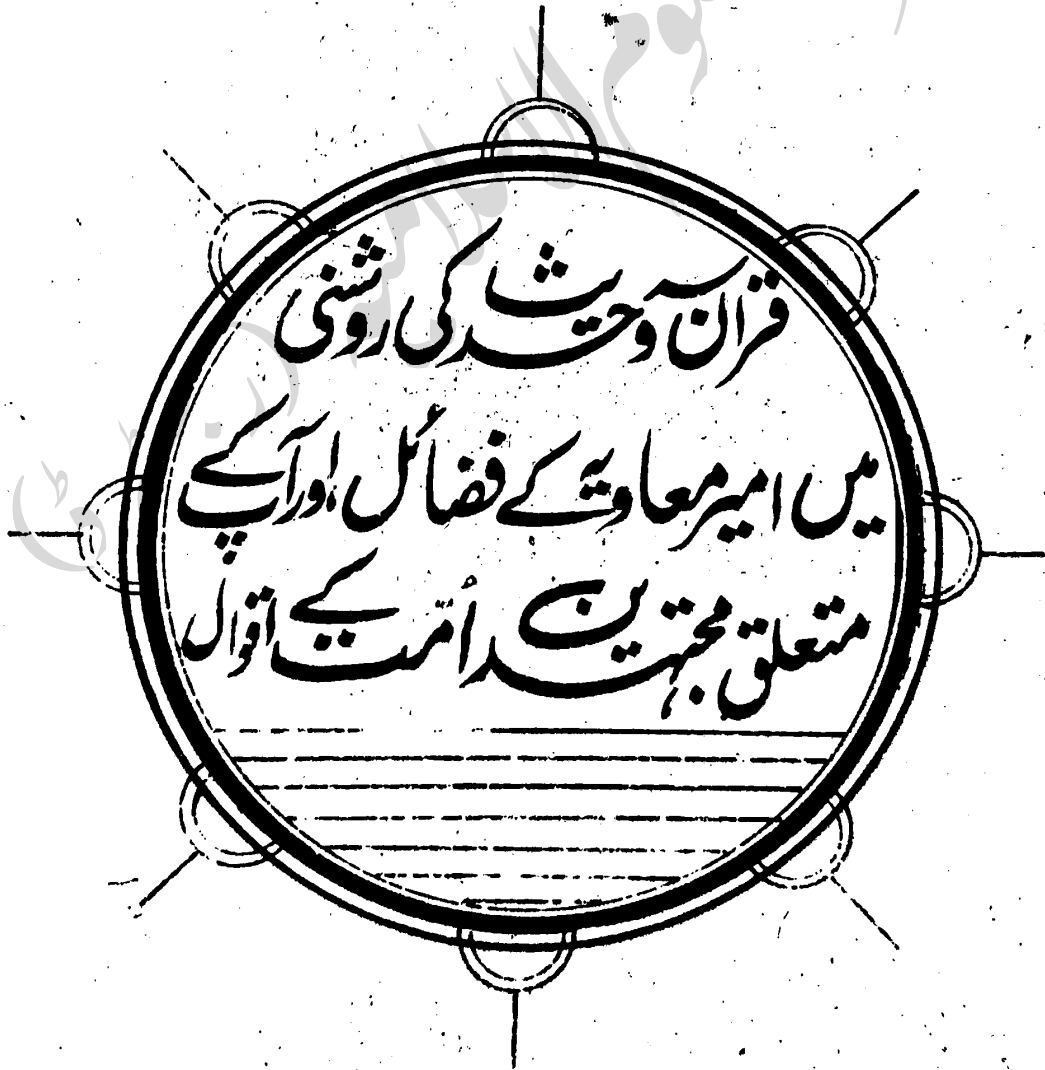
صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۶۰	اگر امیر معاویہ رض بیت المال میں غیر اسلامی تصرف کرتے تھے تو انہما ہل بیت اور کبار صحابہ ان کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔	۱۹۸
۲۶۱	امام احمد بن حنبل نے مشکوٰۃ مال وصول کرنے اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔	۱۹۹
۲۶۵	اعتراضِ ہفتم:	۲۰۰
۲۶۵	حضرت امیر معاویہ رض نے مشکویت کو تبدیل کر دیا (موردی)	۲۰۱
۳۶۰	ملک غلام علی کی موردی کی طرف سے عجیب و کالت۔	۲۰۲
۳۶۲	ما نظریہ صلاح الدین ابوہریرہ کا موردی کی کتاب خلافت و ملکیت کے متعلق نظریہ۔	۲۰۳
۳۶۲	گستاخِ سوم:	۲۰۴
۳۶۲	حضرت امیر معاویہ رض کے حق میں ایک دیوبندی مولوی عبدالرحیم کی گستاخانہ تحریر۔	۲۰۵
۳۶۴	گستاخِ چہارم:	۲۰۶
۳۶۶	طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رض کے بارے میں دو عدد تنقیدی عبارات	۲۰۷
۳۶۸	طاہر القادری کی مذکورہ دو عدد عبارات کا تنقیدی جائزہ	۲۰۸
۳۸۰	طوفِ وقت قبل سیدی و سندی و مرثدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نواز شریف ضلع گجرانوالہ کار و حافی اور سچا خواب۔	۲۰۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۸۶	گستاخ پنجم:	۲۰۹
۳۸۶	وحید الزمان اہل حدیث کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص۔	۲۱۰
۳۸۶	قرصید:	۲۱۱
۳۸۹	فتح قبر میں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی۔	۲۱۲
۴۰۱	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۳
۴۰۲	فرمان عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۴
۴۰۳	فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۵
۴۰۴	قول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۶
۴۰۶	حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۷
۴۰۶	سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔	۲۱۸
۴۰۶	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تابعین کی نظر میں۔	۲۱۹
۴۰۶	عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کو کوڑوں کی سزا دی۔	۲۲۰
۴۱۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کے نیک اعمال کی تصدیق خلیفہ مؤثرین کے قلم سے	۲۲۱
۴۲۶	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تحفرت ابو سفیان کی عداوت کی تردید	۲۲۲
۴۲۶	ابو سفیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں۔	۲۲۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۳۶	باب سوم	۲۳۴
۲۳۵	مشہور نعت خزانہ حشمتی فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد۔	۲۳۵
۲۳۸	مشکل کشا کتاب کے چند زندقانہ عنوانات۔	۲۳۶
۲۴۱	امام ربانی مجدد الف ثانی رضہ کا مقام و مرتبہ۔	۲۳۷
۲۵۸	عنوان اقل: علماء، انبیائے کرام کے ہم مرتبہ۔	۲۳۸
۲۵۹	امتی کو نبی کا ہم مرتبہ کہنے والا کذاب اور زندقہ ہے (مجدد الف ثانی)	۲۳۹
۲۶۱	کوئی امتی کسی صحابی کے مقام مرتبہ کو نہیں پاسکتا نبی کے مقام و مرتبہ تک رسائی کیسے ممکن ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۴۰
۲۶۳	صدیق اکبر رضہ کا سر مبارک پیغمبر کے سب سے نچلے درجہ سے بھی نیچے ہے۔ (مجدد الف ثانی)	۲۴۱
۲۶۲	ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے جیسے کفر کو اسلام سے افضل کہا۔ (مجدد الف ثانی)	۲۴۲
۲۶۴	عنوان دوم:	۲۴۳
۲۶۴	اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات۔	۲۴۴
۲۶۴	عنوان سوم:	۲۴۵
۲۶۴	ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔	۲۴۶
۲۶۴	عنوان چہارم:	۲۴۷
۲۸۲	امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء کرام کو نہیں ملا۔	۲۴۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۸۲	امتیٰ بنغیر سے اوپر جا سکتا ہے۔	۲۳۹
۴۸۳	عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کی تردید	۲۴۰
۴۸۴	عنوان پنجم:	۲۴۱
۴۸۴	امتیٰ کے وسیلے سے حضور علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا۔	۲۴۲
	عنوان پنجم کی تردید	۲۴۳
۴۹۲	عنوان ہفتم: کمالاتِ انبیاء سے الحاق۔	۲۴۴
۴۹۳	عنوان ششم: کی تردید۔	۲۴۵
۵۰۰	عنوان ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہما کا فضل میں۔	۲۴۶
۵۰۱	عنوان ہفتم کی تردید۔	۲۴۷
۵۰۶	عنوان ہشتم: حضرت علی رضی اللہ عنہما کیوں افضل ہیں۔	۲۴۸
۵۰۷	عنوان ہشتم کی تردید۔	۲۴۹
۵۱۰	ایک مشہور اعتراض۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قول میں ہی صدیق اکبر ہوں اس کو میرے بعد کوئی نہیں کہے گا سوائے کناب کے۔	۲۵۰
۵۱۱	جواب مشہور اعتراض کے دو حصے ہیں	۲۵۱
۵۱۱	حصہ اول:	۲۵۲
۵۱۱	حضرت علیؓ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق کہا جائے وہ کون ہے؟	۲۵۳
۵۱۱	حصہ دوم: سب پہلے میں نے سات سال نمازیں پڑھیں	۲۵۴
۵۱۱	جواب حصہ اول:	۲۵۵
۵۱۷	جواب حصہ دوم	۲۵۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۲۱	تمام صحابہ کرام سے یہ صحیحی کا مقام منفرد ہے اور صدیق اکبر رضہ کے نور سے جنت بھرا ہوا ہے۔	۲۵۷
۵۲۵	اس امت کے معزز ترین اور مقرب ترین عند اللہ ابو بکر صدیق رضہ رضی اللہ عنہ ہیں۔	۲۵۸
۵۲۷	خلافت ظاہری کے لیے حضرت علی رضہ کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر مسلم ہستی کی ایک لائینی دلیل۔	۲۵۹
۵۲۷	جواب۔	۲۶۰
۵۲۹	عنوان نہم، غیر نبی کی نبی پر فضیلت۔	۲۶۱
۵۳۰	عنوان نہم کی تردید۔	۲۶۲
۵۳۲	آخری گزارش:	۲۶۳
۵۳۲	چیلنج:	۲۶۴



باب اول:

قرآن و حدیث کی روشنی میں امیر معاویہؓ کے

فضائل، اور آپ کے متعلق مجتہدین امت کے اقوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

تحفہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ میں ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اہل تشیع کی طرف سے جو الزامات و اعتراضات تھے۔ ان کے جوابات پیش کیے۔ اس دوران جب مختلف کتب مصنفہ کا مطالعہ کیا۔ تو کچھ ایسے لوگوں کی عبارات بھی سامنے آئیں۔ جو اہل تشیع نہیں بلکہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ ان عبارات میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید بے جا کا نشانہ بنا یا گیا۔ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والا ”مودودی“ بھی ہے جو بہت خوش اپنے اور اپنے پیروؤں کے سوا کسی کو ”مسلمان“ کہنے کے لیے مشکل تیار ہوئے ہیں۔ مودودی کے کچھ الزامات کا ہم نے گوشہ اوراق میں محاسبہ کیا۔ اس کے علاوہ برصغیر میں بہت سے دیوبندی سنی نما بریلوی اور پیر بھی ایسے ہیں۔ جن کے نظریات اہل سنت کے سے نہیں۔ ہم نے اس بحث کے آخر میں یہ مناسب سمجھا۔ کہ کچھ ان کا بھی تذکرہ ہو جائے۔ سو اس سلسلہ میں ہمیں اہل سنت کی کتب سے استدلال کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو ”اہل سنت“ میں سے گردانتے ہیں۔ اہل سنت کی کتب تاریخ اور احادیث کی کتب سے حوالہ جات درج ہوں گے۔ اس لیے اس مضمون کے لیے ہم نے چند فصول ترتیب دی ہیں۔ تاکہ زیر بحث مسئلہ کی تحقیق مکمل طور پر سامنے آجائے۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

فصل اول

صحابی کی تعریف اور مرتبہ مقام

صحابی کی تعریف: الناہیہ:

ذَكَرَ الْإِمَامُ الْقَسْطَلَانِيُّ فِي الْمَوَاهِبِ وَخَيْرِهِ
أَنَّ اصْحَابِي هُوَ مَنْ صَاحَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَوْ رَأَاهُ وَكَلَّمَ سَاعَةً وَهُوَ مُؤْمِنٌ
بِهِ وَمَاتَ عَلَى ذَلِكَ.

الناہیہ تصنیف امام عبد العزیز بن احمد قرطوبی

صفحہ ۲۵۷

ترجمہ: امام قسطلانی نے مواہب میں اور دیگر حضرات نے (اپنی اپنی تصانیف میں)
ذکر کیا ہے کہ صحابی، ہر وہ مسلمان (مرد، عورت) ہے جس نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کی ہے۔ یا آپ کی محض زیارت کی ہو اگرچہ
یہ زیارت یا ہم نشینی ایک ساعت کی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ حالت
ایمان میں۔ اور پھر ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا ہو۔

مقام و مرتبہ: الناہیۃ

حَسْبُكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَوْلُهُ سُبْحَانَكَ لَا يَسْتَوِي
 مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ
 أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ
 وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفِيهِ
 بَشَارَةٌ لِّالْجَمَاعِ عِمْ بِالْجَنَّةِ - (الناہیۃ صفحہ ۱)

ترجمہ: صحابہ کرام کی شان اور مقام و مرتبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تیرے لیے کافی ہے۔ وہ تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ ان لوگوں کے درجات ایسے لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کر رکھا ہے؛ اس آیت کریمہ میں اس امر کی خوشخبری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام جنتی ہیں۔

الناہیۃ وغیرہ:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مرفوعاً
 خَيْرٌ أُمَّتِي قَرَفِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ
 ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ - الحديث

(رواہ البخاری و الترمذی ص ۱۷ صواعق محرقہ ص ۲)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین

امت ہیں۔ پھر دوسرے درجہ پر وہ جو ان کے بعد پھر وہ جہان کے بعد۔
العواصم والقواصم؛

حدیث ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
مَهْمَا أَوْ تَيْتُمُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَالْعَمَلُ بِهِ لَأَعْدَرَ
لَا حِدَ كُفْرِي تَرْكِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ
فَسُئَةٌ مِثْقَلُ مَا ضِيَبَةٌ فَمَا قَالَ أَصْحَابِي إِنَّ
أَصْحَابِي مَنْزِلَةُ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ فَأَيُّهُمَا أَخَذَ
تُؤْبَهُ إِهْتَدَيْتُمْ وَ اخْتَلَفَتْ أَصْحَابِي لَكُمُ
رَحْمَةً۔ (العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب بھی تمہیں کوئی بات قرآن کریم
سے بھی جائے تو اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل نہ کرنے کے بارے میں
تم سے کسی کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ پھر اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پاؤ
تو میرے ارشادات میں تلاش کرو۔ اور اگر وہاں بھی نہ پاسکو۔ تو قول
صحابی پر عمل کرو۔ میرے صحابہ ایسے ہیں۔ جیسا کہ آسمان میں ستارے۔
لہذا تم نے جس صحابی کی بات پر عمل کر لیا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے
صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

الناہیۃ:

۱۔ عن جابر مرفوعاً لَا تَمَسُّ النَّارَ مُسَلِّمًا رَأْفٍ
أَوْ رَأْفٍ مِّنْ رَأْفِي

(رواہ الترمذی)

۲۔ عن عبد الله بن يسير مرفوعاً طوبى لمن
رأى منى وامن في طوبى لمن رأى من راحى وامن
في طوبى للمرفوع حسن ما بـ

(رواه الطبراني و العاقر)

۳۔ عن انس بن مالك مرفوعاً مشد
اصحابي في امتي كليل في الطعام لا يصلح الا
باليلجـ

۴۔ عن ابي موسى اشعري مرفوعاً ما من اصحابي
يموت بارض الا بعث قائداً وثوراً الهم يوم القيامة
رواه الترمذي - (الناهيه ص ۲)

ترجمہ: حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ اس مسلمان کو آگ ہرگز

نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا۔ یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۵۔ جبرائیل سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ خوشخبری ہے اس کیلئے جس
نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ خوشخبری ہے۔ اس کے لیے کہ جس نے مجھے دیکھنے
والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور ان کے لیے اچھا ٹھکانا ہے۔

۶۔ انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے۔ میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے
سالن میں نمک۔ سالن نمک کے بغیر اچھا نہیں ہوتا۔

۷۔ ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے۔ میرا کوئی صحابی کسی زمین میں
مڑ کر مدفون ہوتا ہے۔ تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں کا قائد اور نور
ہوگا۔ (جو وہاں کے رہنے والے مسلمان ہیں)

الناہیہ؛

عن عمر بن الخطاب مرفوعاً أَظْرِمُوا أَصْحَابِي
فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ الْحَدِيثَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ
صَحِيحٍ أَوْحَسَنَ وَعَنْهُ مَرْفُوعًا سَأَلْتُ رَبِّي عَنْ
إِخْتِلَافِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَأَوْحَى إِلَيَّ يَا مَعْمَدُ
إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ
بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ وَ لِكُلِّ نَوْرٍ قَمَرٌ أَخَذَ
بِشَيْءٍ وَمَا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ إِخْتِلَافِهِمْ فَهِيَ عِنْدِي
عَلَى مَدَى قَالَ حَمْرَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَصْحَابِي جَمَالُ النُّجُومِ بِأَيِّهِمْ أَقْتَدَيْتُمْ أَهْتَدَيْتُمْ
(الناہیہ ص ۳۲)

ترجمہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ میرے صحابہ
کی عزت کرو۔ کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ انہیں سے ایک اور مرفوع
حدیث ہے۔ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اس اختلاف
کے بارے میں پوچھا۔ جو میرے بعد ان میں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
میری طرف وحی کی فرمایا۔ اے محمد! تیرے صحابہ میرے نزدیک یوں
ہیں جیسے طرح آسمان میں ستارے۔ بعض ان میں سے دوسروں سے
اقویٰ ہیں۔ اور ہر کے لیے ایک کامل نور ہے۔ لہذا جس نے ان کے
اختلاف میں سے جو کچھ قبول کر لیا۔ تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے
حضرت عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ

تاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کے پیچھے چل پڑو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ترمذی شریف:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تَسُبُّوا اصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مَدًّا اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَةً۔ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۵ صواعق محرقہ ص ۶)

ترجمہ: ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اگر تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی ایک اُحد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ کسی صحابی کے ایک دریا نصف در کے برابر نہیں ہو سکتا۔

صواعق محرقہ:

فِي الدَّارِ قَطْنِي مَنْ حَفِظَنِي فِي اصْحَابِي وَرَدَّ عَلَيَّ الْحَوْضِ

وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِي اصْحَابِي لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضِ

ولعيراني - (صواعق محرقہ ص ۶)

ترجمہ: دارقطنی میں ہے کہ جس نے میرے صحابہ کو میری وجہ سے برا بھلا کہنے سے بچائے رکھا۔ وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور جس نے نہ بچایا وہ نہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ اور نہ ہی میری زیارت سے مشرف ہوگا۔

شواہد الحق:

قَالَ الْاِمَامُ ابْنُ حَجْرٍ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

أَحَبَّ اللَّهُ أَحَبَّ الْقُرْآنَ وَمَنْ أَحَبَّ الْقُرْآنَ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّ أَصْحَابِي
وَقَرَأَتِي -

(شواہد الحق ص ۴۸۴)

ترجمہ: ان جرنے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ سے محبت کرتا
کرتا ہے۔ وہ قرآن سے محبت کرتا ہوگا۔ اور جو قرآن سے محبت کرتا
ہوگا۔ وہ مجھ سے اور جو مجھ سے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتا ہوگا
العواصم من القواصم:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم سألت ربي في ما اختلفت فيه اصحابي من بعدى
فاوحى الله الي ما معتمد ان اصحابك عندى بمنزلة
التجوم في السماء بعضها اضاء من بعض فممن اخذ
بشي من ما هو عليه من اختلفا فلهم فهو عندى
على هدى -

(العواصم من القواصم ص ۳۳)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے
اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق پوچھا۔ جو میرے بعد
ان میں پیدا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی۔ اسے محمد! تیرے صحابہ
میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ روشن
ہیں۔ لہذا جس نے ان کی اختلافی بات میں سے کسی کو بھی قبول کر لیا۔ وہ
ہایت پائیا۔

ملحد فکرمیہ: قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی جنتی ہیں۔ اور یہ کہ ان کو بُرا بھلا کہنے والا اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے باہم مشاجرات اور اختلافات میں سے کوئی صحابی اپنی رائے کے بارے میں گمراہی پر نہیں۔ بلکہ ان میں سے کسی کے قول کو ماننے والا ہدایت پر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کا روشن ستارہ ہے۔ ان شواہد کے پیش نظر کوئی صاحبِ ایمان یہ جرات نہیں کر سکتا۔ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کے بارے میں گستاخی اور بے ادبی کا اظہار کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنائے۔ اور سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جائے۔ یہ اعزازِ اکرام انہیں بارگاہِ ایزدی اور درجہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا ز بخشہ خدائے بخشندہ

و بالله التوفیق

ۛ

فضل دوم

گزشتہ سطور میں مطلقاً صحابی کا مقام و مرتبہ قرآن و حدیث سے پیش کیا گیا۔ اب ہم یہ ثابت کیے دیتے ہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس وجہ سے آپ بھی ان فضائل و مناقب کے حامل ہیں جو گزشتہ اوراق میں صحابی کے متعلق ذکر ہوئے۔

البدایة و النہایة:

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ابو عبد الرحمن القرشی الاموی خال المؤمنین و کاتب و حواری العالمین اسلم هو و ابوه و امه هند بنت عتبة بن ربيعة بن عبد شمس یوم الفتح و قد روى عن معاویة انه قال اسلمت یوم عمرة القضاء و لکنی کتمت اس لامی من ابی الی الفتح و کان ابوه من سادات قریش فی الجاهلیة و الت الیہ ریاسة قریش بعد یوم بدر فكان هو امیر الحرور من ذالک الجانب و کان رئیساً مطاعاً اصالی جزیریل و لمتا اسلم قال یارسول الله من فی حاتی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المشرکین

قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَعَاوِيَةَ تَجْعَلُهُ كِتَابًا بَيْنَ يَدَيْكَ
 قَالَ نَعَمْ ثُمَّ سَأَلَ أَنْ يُزَوَّجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِابْنَتِهِ وَهُوَ عَزَاهُ بِنْتُ أَبِي سَفْيَانَ وَاسْتَعَانَ
 عَلَى ذَلِكَ بِاخْتِيَارِهَا أُمَّ حَبِيبَةَ فَلَمْ يَقْبَعْ ذَلِكَ وَبَيْنَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لَهُ
 سِوَا الْمَقْصُودِ أَنَّ مَعَاوِيَةَ كَانَ يَكْتُبُ الْوَعْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ غَيْرِهِ مِنْ كُتَابِ الْوَعْدَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 (البدایة والنہایة جلد ۱ ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ قریشی اور اموی ہیں۔ تمام مومنوں کے خالہ اور
 اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے۔ یہ ان کے والد اور ان کی والدہ ہند بنت
 عقبہ فوج مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ خود امیر معاویہ سے روایت ہے
 کہ میں عمرۃ القفار کے موقع پر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے والد سے
 اسلام کو فتح مکہ تک چھپائے رکھا۔ ان کا باپ دور جاہلیت میں قریشی کے
 سرداروں میں سے تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کی سرداری ان کو ملی۔ لہذا
 یہی معاویہ قریش کی طرف سے لڑائی کے لیے پہ سالار ہوئے۔ بہت
 بڑے امیر اور لوگوں کے آقا تھے۔ جب مسلمان ہوئے۔ تو عرض کی یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرمائیں۔ کہ میں جس طرح اسلام سے قبل مسلمانوں
 سے لڑتا تھا۔ اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفار سے لڑوں۔ فرمایا: ہاں
 ہے۔ پھر معاویہ عرض گزار ہوئے۔ کہ مجھے اپنا کاتب مقرر کر لیجئے۔ فرمایا منظور
 ہے۔ پھر عرض کیا۔ حضور! میری بہن سے شادی کر لیں۔ اور اس کا نام حبیبہ کا
 شریک بنالیں۔ لیکن یہ عرض منظور نہ ہو سکی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ ایسا کرنا یعنی ڈوبہنوں کا نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں ہے مقصد یہ ہے
 کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ویکر کا تباہِ وحی کی طرح کتابِ وحی تھے
 جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے احکامات و عنبرہ کی کتابت کرتے
 تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

البدایة والنہایة:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی ابو عبد الرحمن
 قَالَ الْمُؤْمِنِينَ وَكُتَابِ وَحْيِ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 قَالَ مَعَاوِيَةَ وَلَقَدْ مَخَّلَ عَلِيٌّ سَوْءَ مَا
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي عُمُرَةِ الْقَضَاءِ وَإِنِّي لَمُصَدِّقٌ
 بِهِ ثُمَّ لَمَّا دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ أَظْهَرْتُ إِسْلَامِي وَجِئْتُكَ
 فَرَجَبَ بِهِ وَكُتِبَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ
 سَادَاتِ قُرَيْشٍ وَتَفَرَّدَ بِالسُّؤْدِ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ
 ثُمَّ لَمَّا اسْلَمَ حَسَنٌ بَعْدَ ذَلِكَ إِسْلَامَهُ وَكَانَ
 لَهُ مَوَاقِفُ شَرِيفَةٌ وَإِنَّمَا مَحْمُودَةٌ فِي يَوْمِ يَوْمِكَ
 وَمَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ وَصَحَبَ مَعَاوِيَةَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُتِبَ الْوَحْيُ بَيْنَ يَدَيْهِ
 مَعَ الْكُتَابِ وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَخَادِيثَ كَثِيرَةً فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا
 مِنَ السُّنَنِ وَالْمَسَانِيدِ وَرَوَى عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْقُمَّةِ
 وَالتَّابِعِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي الْمَدِينِ كَانَ مَعَاوِيَةَ
 طَوِيلًا أَبْيَضَ جَمِيلًا - (البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۱۵) ترجمہ

معاویہ بن ابی سفیان قرشی الاموی ابو عبد الرحمن

ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان ہوموں کے خالو اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے کاتب تھے معاویہ کہتے ہیں کہ جب میں مکہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو میں ان پر ایمان لایا چکا تھا۔ پھر جب فتح مکہ ہوا۔ تو اس دن میں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر دیا۔ میں جب اس مرتبہ حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے خوش آمدید کہا۔ میں آپ کے حکم سے وحی کی کتابت کتارہا۔ ان کا باب قریش کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ غزوہ بدر کے بعد امیر معاویہ کو سرداری مل گئی۔ پھر جب اسلام لائے تو ان کا اسلام لانا بہت اچھا تھا۔ ان کے فضائل اور اخلاق قابل تعریف تھے۔ جنگ یرموک اور اس سے پہلے و بعد میں ان کی خدمات قابل تحسین تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ بوجھ انصیب ہوئی۔ دوسرے کاتبین وحی کے ساتھ یہ بھی وحی کی کتابت کرتے رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث کی ان سے روایت صحیحین وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں صحابہ کرام اور تابعین بھی بکثرت ہیں۔ ابو بکر بن ابی دنیا کے قول کے مطابق جناب معاویہ لمبے قد اور سفید رنگ والے خوبصورت شخص تھے۔

الاصابة:

معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی امیر المؤمنین
 وَ لَدَا قُبَلِ الْمَعْتَمَةِ بِخَمْسِ سِنِينَ وَ قَبْلَ سَبْعٍ وَ قَبْلَ
 ثَلَاثَةِ عَشَرَ وَ الْاَوَّلُ اَشْهَرُ وَ حَكَى التَّرَاثُ مَدِيْنَةَ
 اَسْلَمَ بَعْدَ الْعَدْيِيَّةِ وَ كَتَمَ اِسْلَامَهُ حَتَّى اَظْهَرَ
 عَامَ نَفْتِحِ اَنَّهُ كَانَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ مُسْلِمًا.....

وعن ابن عباس أن معاوية قال قصرت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أبيه وسلم عند المروية..... قال ابو نعيم كان من الكتب الحسنة الفصحى حليماً وقد راعى خالد بن معدان كان طويلاً أبيض اجلي وصاحب النبي صلى الله عليه وسلم وكتب له.

الاصابة في تمييز الصحابة جلد ۳ ص ۲۳۳ حرف الميم)

ترجمہ: امیر المومنین جناب معاویہ بعثت سے پانچ سات یا تیرہ برس قبل پیدا ہوئے۔ اول تاریخ زیادہ مشہور ہے۔ واقدی نے بیان کیا کہ یہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اسلام چھپائے رکھا حتیٰ کہ فتح مکہ کو ظاہر کیا۔ آپ عمرۃ القعداء میں مسلمان تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ معاویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور کے بال مروءۃ کے نزدیک کاٹے..... ابو نعیم کے مطابق جناب معاویہ کاتب وحی، بڑے فصیح، بردباد اور باوقار آدمی تھے۔ خالد ابن معدان کہتے ہیں کہ امیر معاویہ دراز قد، سفید رنگ اور خوبصورت شخص تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور آپ پر اترنے والی وحی کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دو صحابی رسول،، ہونا دو ٹوک الفاظ سے بیان ہوا۔ آج تک کسی نے ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ان کے کاتب وحی ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت احادیث کرنے کے شواہد بھی مذکورہ حوالہ جات میں موجود ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد اس میں حسن اور بہتری

کی گواہی بھی موجود ہے۔ ان فضائل اور کمالات کے ہوتے ہوئے وہ لوگ جو ان کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ چند سوالات ان کے انجام اور مقام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

فصل سوم

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے والے کا انجام

صواعقِ محرقہ:

اخرج المعامل والطبرانی والحاكم عن
عويمر بن ساعدة أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَأَخْتَارَنِي فِي أَصْعَابِ فَجَعَلَ
لِي مِنْكُمْ وَرِزَارًا وَأَصْحَابًا فَسَنُ سَبُّهُ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.

(۱- صواعقِ محرقہ ص ۴ - (۲) الناهية ص ۴)

ترجمہ

معاوی، طبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدہ سے روایت کی۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسندیدہ
اور منتخب فرمایا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب کو پسند فرمایا۔ پھر ان میں

سے میرے وزیر سسرال اور معاون بنائے۔ لہذا جو انہیں گالی دے گا۔
اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور انسانوں کی لعنت۔ اُن کی قیامت میں
اللہ تعالیٰ کوئی نیکی قبول نہ کرے گا۔

صواعقِ محرقہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِي وَاحْتَارَ لِي أَصْحَابًا وَ اخْتَارَ لِي
مِنْهُمْ أَصْحَابًا وَأَنْصَارًا فَمَنْ خِيَفْتَنِي فَيَسْرِ حَفِظَهُ
اللَّهُ وَمَنْ آذَانِي فَيَسْرِ آذَانَهُ اللَّهُ -

(صواعقِ محرقہ ص ۴)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پسند فرمایا
اور میرے لیے اصحابِ پسند فرمائے۔ ان میں سے سسرال اور مددگار
بنائے۔ لہذا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے
محفوظ رکھے۔ اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت دی۔ اسے
اللہ اذیت دے۔

صواعقِ محرقہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ اللَّهَ اخْتَارَ فِي وَاحْتَارَ لِي أَصْحَابًا
وَ أَصْحَابًا وَأَنْصَارًا فَمَنْ خِيَفْتَنِي فَيَسْرِ حَفِظَهُ
اللَّهُ وَمَنْ آذَانِي فَيَسْرِ آذَانَهُ اللَّهُ -

(صواعقِ محرقہ صفحہ نمبر ۴)

ترجمہ: انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا۔ اور میرے لیے میرے صحابہ اور سسرال

پسند کیے۔ عنقریب، کچھ لوگ آئیں گے۔ جو ان کو گالی دیتے ہوں گے ان کی تنقیص کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا۔ اور نہ ہی ان کو پینے کو دینا اور نہ ہی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور نہ ان سے نکاح کا لین دین کرنا۔

شفاء شریف:

وَمَنْ إِذَا هَرَفَقَةً أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَحَقَّ أَذَى اللَّهِ وَمَنْ

أَذَى اللَّهِ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ (شفاء شریف ص ۲۶۶)

ترجمہ: جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا۔ وہ مجھے ویگا اور جو مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ تو عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

صواعقِ محرقہ:

الطبرانی و ابونعیم في المعرفة وابن عساکر

عن عیاض الانصاری إحدی عنی فی اصحابی

و اصحابی و انصاری فی من حفظنی فیہم حفظہ اللہ

فی الدنیا و الآخرة و من لم یحفظنی فیہم علی

اللہ منہ و من تخلی اللہ منہ یوشک ان

یأخذہ۔ (صواعقِ محرقہ ص ۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ، سردار اور معاونین کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان میں مجھے حفاظت میں رکھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا۔ اور جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت نہ کی۔ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا قریب ہے اللہ تعالیٰ اس سے
مواخذہ کرے۔

شفاء شریف:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في
اصحابي لا تتخذوا هم عرضا بعدى فمن
احببكم فحببني احببكم و من ابغضكم فبغضني ابغضهم
و من اذاهم فقد اذاني و من اذاني فقد اذى الله و من
اذى الله يومئذ ان يأخذنكم

(شفاء شریف ص ۲۶۶ جلد دوم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ
سے خوف کرو۔ میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ پس
جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کی وجہ سے مکی۔ اور
جس نے ان سے بغض رکھا۔ تو اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے
ایسے کیا۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور
جس نے مجھے تکلیف دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور اس
کو تکلیف دینے والے کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا۔

فسیر الریاض:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا
اصحابي فمن سبهم فعد عليه لعنة الله والملائكة
والتاس اجمعين تاجيد للعموم لا يقبل الله
منه صرفا اى توبة او طاعة تصرف

وَجَهْلُهُ لِيَجَانِبَ اللَّهَ (وَلَا عُدْلًا) أَيْ فِدْيَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ

(فسیرالریاض ص ۵۶۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ جس نے اسے گالی دی اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اور کوئی بندگی قبول نہیں کرے گا۔ جو اسے اللہ کا قرب عطا کرتی ہو۔ اور نہ ہی اس سے کسی قسم کا فدیہ اور فرض عبادت قبول کی جائے گی۔

صواعق محرقہ:

عَنْ ابْنِ عَمْرٍو إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسْبُونَ أَمْحَابِي فَمُرُّوْا لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى شَرِّضِهِ وَابْنِ عَدِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ شَرَّ رَأْسِ أُمَّتِي أَجْرًا هُوَ عَلَى أَمْحَابِي - (صواعق محرقہ ص ۵)

ترجمہ: ابن عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھ پاؤ جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تو کہو۔ تم میں سے شریر ترین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ کہ میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں۔ جو میرے صحابہ پر بڑا بھلا کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

شرح شفاء ملاء علی قاری:

قال سحنون من كَفَرْنَا مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا أَوْ عَثْمَانَ أَوْ عَمِيرَ هَذَا كَمَعَا وَيَهُ وَقَوْمَهُ بِنِ الْعَاصِ يُؤَجِّعُ

بصیغۃ المجدول مخففا و مشدداً ضرباً.....
 عكى ابو محمد بن ابى زيد عن سحنون فيمن
 قال في ابى بكر وعمر وعثمان وعليّ اللهم اعد
 لهم كما نزل في ضلال وكفر قتل ومن شتم
 غيرهم اعدى غير الخلق الا ربعة من الصحابة
 كعمارة وعمر وعمر بن الخطاب وطلحة
 النكاح الشديداً

شرح شفاء ملاحی قاری محشی نسیر الریاض

جلد چہارم ص ۵۶۶ طبع قدیم

ترجمہ: سحنون کہتے ہیں۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علی المرتضیٰ عثمان غنی وغیرہ۔ بیباک معاویہ اور عمر بن العاص کی تکفیر کی۔ اسے سخت سزا دی جائے۔ سحنون سے ابو محمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ یہ سب گمراہی پر تھے۔ اور یہ کافرتے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور جو ان خلفائے اربعہ کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے۔ تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے۔

نوٹ:

کچھ ناما قبیل اندیش و یو بندی، سنی نمابریلوی وغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے کے لیے ملا علی قاری کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے جناب معاویہ کو دو باغی، کہا ہے۔ اور اس لفظ کو فاسق و فاجر کا ہم پلہ قرار

دے کر یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کا فریب ہے۔ اور ملا علی قاری کے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ ملا علی قاری جب امیر معاویہ کو بڑا بھلا کہنے والے کے بارے میں سخت ترین سزا کا قول کر رہے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن کہ ایک طرف وہ انہیں فاسق و فاجر ربانی اقرار دیں اور دوسری طرف خود ہی ایسا کہنے والے کو سزا کا مزدہ سنائیں۔ لہذا آگاہ رہنا چاہیے کہ ملا علی قاری کے لفظ ”بائی“ کہنے سے یہ مراد ہے کہ امیر معاویہ سے بغاوت سنا دی نہیں۔ بلکہ بغاوت اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔ یعنی حضرت امیر معاویہ نے اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ کی بغاوت اجتہادی کی۔ لیکن وہ اس کے باوجود اس درجہ محترم ہیں کہ ان کو گالت دینے والا سخت سزا کا مستوجب ہو گا۔ ایسی سزا دی جائے۔ کہ آئندہ اس قسم کے الفاظ بولنے کی جرأت نہ کرے۔

خلاصہ کلام:

گوشہ حوالہ جات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو ہم بخوبی سمجھ چکے ہیں۔ جو آپ نے حضرات صحابہ کرام کو بڑا بھلا کہنے والے کے متعلق ارشاد فرمائے۔ گویا صحابہ کرام میں سے کسی کا بدخواہ۔

اپنے نماز روزہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اللہ! اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھینکار کا مستحق ہو جاتا ہے۔

تمام انسانوں میں سے وہ شریر ترین آدمی ہے۔

اس کے ساتھ کھانا پینا، رشتہ کا تبادلہ قطعاً جائز نہیں۔

اور یہ کہ ایسے کو اول تو قتل کر دیا جائے۔ یا پھر سخت ترین سزا دی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے پیش نظر کسی گستاخ صحابہ سے

میل جول قطعاً درست نہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا کہلا سنا پھرے۔

حضرات صحابہ کرام کے دور میں اگر کسی سے ایسی حرکت ہو جاتی۔ تو اس کے بارے میں سخت رد عمل ہوتا تھا۔ صرف ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عمر فاروق نے گستاخ صحابہ کی

زبان کاٹ ڈالنے کا ہتھیہ فرمایا تھا

نسیم الرياض:

روى ابو ذر الغفارى المشهور رضى الله عنه
وهذا مما نقل الخطيب وابن عساكر فى التاريخ
عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أنه أخذ
قَطَعَ لِسَانَ عُبَيْدِ اللَّهِ (بضم العين) بن عمر
إِذَا اشْتَمَ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ (الأصعابى المشهور
رضى الله عنه..... فَقَالَ عَمْرٍو لِمَنْ كَلَّمَهُ
فِي شَأْنِهِ دَعُوْنِي أَقْطَعُ لِسَانَهُ أَوْ أَتْرَكُوْنِي
أَفْعَلْ ذَلِكَ وَلَا تَمْنَعُوْنِي مِنْهُ حَتَّى لَا يَشْتَمَ
أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ الْاِخْرَامِ)

نسیم الرياض جلد چہارم ص ۵۶۹

ترجمہ: ابو ذر غفاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی۔ یعنی یہ کام اپنے لیے لازم کر لیا۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے گفتگو کی۔ اور کہا کہ معاف کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں

سے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ اور اس کی زبان کاٹنے دو۔ یہاں تک اس کے بعد کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دینے کی جرات نہ کرے۔

اس واقعہ سے ان دیوبندیوں اور سنی نابریلیوں اور دکاندار پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فَضْلٌ جَيِّدٌ

اکابرین اہل سنت کی کتب سے بیحد ناخستہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی، ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام کے اجتماعی فضائل اور مناقب جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی موجود ملنے پڑیں گے۔ علاوہ ازیں ہم نے کچھ وہ فضائل بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے جو ان کے نام گرامی کے ساتھ بیان ہوئے۔ اور وہ اہل سنت کی معتد و معتبر کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی۔ کہ اس دور میں

کچھ نام نہاد سنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہر طرف تنقید بناتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام اس بارے میں اہل سنت کے معتقدات پڑھ کر ان نام نہاد سنیوں سے باخبر رہیں ان مفاد پرستوں کا ایک حربہ یہ بھی ہے۔ کہ جب آپ کوئی روایت پیش کرتے ہیں جس میں جناب معاویہ کے فضائل موجود ہوں۔ تو فوراً کہہ لیں گے۔ کہ یہ حدیث یا روایت ضعیف ہے۔ لہذا ان کے اس حربہ کے جواب کے طور پر اسم سب سے پہلے اس بات کہتے ہیں۔ کہ کیا ضعیف روایت فضائل میں مقبول نہیں؟

فضائل و مناقب میں حدیث ضعیف بھی

مقبول ہوتی ہے

الموضوعات کبیر:

وَ الضَّعِيفُ يَعْمَلُ بِهِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ
إِتِّفَاقًا وَإِذَا قَالَ أَيْعْتَنَانِ. مَسَحَ الرَّقَبَةَ
مُسْتَحَبًّا أَوْ سُنَّةً.

(الموضوعات کبیر ص ۱۰۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ)

ترجمہ: فضائل اعمال میں روایت ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے

ہمارے ائمہ نے گردن پر مسح کرنے کو مستحب یا سنت کہا ہے۔ (جو کہ ضعیف

حدیث سے ثابت ہے)

تطہیر الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ هَذَا الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ سَنَدُهُ
ضَعِيفٌ فَكَيْفَ يَجْتَمِعُ بِهِ قَوْلُ الَّذِي أَطْبَقَ

عَلَيْهِ أَيْمَنَّا الْفُقَهَاءُ وَالْأُسُورِيُّونَ وَالْحَفَاطُ آتَتْ
 الْحَدِيثَ الضَّعِيفَ حُجَّةً فِي الْمَنَاقِبِ كَمَا آتَتْ
 كُفْرًا بِاجْتِمَاعٍ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ حُجَّةً فِي فَضَائِلِ
 الْأَعْمَالِ وَإِذَا ثَبَتَتْ أَنَّ حُجَّةً فِي ذَاكَ لَمْ تَبْقَ
 هُبَّةً لِمَعَانِدِهِ وَلَا مَطْعَنٌ لِحَاسِدِهِ بَلْ وَجِبَ
 عَلَى كُلِّ مَنْ فِيهِ أَهْلِيَّةٌ أَنْ يَقِرَّ هَذَا الْحَقُّ فِي
 قَصَائِدِهِ وَأَنْ يَرُدَّهُ إِلَى إِمَائِهِ وَأَنْ لَا يَصْنَعَ إِلَى
 تَرْهَاتِ الْمُضِلِّينَ وَتَرْهَاتِ الْمُبْطِلِينَ وَبَعْدَهُ
 أَنْ تَقَرَّرَ لَكَ مَا ذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فَلْيَكُنْ
 ذَاكَ عَلَى ذِكْرِكَ مِنْ كُلِّ مَحَلٍّ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ
 وَعَيْرِهِ رَوَيْتَ فِيهِ حَدِيثًا مَعِيْفًا فِيهِ مَثَبَةٌ
 لِصَحَابِيٍّ أَوْ عَيْرِهِ فَاسْتَمْسِكْ بِهِ لِمَا عَلِمْتَ
 أَنَّهَا مُنَاحِبَةٌ كَافِيَةٌ -

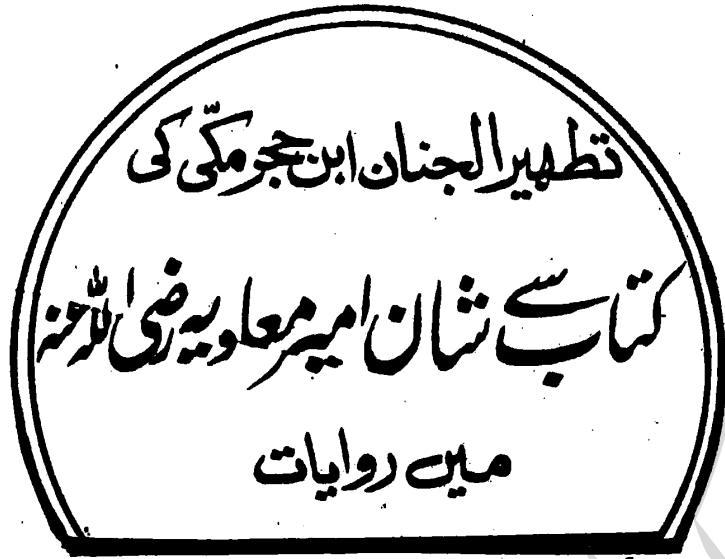
(تطهير الجنان ص ۱۳)

ترجمہ: اگر تو کہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ تو پھر اس سے
 احتجاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام فقہاء اہل الاصول اور حفاظ
 کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث مناقب میں حجت ہوتی ہے۔
 جیسا کہ یہ بات ان لوگوں کے اجماع سے ثابت کہ جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ حدیث ضعیف
 فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ یہ حدیث
 حجت ہوتی ہے۔ تو پھر کسی مخالف کے لیے ظہر کی گنہائش باقی نہ رہی اور
 نہ ہی کسی طعن کرنے والے کے لیے کوئی بہانہ رہا۔ بلکہ ہر اہل ہمت والے

پر لازم ہے۔ کہ اس بات کو اپنے نزدیک حق سمجھ کر لکھی کرے۔ اور اس کے خلاف، گمراہ کرنے والوں کی باتوں کی طرف قطعاً دھیان نہ دے۔ اور مبطلین کی شرارتوں کی پرواہ نہ کرے۔ لہذا جب یہ بات تیرے ذہن میں پختہ ہوگئی۔ تو پھر اس کتاب میں جہاں کہیں ایسی جگہ آئے۔ کہ جس میں حدیث ضعیف مروی ہو۔ اور اس کے ذریعہ کسی صحابی وغیرہ کی منقبت بیان ہوتی ہو۔ تو اس سے دلیل پکڑے۔ کیونکہ تجھے حدیث ضعیف کے حجت کاملہ ہونے کا علم ہو چکا ہے۔

نوٹ:

حدیث ضعیف کا حجت ہونا اس سے آپت نہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ نہیں نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت سی حسن و صحیح بھی ہیں۔ ہاں ضعیف بھی مذکور ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف چونکہ بالاتفاق مناقب و فضائل میں حجت ہے۔ اس لیے ان احادیث و روایات کا ذکر کرنا استدلال کے لیے مفید ہوگا۔ ہم اس موضوع پر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک رسالہ بنام تطہیر الجنان واللسان سے روایات پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔



ایک شیر نے امیر معاویہ کے ہنٹی ہونے کی بشار دی

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ لَيْسَ فِيهِ عِلَّةٌ إِلَّا اخْتِلَافُ طَوَّلِ
 لِبَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ أَنَّ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ قَائِلًا نَائِمًا
 بِمَسْجِدِ بَابِ يَحْمَدَ فَانْتَبَهَ فَإِذَا أَسَدٌ يَمْفِيئِي
 إِلَيْهِ فَاخَذَ سَلْحَةً فَقَالَ لَهُ الْأَسَدُ صَدِّ
 إِكْمَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكَ بِرِسَالَةٍ لِتُبَلِّغَهَا قُلْتُ مَنْ أَرْسَلَكَ
 قَالَ اللَّهُ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ لِتَعْلَمَ مَعَاوِيَةَ أَنَّهُ مَيِّتٌ
 أَهْلُ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَنْ مَعَاوِيَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي
 سَفْيَانَ - (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مذکورہ امارت و روایات میں سے
 ایک یہ روایت بھی ہے۔ جس کی سند میں اختلاف کے سوا اور کوئی علت
 نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد مکہ میں قیلولہ فرما

رہتے۔ آپ کو آواز آئی۔ اُسٹے تو دیکھا کہ ایک شیر آپ کی طرف چلا آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھائے۔ تو شیر نے آپ سے کہا۔ ٹھہریئے۔ میں آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔ تاکہ وہ مطلوبہ شخص تک آپ پہنچا دیں۔ میں نے پوچھا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ شیر کہنے لگا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تم جناب معاویہ کو بتا دو۔ کہ وہ جنتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کونسا معاویہ؟ کہنے لگا۔ ابوسفیان کا بیٹا۔

توضیح از ابن حجر:

شیر کے پیغام پہنچانے کو بعید از عقل نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ شیر کا گفتگو کرنا اور اس حضرت امیر معاویہ کی کرامت تھی۔ اور کرامت کا واقعہ ہونا جائز ہے۔ اگرچہ معتزلاً اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا تو اس کی بہت سی دلیلیں گواہی دیتی ہیں۔ اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا دیا اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے، یہ ایک دلیل ہی کافی تھی۔ لہذا اس مقام پر کوئی جالے تعجب نہیں۔ جو اس حکایت میں کسی طور پر طعن کو جگہ دے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میری امت

میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے

روایت نمبر ۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ الْعَارِثُ
ابن اسامة وَهُوَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
أَرَى فِي أُمَّتِي وَأَرْحَمَهَا ثُمَّ ذَكَرَ مَنَاقِبَ بَقِيَّةِ
الْخُلَفَاءِ إِلَّا زُبَيْدَةَ ثُمَّ مَنَاقِبَ جَمَاعَةٍ الْآخِرِينَ
مِنْ أَصْحَابِهِ وَذَكَرَ مِنْهُمْ مَعَاوِيَةَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْلَمُ أُمَّتِي
وَإِحْوَدُ قَا۔ (تطہیر الجنان ص ۱۲)

ترجمہ: ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے جسے حافظ عارث بن اسامہ نے
ذکر کیا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا۔ کہ ابو بکر
میر تقی امت میں سے بڑا نرم دل اور مہربان ہے۔ پھر آپ نے بقیہ
مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری
جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے متعلق فرمایا۔ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سے سب سے
زیادہ بُرد اور سخی ہے۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان دونوں اوصاف میں غور کرو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ تو تمہیں علم ہو جائے گا۔ کہ ان دونوں کے سبب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کمالات میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے۔ جو ان کے علاوہ دوسرے میں پائے نہیں جاسکتے۔ کیونکہ برّ و باری اور سخاوت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ان دونوں کی وجہ سے نفس و خواہش کے تمام فائدے ختم کر دیئے تھے۔ جہاں تک برّ و باری کا تعلق ہے۔ تو اسے خاص کر دل تنگی اور عفتہ کی شدت کے وقت وہی شخص اپناتا ہے۔ جس کے دل میں تکبر بالکل ختم ہو چکا ہو اور نفس کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ عفتہ چھوڑ دو۔ وہ بار بار وصیت طلب کرتا رہا۔ اور آپ بار بار ہی فرماتے رہے۔ گویا۔ آپ یہ سمجھا رہے تھے۔ کہ جب عفتہ کی شرارت سے آدمی بچ جاتا ہے۔ تو نفس و شہوت کی شرارتوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اور جو ان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نیکی اور بھلائی کی تمام اطراف و اقسام اپنے میں جمع کر لیتا ہے۔ رہا سخاوت کا معاملہ۔ تو یہ بات یقینی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا منبع ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ لہذا جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت سے بچائے رکھے۔ اور سخاوت کی حقیقت اسے عطا فرمادے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی حسد باقی نہیں ہے وہ فانی دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ نیکی اور بھلائی ختم کرنے والے اسباب کی طرف متوجہ کرے گا۔ چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اور جب وہ دل ان دونوں خصلتوں سے خلاصی پا جاتا ہے۔ بلکہ غضب اور کجالی سے

دو قبیح خصلتیں ہیں۔ جو بقیہ تمام نقائص اور عیوب کی سرچشمہ ہیں۔ تو ایسا شخص ہر قسم کے کمال اور ہر طرح کی بھلائی سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور ہر شرارت و برائی سے پاک ہو جائے گا۔ اس وقت یہ دو باتیں اپنا نتیجہ پیدا کریں گی۔ یعنی ایسا آدمی بقیہ آدمیوں سے زیادہ بُر و بار اور سخی ہو گا۔ جب خیر کار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعلم اور اجود کے لفظ نکلے ہیں تو پھر تمہیں وہ تمام اوصاف و کمال تسلیم کرنے پڑیں گے۔ جو ہم ان دونوں اوصاف کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ اور پھر ان باتوں اور عرفات کی طرف تمہارا خیال ہرگز نہ جائے گا۔ جو بدعتی اور جہالت میں ڈوبے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے پھرتے ہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ رضی اللہ عنہ

محرراز ہے

روایت نمبر ۳: تطہیر الجنان؛

وَمِنْهَا الْحَدِيثُ الَّذِي أَخْرَجَهُ الْمُتَلَفِّفُ
سَيَرْتِهِ وَنَعَلَهُ عَنهُ الْمَعْبُوثُ الطَّبْرِيُّ فِي
رِيَاضِهِ أَنَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْحَمُ
أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَقْوَامُهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ
عُمَرُ وَأَشَدُّهُمْ حَيَاءً عَثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ
وَإِكْبَلِ نَبِيَّ حَوَارِيٍّ وَحَوَارِيٍّ طَلْحَةَ وَالْتَرَبِيَّ وَعَيْشَةَ
كَانَ سَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ كَانَ الْحَقُّ مَعَهُ وَسَعِيدُ بْنُ

زَيْدُ أَحْمَدَ الْعَشْرَةَ مِنْ أَحِبَّاءِ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
 مِنْ تُحَبِّ رِ الرَّحْمَنِ وَابُو عَبِيدَةَ هَذَا الْجِرَاحُ أَمِينُ اللَّهِ
 وَأَمِينُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُ
 سِرِّي مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ
 نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ -

(قطبیر الجنان ص ۱۳)

ترجمہ:

ان احادیث میں سے ایک وہ کہ جسے ملانے اپنی سیرت میں اور اس
 محب طبری نے اپنی ریاض میں نقل کیا۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ میری امت میں سے انتہائی نرم دل ابو بکر ہے۔ اور مضبوط ترین
 اللہ کے دین میں عمر فاروق اور بہت زیادہ باجماع عثمان غنی اور سب سے
 زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا علی المرتضیٰ ہیں ہر نبی کے حواری ہوئے ہیں
 اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں۔ اور سعد بن وقاص جہاں بھی ہوگا حق
 اس کے ساتھ ہوگا۔ اور سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں
 وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اور عبدالرحمن بن عوف
 کے تابعوں میں سے ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح اللہ اور اس کے
 رسول کے امین ہیں۔ اور میرا راز دار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ لہذا
 جو ان سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔
 وہ ہلاک ہوگا۔

توضیح از ابن حجر:

تم ان خصوصیات میں غور کرو۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کتاب و صحابہ
 امین ہونے کی وجہ سے ملیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کے محافظ تھے۔ اور اس کی طرف
 سے اترنے والی باتوں کے امین تھے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بلند مرتبہ تھا۔ کیونکہ راز و نیاز اور اسرار پر ایسے شخص کو
 ہی مطلع کیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں معلوم ہو۔ کہ وہ ہر قسم کے کمالات کا جامع ہے
 اور خیانت کے ہر شعبہ سے خالی ہے۔ اور یہ وصف ان اوصاف میں سے ایک ہے
 جو کسی کے مناقب۔ فضائل اور مطالب میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاً ویرا میں کتاب

خداوندی ہے اور وہ بہتر امین ہے

روایت نمبر ۴: تطہیر الجنان:

وَمِمَّا جَاءَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ جَاءَ جُبَيْرُ نَيْلٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اسْتَوْصِنْ بِمَعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ أَمِينٌ
 عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَنِعْمَ الْأَمِينُ مَرَّةً - رَجَالَهُ رِجَالُ
 الصَّحِيحِ إِلَّا وَاجِدَ - نَأْفِيهِ لِيَيْنَ وَالْآخِرَ قَالَ
 الْحَافِظُ الْهَيْثُمِيُّ لَا أَعْرِفُهُ وَمِثْلُ هَذَا الَّذِي

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يُقَالُ مِثْلُهُ مِنْ قِبَلِ الرَّأْيِ
فَلَهُ حُكْمٌ أَمْرٌ فَرُوعٌ إِلَى السُّنَنِ وَجِهَالَةٌ أَحَدٍ
رَوَاتِهِ غَايِبَةٌ أَمْثَلًا فَتَرْجَبُ ضَعْفَتٌ سَنَدُهُ وَقَدْ
مَرَّ إِنْفَاؤُكَ الضَّعِيفَتِ حُجَّةٌ فِي الْمُنَاقِبِ -

(تظہیر الجنان ص ۱۳-۱۴)

ترجمہ: ان روایات میں سے ایک وہ جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جبرئیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ کو وصیت
کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا امین ہے۔ اور وہ بہت اچھا
امین ہے۔ اس روایت کے تمام راوی ایک کو چھوڑ کر وہی ہیں
جو حدیث صحیح کے راوی ہوتے ہیں۔ وہ ایک کچھ ضعیف ہے۔
اور دوسری کمزوری یہ کہ حافظہ بیٹھی نے کہا۔ میں اسے نہیں جانتا۔
پہر حال اس معنوں کی روایت حضرت ابن عباس اپنی رائے
سے نہیں کہہ سکتے۔ لہذا اس کا حکم حدیث مرفوعہ کا حکم ہے۔ اور اس
کے ایک راوی کی جمالت زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کر
دے گا۔ اور یہ بات ایک سے زائد مرتبہ گزر چکی ہے۔ کہ حدیث
ضعیف بھی فقائل و مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

فرمانِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعاویہؓ رضی اللہ

اس کے رسول کا محبوب ہے۔

روایت نمبر ۵: تطہیر الجنان

وَعِنَّمَا أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى زَوْجَتَيْهِ أُمِّ حَبِيبَةَ وَرَأْسَ
مُعَاوِيَةَ فِي بَحْرِهَا وَهِيَ تَقْبِلُهُ فَقَالَ لَهَا أَتَحْبِينَنِي
قَالَتْ وَمَالِي لَا أَحِبُّ أَحَدًا فَتَدْرَأِيَنِ السَّلَامَ فَإِنَّ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُحِبُّانِي قَالَ الْحَافِظُ الْمَذْكُورُ
فِي سَنَدِهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْ لَهُمْ أَحَدًا فَمِنْهُمْ ضَعِيفٌ وَمَنْ
أَنَّهُ حَبِيبَةٌ مَنَا وَفِيهِمْ فَتُورَةٌ بِمَصَاهِرِ تَيْهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَخْتَهُ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوا
أَصْحَابِي وَأَصْحَابِي قَانِ مَنْ حَقَّقْتَنِي فِيهِمْ
كَانَ مَعَهُ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِيهِمْ
تَخَلَّى اللَّهُ عَنْهُ وَمَنْ تَخَلَّى اللَّهُ عَنْهُ يُوَسِّدُ
أَنْ يَأْخُذَ بِهِ رَوَاهُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزِيمَةٌ مِنْ بَنِي
وَعَهْدٌ عَهْدُهُ إِلَى أَنْ لَا أَتْرُكُ إِلَى أَهْلِ بَيْتِي
وَلَا أَزْوَاجِ بَنَاتِي مِنْ بَنَاتِي لِأَحَدٍ إِلَّا كَانُوا

رَفَقَائِي فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي اسَامَةَ وَقَالَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَجُلًا لَّا أَتَزَوَّجُ إِلَى
أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي وَلَا أَزَوِّجُ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِي إِلَّا كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ
فَاعْطَانِي ذَٰلِكَ - رَوَاهُ الْحَارِثُ أَيْضًا

و تظہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۱۲

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی ازوجہ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف
لے گئے۔ اس وقت حضرت امیر معاویہؓ کی گود میں سر رکھے ہوئے
تھے۔ اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو اسے
پسند کرتی ہے۔ یہ عرض کی۔ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں
نہ کروں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کبے شک اللہ اور اس کا
رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ حافظ نے کہا۔ کہ اس روایت
کی سند میں کوئی راوی مجہول ہے۔ یعنی یہ ضعیف روایت ہے۔ اور
اور ایسی روایت کا حجت ہونا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان فقہاء میں
سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال
بننے کا شرف بھی ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
حضرت امیر معاویہؓ کی ہمیشہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
میرے صحابہ اور میرے سسرال کو (برا بھلا کہنا) چھوڑ دو۔ بے شک جس
نے ان کے بارے میں میری حفاظت کی۔ اللہ اس کا حافظ ہوگا۔ اور
جس نے حفاظت نہ کی۔ اس سے اللہ بیزار ہوگا۔ اور جس سے اللہ بیزار
ہو جائے گا۔ اُسے وہ بہت جلد پکڑ لیتا ہے۔ اس روایت کو حافظ
احمد بن حنیف نے ذکر کیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں جس خاندان سے شادی کروں۔ یا جس کو میں اپنی کوئی بیٹی نکاح میں دوں۔ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اسے عارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا۔ کہ میں جس سے شادی کروں۔ یا جس کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دوں۔ اُسے جنت میں میری منیت عطا فرماوے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

توضیح از ابن حجر:

اس خاندان کی فضیلت اور علم و تربیت میں تم غور کرو۔ جس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو اپنے عقد میں لیا۔ اس سے جناب ابوسفیان کے گھرانے کا مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان میں سے حضرت امیر معاویہ کی بزرگی، کمال، عزت، فخر، جلالت، عظمت، جنظل و اکمالی صہب سے بنا یاں نظر آتا ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں بھی غور کرو۔ کہ ان کی حفاظت کرنے والے کا خدا حافظ ہوگا۔ یہ حدیث ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ تو اسے قاری ان لوگوں سے بچ جائے۔ جو ان لوگوں کے عیوب و نقائص نکالنے میں سرگرداں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور انہیں اپنا قریب خاص عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے بارے میں غور و غوض کرنا نہ ہر قاتل اور کاٹنے والی تلوار ہے۔ پھر جس کو یہ زہر چڑھ جائے۔ اور ایسی تلوار کا گھاؤ لگ جائے۔ اس کی شخصیت بے قیمت اور اس کی شہوات و خواہشات ہر رانی میں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اور پھر یہ شخص جس جگہ پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں۔ جس گراہی میں مرضی جائے۔ اور جس ہلاکت کے گڑھے میں پاہنچے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے بچائے۔ آمین۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہائے معاویہ رضی اگر تجھے حاکم بنایا گیا تو عدل کرنا

روایت نمبر ۶: تطہیر الجنان:

أَنَّه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَبْلَةَ بِالْخَلْفَةِ رَوَى
ابو بكر بن ابن شيبه بسند إلى معاوية
رضي الله عنه أنه قال ما نلت أطمع في الخلفة
منذ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمراؤ
مدينت فاحسن..... عن معاوية قال فظن
إني رأيت أمرًا فأتق الله وأعدل.....
عن معاوية أنه صلى الله عليه وسلم قال
لا صحابيه تو ضؤوا فلما تو ضؤوا انظروا إني
فقال يا معاوية إن وليت أمرًا فأتق الله وأعدل
وفي رواية طبراني والوسط وأقبل من حسيهم
واعف عت مسيئهم.

تطہیر الجنان صفحہ نمبر ۱۲-۱۵

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری دی تھی۔ ابو بکر بن
ابن شیبہ، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں (معاویہ) اس وقت سے

خلافت کا منظر تھا۔ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اے معاویہ! جب تو حکمران بن جائے۔ تو احسان کرنا۔

جناب معاویہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا۔ اور عدل کو اپنانا۔

جناب معاویہ ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا وضو کرو۔ جب وہ وضو کر چکے۔ تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے معاویہ! اگر تجھے حکومت دی جائے۔ تو اللہ سے ڈرنا اور عدل اپنانا طبرانی اور اوسط میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو گلے لگانا اور بُروں کو معاف کر دینا۔

نوٹ:

روایت مذکورہ میں امام ابن حجر نے کئی طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ یا حکمران بننے کی بشارت دی تھی۔ اور ساتھ ہی وصیت بھی فرمائی تھی لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ”حق“ تھی۔ اسی لیے آپ نے اس کی مزید بہتری کے لیے چند ہدایات دیں۔ لیکن اس مضمون کے خلافت ایک روایت کو لے کر نام نہاد مسیحی حضرت امیر معاویہ کو گمراہ، فاسق اور منافق تک کے الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں موجود منافقین والی آیات ان پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس مقام پر وہ روایت ذکر کر کے پھر اس کا جواب بھی ذکر کیا۔ لہذا ہم اعتراض و جواب کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

اِعْتَرَاضُ

تطہیر الجنان:

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ ذَلِكَ وَقَدْ جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْرَكَهُ عَاضَابَ لَيْلٍ مَا صَحَّ أَنْ حُدِّفَتْهُ صَاحِبِ سِرِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَكُونُ فِيكُمْ النَّبِيُّ ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَا جِ النَّبِيُّ ثُمَّ مَلِكًا عَاضَابًا -

تطہیر الجنان ص ۱۱۰

ترجمہ: اگر تو کہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی خلافت کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی لہذا وہ حق ہو گئی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حکومت کو راہ راست سے ہٹتی ہوئی حکومت فرمایا آپ کا یہ فرمان اس روایت میں ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان جناب عزیز رضی اللہ عنہ نے فتنوں کے بارے میں بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طرز پر خلافت اور پھر بادشاہت جو راہ راست سے ہٹی ہوئی ہوگی۔

توضیح:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوة کا ذکر فرمایا۔

اس خلافت کا زمانہ تیس سال خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری روایات میں موجود ہے۔ اور تیس سال کا عرصہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ مکمل کرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو ان کی خلافت تک تو خلافت علی منہاج النبوة رہی۔ اس کے بعد امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو یہ حکومت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گمراہی کی حکومت ہے لہذا امیر معاویہ خود گمراہ اور ان کی حکومت گمراہی پر مبنی ہوئی۔

جواب:

اس حدیث سے مراد امیر معاویہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں ایک حدیث موجود ہے۔ جو اس سے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ ہے۔

تَطْهِيرُ الْجَنَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلُ هَذَا الْأَمْرِ نَبِيَّةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ خَلِيفَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ مَلِكًا وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ أَمَانَةً وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَتَكَادَمُونَ عَلَيْهَا تَكَادُمُ الْحَبِيبِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَإِنْ أَفْضَلَ جِهَادِكُمْ التَّرْبَاطُ وَإِنْ أَفْضَلَ رَبَاطِكُمْ عَسَقْلَانُ رَوَاهُ طَبْرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ صِرِيحٌ فِيمَا ذَكَرْتَهُ إِذَا الْمَلِكُ الَّذِي بَعْدَ الْخِلَافَةِ هُوَ مَلِكٌ مُعَاوِيَةٌ

(تطهير الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل یہ معاملہ نبوت و رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی۔ پھر امارت اور رحمت ہوگی۔

پھر حکومت حاصل کرنے کے لیے گدھوں کی طرح ایک دوسرے سے
 آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو ان حالات میں تمہیں جہاد کرنا پڑے
 گا۔ اور بہترین جہاد گھوڑوں کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے۔ اور بہترین
 رباط، استقلال ہے۔ یہ روایت طہرانہ نے ذکر کی۔ اس کے تمام راوی
 ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت اس پر ضریح ہے۔ کہ خلافت کے تیس سال بعد
 جو حکومت ملی۔ وہ حکومتِ رحمت تھی۔ در راہ راست سے، ہٹی ہوئی
 تھی۔

دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ معاویہ رضی

کو علم کتاب اور حکومت عطاء فرما

روایت نمبر: تطہیر الجنان؛

مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رَوَاتُهُ ثِقَاتٌ عَلَى خِلَافَتِهِمْ وَإِسَالٍ
 فِيهِ أَنتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِمَعَاوِيَةَ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهُ
 فِي الْبِلَادِ وَقِهِ سُوءَ الْعَذَابِ وَفِي رَوَايَةٍ
 اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ۔

(تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: ایک حدیث یہ بھی ہے۔ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے مرسل
 ہونے میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے حلیل القدر
صحابہ کو گورنری سے معزول کر دیا مگر امیر معاویہ
دونوں کے ادوار میں برابر گورنر رہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَدَحَهُ وَأَثْنَى
عَلَيْهِ وَوَلَاهُ دِمَشْقَ الشَّامِ مَدَّةَ خِلَافَةِ عُمَرَ
وَكَذَلِكَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَنَاهِيكَ
بِهَذَا مِنْقَبَةً عَظِيمَةً مِنْ مَنَاقِبِ مَعَاوِيَةَ وَمِنْ
الَّذِي كَانَ عُمَرُ يَرْضَى بِهِ فِيهِ هَذِهِ الْوَلَايَةَ
الْعَاسِيَةَ الْمُسْتَمِرَّةَ وَإِذَا تَأَمَّلْتَ عَزَلَ عُمَرَ
لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ الْأَفْضَلِ مِنْ مَعَاوِيَةَ جِرَائِبَ
وَإِتْقَانَهُ لِمَعَاوِيَةَ عَلَى عَمَلِهِ
مِنْ عَتْرِ عَزَلَ لَهَا عَلِمْتَ بِذَلِكَ
أَنَّ هَذِهِ يُنْبِئُ عَنْ رَفِيعَةِ كَثِيرَةٍ لِمَعَاوِيَةَ
وَأَنَّهَا لَمْ يَكُنْ وَلَا ظَرَاءَ فِيهِ قَادِحٌ مِنْ قَوَادِحِ
الْوَلَايَةِ وَالْأَلْمَا وَلَا هُمْرًا أَوْ لَعَزْلَةً وَكَذَا
عُثْمَانُ وَقَدْ شَكَاهُمْ الْأَقْطَارُ كَثِيرًا مِنْ

وَلَا يَهْمُ فِي عُمَرَ وَعَثْمَانَ فَعَزَّ لَا عَهْدَ لِمَنْ
 يَرْكُوبُهُمْ وَإِنْ جَلَّتْ مَرَّاتُ بَعْضِهِمْ وَأَمَّا مَعَاوِيَةَ
 فَاقْتَمَفَى أَمَّا رَيْتَهُ عَلَى دِمَشْقَ الشَّامِ هَذِهِ الْمُدَّةَ
 نَقُوبِيذَةً فَلَمْ يَشِكْ أَحَدًا مِنْهُ وَلَا إِتْهَمَهُ
 بِجَوْرٍ وَلَا مَظْلِمَةٍ فَتَأَمَّنَ ذَلِكَ لِيَزِدَ إِعْتِقَادَكَ
 وَلِيَسْلِمَ مِنَ الْعَبَاوَةِ وَالْعِنَادِ وَالْبُهْتَانِ.

(قطب الراجح ص ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ کی تعریف اور خوبیاں بیان کیں۔ اور دمشق کا انہیں اپنی پوری خلافت کے دوران امیر بنانے رکھا۔ پھر آپ کے بعد حضرت عثمان نے بھی ان کی امارت کو بحال رکھا۔ حضرت امیر معاویہ کی منقبت میں سے یہ بات کافی ہے۔ اور وہ شخص کہ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر طویل عمر تک امیر رہنے پر خوش رہے۔ اس کی عظمت کے لیے دلیل کافی ہے۔ پھر جب تو اس بات کو سامنے رکھے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد ابن ابی وقاص کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فضیلت اور عظمت میں امیر معاویہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور اس کے مقابلہ میں جناب عمر نے معاویہ کو بحال رکھا۔ تبھی اس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ امیر معاویہ کی شخصیت کس قدر رفیع الشان تھی۔ ان میں امارت و ولایت کے نااہل ہونے والے اعتراضات میں سے کوئی ایک بھی سامنے نہ آیا۔ ورنہ حضرت عمر انہیں معزول کر دیتے اور یونہی حضرت عثمان کو بھی ان کی طرف سے کوئی شکایت نہ ملی۔

مالا نحر اطراف و جوانب سے لوگ اپنی اپنی شکایات پیش کرنے میں آزاد تھے۔ اپنی شکایات کی بنا پر عمرو عثمان رضی اللہ عنہما نے کئی ایک لوگوں کو معزول بھی کر دیا۔ اس بارے میں معزول ہونے والے شخص کا مزہ جو مقام اڑے نہ آیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک طویل مدت تک دمشق کے امیر رہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی نے ان کی شکایت کی۔ اور نہ ہی کوئی اور تہمت و الزام لگایا۔ تجھے اس دلیل میں خوب غور کرنا چاہیے۔ تاکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تیرا عقیدہ اور حکمہ ہو جائے۔ اور بے وقوفی فساد اور الزام تراشی سے محفوظ رہے۔

ملحد فکریہ:

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اسلام سے واپس نہ رجعت اور پختگی ضرب المثل ہے۔ کسی صحابی سے بھی اگر تھوڑی سی غلطی ہو جاتی۔ تو انہیں پیش آجاتا تھا۔ عاصب بن بلتعہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکہ میں انہوں نے اپنے اعزہ و احباب کو خفیہ پیغام بھیجا۔ جب پیغام پکڑا گیا تو وہی عمر بن خطاب تھے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اس منافی کی گردن اڑالے کی اجازت دیکھئے۔ یہی عمر ہیں۔ کہ جناب سعد بن ابی وقاص کے خلاف شکایات پر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس لیے اگر بیس سال کے طویل عرصہ میں امیر معاویہ کے خلاف کوئی شکایت ملتی۔ اور موذی وغیرہ کے کہنے کے مطابق اصول اسلام کی پامالی اور ظلم و ملامت کی شکایات ہوتیں۔ تو ہرگز بحال نہ رہتے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ان کی لڑائی ہوئی۔ جس کی وجہ سے دیوبندی، موذی اور سنی نابریلوں وغیرہ حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ لڑائی کے بعد حضرت علی نے جو پیغام مختلف اطراف کے ماطہین کو بھیجا اس میں

اُس نے صاف صاف لکھا تھا، کہ میرا اور معاویہ کا خدارسول اور دین ایک ہے۔ زوہ مجھ پر
فضیلت کے خواہاں اور زمین اس کا متنی ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنے مد مقابل کے
بارے میں یہ الفاظ کہیں۔ اور آج کا ”مسلمان“ امیر معاویہ کو مسلمان کہنے سے گریز کرے۔ کیا یہ
علمِ عظیم نہیں۔ اور خدا کی پٹکار نہیں ہے۔ لہذا ان نامِ بہادِ مفکروں، اسلام کے ٹھیکیداروں اور
گدی نشینوں کو سنی مامل کرنا چاہیے۔ اور اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔

ارشادِ حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہما کے اور معاویہ کے

مقتول دونوں بنتی ہیں

روایت نمبر ۹: تطہیر الجنان :

وَمِنْهَا ثَنَاءٌ عَلَيَّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَلَيَّ وَيَقُولُ
قَتَلَايَ وَقَتَلَايَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ
رِجَالُهُ مُوثِقُونَ عَلَى خِلَافِ بَعْضِهِمْ فَلِذَا مِنْ عَلِيٍّ مَسْرِيحٌ
لَا يَقْبَلُ قَاءَ وَيْلًا بَانَ مَعَاوِيَةَ مَجْتَهِدٌ

تَوَقَّرَتْ فِيهِ شَرُّ وَطِ الْأَجْتِيَاهِ الْمَوْجِبَةِ لِتَحْرِيرِ
تَقْلِيدِ الْغَيْرِ إِذْ لَا يَجُوزُ لِمَجْتَهِدٍ أَنْ يَقْلِدَ مَجْتَهِدًا
بِإِلْتِفَاقٍ مَسْقُومٍ خَالَفَهُ فِي اجْتِمَاعِهِ وَهُوَ وَاضِعٌ أُمَّ وَافِقَةٌ

تطہیر الجنان ص ۱۹

ترجمہ: ایک دلیل یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی تعریف حضرت علی المرتضیٰؑ
نے ان الفاظ سے کی۔ جنگِ صفین میں میرے ہاتھوں قتل ہونے والے
اور معاویہ کے ہاتھوں قتل ہونے والے بنتی ہیں۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی

یہ بالکل دو ٹوک ہے کہ میں کوئی بددین نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے مجتہد تھے۔ جن میں اجتہاد کی تمام شرائط و فرمات میں موجود تھیں۔ جن کی بنیاد اسے کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجتہد کے لیے ایک دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا باہم اتفاق ناجائز ہے۔ چاہے دونوں کا اجتہاد باہم مختلف ہو یا موافق۔

لمحد فکر یہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت بھی یہی ہے۔ کہ امیر معاویہ دوران کے تمام رفتار اس طوائف کی وجہ سے فاسق اور فاجر نہ تھے۔ بلکہ وہ شہید ہونے کی بنا پر بنتی تھے۔ اور یہ اس وقت درست ہو گا۔ جب یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلطی پر تھے لیکن وہ غلطی اجتہادی تھی۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مقتولین صلیبیوں کے بنتی ہونے کا قول کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی غلطی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ شہید کی اجتہادی حیثیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی مراحت سے بیان فرمایا ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ فرمایا۔ دَخَّ رَأْسَهُ فَحَقَّبَتْهُ۔ چھوڑ دو۔ وہ مجتہد ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر بھی مودودیوں، دیوبندیوں اور سنی اخباریوں اور پیروں کو کان دھرنے چاہیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا امیر معاویہؓ فقیہ ہے

روایت نمبر ۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا شَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى مَعَاوِيَةَ
وَمَوْمِنٍ أَحْبَلَ آلَ الْبَيْتِ وَالتَّابِعِينَ يَعْلِيَّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ
فَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ
عَبَّاسٍ إِنَّ مَعَاوِيَةَ أَوْ تَرَّ بِرُكْحَتِهِ فَقَالَ إِنَّهُ فَقِيهٌ
وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ صَحَّبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَذَا مِنْ أَحْبَلِ مَنَاقِبِ مَعَاوِيَةَ أَمَا أَوْلَا فَلَانَ
الْفَقِيهَ أَحْبَلَ الْمَرَاتِبِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَمِنْ تَرَدَدَا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِيهُهُ فِي الدِّينِ
وَعِلْمُهُ التَّائِيِدَ وَمَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَنْ يُرِيدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ
فِي الدِّينِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَصَدُورُ هَذَا الرَّصْفِ الْجَلِيلِ
لِمَعَاوِيَةَ مِنْ عَظْمِ مَنَاقِبِهِ كَيْفَ وَقَدْ مَدْرَلَهُ
مِنْ حَيْرِ الْأُمَّةِ وَتَرْجَمَانِ الْقُرْآنِ وَابْنِ عَسْرٍ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ عَسْرٍ عَلِيٍّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْقَائِمِ بِنُصْرَةِ عَلِيٍّ فِي حَيَاتِهِ
وَبَعْدَهُ وَفَاتِهِ وَصَحَّحَ ذَلِكَ عَنَّهُ فِي الْبُخَارِيِّ الَّذِي
هُوَ أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ وَإِذَا ثَبَتَ مَعَ

هَذِهِ الْكَلِمَاتِ فِي التَّرَوَاتِقِ وَالْمَرْوِيِّ عَنَهُ أَنَّ مَعَاوِيَةَ
فَقِيهًا فَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْاِتِّمَاعَةُ اَهْلُ الْأَسْوَلِ وَالْفُرُوعِ
عَلَى أَنَّ الْفَقِيهَةَ فِي عُرْفِ الصَّحَابَةِ وَالشَّلْفِ الصَّالِحِ
وَقَرُونِ الْخَيْرِينَ بَعْدَهُمْ هُوَ الْمُجْتَهِدُ الْمُطْلَقُ۔

(قطب الراجح ص ۲۰-۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا معاویہ کی تعریف کی۔ اور ابن عباس
سردارانِ اہل بیت اور علی المرتضیٰ کے تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں
عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ کہ امیر معاویہ وتر
کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ وہ بے شک فقیہ ہیں۔ ایک روایت
میں ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ امیر معاویہ
کے مناقب میں سے یہ بہت بڑی مقبوت ہے۔ اولاً اس طرح کہ فقیر مطلقاً
اعلیٰ مراتب کا مال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابن عباس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اسے دین کی فقیر
اور تاویل کا علم عطا فرما۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حدیث صحیح میں یوں
موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین
کی فقیر اور تاویل کا علم عطا فرمادیتا ہے۔ ثانیاً اس عظیم وصف کا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے لیے اطلاق اس شخصیت نے کیا ہے جو جلالاً
ترجمان القرآن، رسول اللہ کے چچا زاد بھائی، علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی،
علی المرتضیٰ کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے معاون ہیں۔ یعنی سیدنا عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور یہی بات صحیح بخاری میں بھی موجود اور ثابت
ہے۔ جو قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما

کے بارے میں ”فقیر، کالفظ جو عظیم وصف ہے اور اس کا تامل یعنی ابن عباس
بھی فقیر ہیں۔ تو اس بات پر تمام اصول و فروع کے علماء متفق ہیں۔ کہ فقیر،
حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین اور ان کے بعد والے حضرات کے نزدیک
ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جو مجتہد مطلق ہوتا ہے۔

ملحہ فکریہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو خادمِ علی المرتضیٰ ہیں۔ جنگِ صفین میں شریک رہے
عکبر جب ان سے معاویہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ وہ فقیر ہے۔
صحابی رسول ہیں۔ ان دونوں اوصاف کو جب دوسری احادیث سے متصل کیا جاتا ہے،
تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقیر وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہترین شخص
ہے۔ اور اللہ ان کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے بغیر اس سے
خیر کا حصول ناممکن۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اللہ، اور اس کے رسول
اور صحابہ کرام کے نزدیک کامل اور مقبول بندوں میں سے ہیں۔ اب ان سنی نمابریلویوں
اور دیوبندیوں۔ جعلی پیروں کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے عاقبت سوارے کا ارادہ کرنا
چاہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی شان میں لعن طعن کرتے ہیں۔

ابن عباس نے فرمایا کہ حکومت کے معاملہ امیر معاویہ

سے زیادہ عالی مرتبہ نہیں دیکھا

روایت نمبر ۱۱: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي حَقِّهِ مَا رَأَيْتُ لِلْمَلِكِ أَعْلَى

مِنْ مَعَارِيهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ وَ يَوْأُ إِفْقُ

ذَٰلِكَ مَا ذَكَرْتَهُ إِنَّ عُمَرَ لَمَّا دَخَلَ الشَّامَ وَرَأَى
مُعَاوِيَةَ وَكَثْرَةَ جُنُودِهِ وَالْقَيْبَةَ مَلَكَهٖ أَعْجَبَ
ذَٰلِكَ وَاعْتَجَبَ بِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا حِمْزِي الْعَرَبِيُّ
فِي فَخَامَةِ الْمَلِكِ وَبَاهِرِ جَلَالَتِهِ وَعَظْمَةِ آيَاتِهِ
تطهير الجنان ص ۱۲۲

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے حق میں فرمایا۔ میں نے
حکومت کے معاملات میں امیر معاویہ سے زیادہ عالی مرتبت کوئی نہیں دیکھا
اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ اور اسی کے موافق یہ بھی ہے
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے۔ اور دیکھا کہ معاویہ کی
فوج کثیر ہے۔ اور ان کی حکمرانی با رعوب ہے۔ تو یہ دیکھ کر بڑے
متعجب ہوئے۔ پھر فرمایا۔ معاویہ عرب کا سزئی ہے۔ یعنی حکومت کے
رعوب و رعوب اور جلالت و عظمت کے اعتبار سے۔

توضیح از ابن حجر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پسندیدگی اور تعجب سے دیکھنا امیر معاویہ کی عظمت کی کتنی بڑی
دلیل ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ
ابن عباس خود حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے امیر معاویہ
کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ اس کے باوجود وہ معاویہ کی شان میں گستاخی نہیں کر رہے
ہیں۔ بلکہ خوب بڑھ چڑھ کر تعریف کر رہے ہیں۔ اور انہیں فقیہ مجتہد تک کہہ رہے ہیں
یہ کلمات ہمیں اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام اگرچہ بعض معاملات میں
ایک دوسرے کے ساتھ لڑے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کامل محبت اور ایک

دوسرے کا احترام تھا۔

امیر معاویہؓ نے اجلہ صحابہ سے روایات کیں اور

ان سے بھی اجلہ صحابہ اور تابعین نے روایات کیں

روایت نمبر ۱۲: تطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّهُ حَازَ شَرَفَ الْأَخْذِ عَنْ أَكْبَرِ الصَّحَابَةِ
وَالتَّابِعِينَ لَهُ وَشَرَفَ أَخْذِ كَثِيرِينَ مِنْ أَحِبَّاءِ
الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَنْهُ وَذَلِكَ أَنَّهُ رَوَى عَنْ أَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاخْتِصَمَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْ حَبِيبِيهِ وَرَوَى
عَنْهُ مِنْ أَجْلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ
وَجَرِيرُ الْبَجَلِيِّ وَمَعَاوِيَةُ بْنُ خَدِيجٍ وَالسَّائِبُ
بِْنُ يَزِيدٍ وَالتَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ وَابُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ
وَابُو أَمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ وَمِنْ كِبَائِرِ التَّابِعِينَ وَفُقَهَائِهِمْ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نُوفَلٍ وَقَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَ
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَابُو أَدْرِيسٍ الْخَوْلَانِيُّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ
عَيْشِيُّ بْنُ طَلْحَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ بْنِ مَطْعَمٍ
وَحَسِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَابُو مَجَلَزٍ
وَحَمْرَانُ مَوْلَى عَثْمَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَحْبُورٍ
وَعَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَمِيرُ بْنُ هَاقِيٍّ وَهَمَامُ

بن منبہ و ابو العریان النخعی و مطرف بن عبد اللہ
بن لشخیر و آخرون۔ فتاً مَلَّ هُوَ لَاءِ الْأُمَّةِ اِدْمَلَامِ
الْكَذِبِ رَوَوْا عَنْهُ فَحُكِمَ أَنَّكَ كَانَ مُجْتَهِدًا هَفَقِيهًا۔
(۱۔ قطبیر الجنان صفحہ نمبر ۲۶) (۲) تہذیب التہذیب

جلد خاص (۲۰۲)

توجہ: ان دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت سے اکابر صحابہ کرام اور تابعین سے انڈا علم کیا اور پھر ان سے انڈا کرنے والوں میں بھی بہت سے طیل القدر اور فقیہ وقت صحابہ اور تابعین ہیں دیکھئے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبیہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے آگے روایت کرنے والوں میں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، جریر الجلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن زید، نعمان بن بشیر، ابوسعید خدری اور ابو امامہ بن سہلی ایسے بزرگ لوگ ہیں۔ تابعین کرام میں سے بزرگ اور فقیہ شخصیات یہ ہیں۔ عبد اللہ بن مارث بن نوفل، قیس بن ابی حازم، سعید بن المسیب، ابو ادریس خولانی اور ان کے بعد آنے والے علی بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبد الرحمن بن عوف، ابو جہز، حران مولی عثمان، عبد اللہ بن عمر بن عتکہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہانی، ہمام بن منبہ ابو العریان نخعی، مطرف بن عبد اللہ بن لشخیر وغیرہ

توضیح از ابن حجر:

ان طیل القدر ائمہ کو تم جانتے ہو۔ کہ یہ سب اسلام کے مایہ ناز امام اور رسول

مکے پٹھانوں نے انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم کیا۔ اور حدیث کی روایت کی۔ اس کا صاف صاف مذتبہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے مجتہد اور فقیہ تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے چند امور غیب کی خبریں

دیں جو صحیح نکلیں

روایت نمبر ۱۳: الطہیر الجنان:

وَمِنْهَا أَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ أُمِّهِ غَيْبِيَّةٍ كَوَفَّحَ الْأَمْرَ
بَعْدَهُ كَمَا أَخْبَرَهُ وَذَلِكَ كَرَامَةٌ فَمِنْ ذَلِكَ
مَا جَاءَ عَنْهُ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ حَقَّاتٌ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ أَخْرَجُوا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَكْرَنَ الْخَلَاقَةَ فِيهِمْ
أَبَدًا وَإِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَتَلُوا عِثْمَانَ فَلَا
تَعُوذُ الْخَلَاقَةَ فِيهِمْ أَبَدًا -

دِطْهِيرِ الْجِنَانِ صَفْحَةُ نَمْبَرِ ۲۶

ترجمہ: ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امور غیبیہ کی خبریں دیں۔ اور پھر وہ کام اسی طرح ہوئے جس طرح آپ نے اطلاع دی تھی۔ اور یہ ان کی کرامت تھی۔ ان میں سے یہ بھی ہے۔ جو ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ جناب معاویہ نے کہا۔ کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا۔ ہذا ان میں کبھی خلافت نہ آئے گی اور یہ کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔ اس لیے ان میں بھی خلافت

کبھی نہ آئے گی۔

توضیح از ابنِ حجر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ (اطلاع عدم خلافت) میں غور کرو۔ کہ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی ہجرت پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجہ میں امیر معاویہ کے کہنے کے مطابق ان میں سے خلافت کو ختم کر دیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر یہ درست ہے تو پھر جناب عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا کیا ہوگا؟ کیونکہ انھی خلافت نام تمام تھی۔ کیونکہ شام، مصر اور دیگر شہر ان کی خلافت سے باہر تھے۔ حالانکہ یہ تمام علاقہ جات مسلمانوں کے تھے۔ اور پھر یہ بھی ان کی حکومت و خلافت ابتدا سے انتہا تک خلفشار اور فساد کی آماجگاہ بنی رہی۔ ایک دن بھی ایسا نہ گزرا۔ جو قابلِ تعریف ہو۔ رہا اہل مدینہ کا معاملہ تو جو لوگ شہادت عثمان کے وقت موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی بعد میں غلیفہ نہ بنا۔ یعنی مدینہ منورہ، مرکز خلافت نہ رہا۔ یہ شہادت عثمان کا خمیازہ تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کا قبل از وقت ایسا کہنا حالات نے ثابت کر دیا کہ درست تھا۔

امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ نبی علیہ السلام کی قمیص

میں مجھے کفن دیا جائے اور آپ کے ناخن ^{شہادت} منہ لکھوں

پر رکھے جائیں

روایت نمبر ۴۱: تطہیر الجنان، وَمِمَّا آتَتْ لَقَا حَزْرَةَ الْوَفَاءِ

أَوْ مَنِي أَنْ يَكْفَنَ فِي قَبْرِي كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ إِيَّاهُ وَأَنْ يُجْعَلَ مِمَّا يَلِي جَسَدَهُ وَكَانَتْ عِنْدَهُ قَلَامَةٌ أَظْفَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْضَى أَنْ تُسْحَقَ وَتُجْعَلَ فِي عَيْنَيْهِ وَقَتِيهِ - وَقَالَ أَفْعَلُوا إِذَ الْكَ فِي وَخَلُّوا بَيْتِي وَبَيْنَ اِرْحَمِ الرَّاحِمِينَ -

وَلَمَّا نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ قَالَ يَا بَيْتِي كُنْتُ رَجُلًا مِنْ شَرِّ لَيْشٍ بِذِي طُؤَى وَإِنِّي لَمَّا لِمِنَ الْأَمْرِ شَيْئًا -
(تطهير الجنان ص ۲۸)

ترجمہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آید تو وصیت فرمائی کہ مجھے وہ قمیض پہنائی جائے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ اور اس کا وہ حصہ جو آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگنا تھا مجھے لگایا جائے۔ امیر معاویہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ناخن شریف تھا۔ اس کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔ اُسے پس کر میری آنکھوں اور منہ میں لگایا جائے۔ اور کہہ جب یہ کر چکو۔ تو مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت آیا تو فرمانے لگے کاش میں ایک علم آدمی تدریش سے ہوتا اور میں کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔

توضیح از ابن حجر:

کتنی عظیم شان پائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہ قابل ستائش اور مبارک باوی ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قسمت ملی جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ لگنے والا کپڑا انہیں اپنے جسم کے ساتھ لگانا نصیب ہوا۔ اور اپنے منہ

کے زر و نئی حصہ اور آنکھوں میں اس چیز کو سمو یا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پاک کا ایک حصہ تھا جو جدا ہوا تھا۔ بالاتفاق امیر معاویہ کا دمشق میں انتقال ہوا اور مشہور یہ ہے کہ اپنے ۲۶ رجب سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی عمر بیاسی اور تین برس کی تھی۔ پھیاسی سال ہی عمر بتائی گئی ہے۔

فصل پنجم

حضرت امیر معاویہ کے متعلق مجتہدین امت

کے اقوال

نوٹ: یہاں تک جو چودہ عدد روایات ذکر ہوئیں۔ ان کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر نے اپنی تفسیرات بھی ذکر فرمائیں۔ ہم نے انہیں ذکر کر کے قارئین کرام کو ابن حجر کا عقیدہ بتایا ہے۔ اس کے بعد چند دیگر ممتاز اہل سنت علماء کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اہل سنت کے عقیدہ کو نکھار مل جائے۔ اور نام نہاد سنیوں کا پول کھل جائے۔ وباللہ التوفیق

علامہ یوسف زہمانی اور حضرت امیر معاویہ

شواہد الحق:

لَا يَنْفَاكَ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ الْعَاقِلُ الْمُتَّصِفُ
إِقَا إِنَّمَا نَحِبُّ عَلَيْكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ
وَكَذَلِكَ نَحِبُّ سَائِرَ أَهْلِ الْبَيْتِ وَجَمِيعَ

الْأَصْحَابِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِلَيْكَ كَانَتْ مَعْبَتُنَا
 لَهُمْ لَا عَلَى الشَّيْئَةِ - بَلْ تَفَاضَلْ بَيْنَهُمْ
 بِالْمَعْبَةِ بِحَسَبِ دَرَجَاتٍ فَضْلِهِمْ عِنْدَ اللهِ
 وَرَسُولِهِ عَلَى مَا رَوَاهُ لَنَا الْأَيْمَةُ وَتَنَا
 قَلْتُهُ الْأَيْمَةُ الْخَلْفَةُ عَنِ السَّلَفِ فَتَقَدَّمَ أَبَا
 بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيًّا ثُمَّ بَاقِي
 الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرِينَ بِالْجَنَّةِ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ
 وَطَلْحَةُ الْمُؤْمَلَانِ لِلْخَلْفَةِ بَعْدَ عَلِيٍّ وَهُمَا
 مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوْلِيَيْنِ السَّادِقَيْنِ فِي الْإِسْلَامِ
 ثُمَّ بَاقِي أَهْلِ بَدْيٍ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الرَّبِيعُ
 وَطَلْحَةُ ثُمَّ أَهْلُ أَحَدٍ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ
 وَطَلْحَةُ ثُمَّ أَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ وَمِنْ أَكْبَابِهِ
 هِرَازِ بَيْرُ وَطَلْحَةُ ثُمَّ مَنْ أَسْلَمَ قَبْلَ فَتْحِ
 مَكَّةَ وَمِنْ أَكْبَابِهِمُ الزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَمِنْهُمْ
 عمرو بن العاصِ ثُمَّ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَمِنْهُمْ
 معاوية قال الله تعالى لَا يَسْتَوِي مَنْكُرٌ مَنْ أَنْفَقَ
 مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَئِكَ أَصْحَابُ دَرَجَاتٍ
 مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكَذَلِكَ
 وَعَدَّ اللهُ الْحُسَيْنِ، فَمَعَاوِيَةَ مِثْنًا وَعَدَّهُمُ اللهُ
 الْحُسَيْنِ وَهِيَ الْجَنَّةُ وَهُوَ إِنْ كَانَ مِنْ قِسْمِ
 الْأَخْصَرِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَهُوَ مَفْضُولٌ بِالنَّظِيرِ إِلَى الْأَقْسَامِ السَّابِقَةِ إِلَّا أَنَّهُ
 هُوَ وَجَمِيعُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ أَسْلَمَ بَعْدَهُ أَيْضًا
 أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
 الْمُحَمَّدِيَّةِ فَفَضْلُهُ مِنْ هَذِهِ الْجِدَّةِ أَيْ جِدَّةِ
 الصُّحْبَةِ وَحَدِّهَا إِذَا ائْتَبَرْتَهُ تَجِدُهُ عَظِيمًا
 عَظِيمًا إِلَى دَرَجَةٍ لَا تَقْدِرُ عَلَى تَصَوُّرِهَا لِأَنَّكَ
 تَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ جَاءَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ الصَّحَابَةِ
 مِنْ أَكْبَابِ الْأَئِمَّةِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ مَنْ لَا يُمَكِّنُ
 اسْتِنْفَاءَ مَنَاقِبِهِمْ وَفَضَائِلِهِمْ بِوَجْهِ مِنَ الْوَجْهِ
 فَمُحَاوَبَةٌ مَعَ تَأَخُّرِهِ فِي الْفَضْلِ عَنْ مُعْظَمِ الصَّحَابَةِ
 هُوَ أَفْضَلُ مِنَ التَّابِعِينَ وَمِنْ بَعْدِهِمْ أَجْمَعِينَ
 لِتَشْرِفِهِ بِصُحْبَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ كِتَابِي
 لَهُ الْوُحْيُ فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ وَجِهَادُهُ مَعَهُ أَهْلَ الشِّرْكِ
 وَالطَّغْيَانِ فَضْلًا عَمَّا أَصَفَ بِهِ فِي حَدِّ ذَاتِهِ
 مِنَ الْقَضَائِلِ وَالْمَرَايَا الْكَثِيرَةِ وَحَدِّ مَاتِهِ
 بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخِدْمَاتِ
 الدِّيْنِيَّةِ الْمُشْكُورَةِ فَقَدْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 مَدَّةَ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ
 وَبَعْدَ أَنْ اسْتَقَلَّ بِالْأَمْرِ خَارِجًا بَعَثَ فِي الشَّامِ

ح

مُدَّةً طَوِيلًا ثُمَّ نِيًّا وَارْبَعِينَ سَنَةً مِثْلًا
 تَحْوِ سِتِّ سَنَوَاتٍ تَحْتِ زَايَةٍ اَنْبِيْدِ يَزِيْدِ
 وَمِنْهَا اَثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ سَنَةً اَمِيْرًا فَجَاهِدًا
 ضَابِطًا لِبِلَادِ الشَّامِ وَهِيَ حُدُوْدُ الرُّومِ وَقَتِيْدِ
 وَمِنْهَا عِشْرُوْنَ سَنَةً مَلِكًا مُجَاهِدًا حَتَّى
 فَتَحَ فَتُوْحَاتٍ كَثِيْرَةً - وَوَصَلَ جَيْشُهُ اِلَى
 القُسْطَنْطِيْنِيَّةِ وَكَانَ مَعَهُ اَكْبَرُ اَكْبُوْبِ الْاَنْصَارِ
 فَمَاتَ مَنَاكَةً وَدَفِنَ فِيْهَا وَقَبْرُهُ اِلَى الْاَنِّ ظَاهِرٌ
 يَرَى اَنْ وَهُوَ مَعَ كُلِّ فِضَائِلِهِ الَّتِي لَا يَمَانِلُهَا
 وَلَا يُقَارِبُهَا فِضَائِلٌ اَحَدٍ عَنِ غَيْرِ الصَّعَابَةِ
 نِسْبَتُهُ فِي الْفَضْلِ اِلَى عَلِيٍّ كِنِسْبَةِ الدَّرِّ مَرٍ
 مِنْ الْفِضَّةِ مَثَلًا اِلَى الْقَتَاطِيْرِ الْمُقْتَطِرِ مِمَّنِ الدَّمِ
 بَلْ مِنْ الْجَوَاهِرِ الْفَيْسَةِ الْعَظِيْمَةِ الَّتِي جَدُّكَ
 اَنْ تَقُوْمَ بِقِيْمَةٍ كَمَا قُلْتُمْ فِي قَصِيْدَةٍ فِي
 رِسْعَادَةِ الْمَعَادِ فِي مَوَازِيْنَةٍ بَانَتْ سَعَادٌ فِي مَدْحِ

سید العباد صلی اللہ علیہ وسلم

كَالشَّمْسِ فِي الْاُفْقِ الْاَعْلَى الْبُوْحَيْنِ

وَمِنْ مُعَاوِيَةَ فِي الْاَرْضِ قِنْدِيْلٌ

(شواہد الحق ص ۵۲۶ - ۵۲۷ فصل فی شئون رسولہ الامام الذین ظفروا علینا)

ترجمہ: اے مائل مومن! تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ بے شک

ہم (اہل سنت) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت میں اللہ اور اس

کے رسول کی خاطر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم تمام صحابہ کرام اور اہل بیت علیہم السلام سے محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان حضرات کے ساتھ ہماری محبت ایک جیسی نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے درجات میں فرق ہے۔ ہمارے ائمہ نے یہی عقیدہ رکھا۔ اور اسی کو سلف صالحین سے آج تک کے علماء نے اپنائے رکھا۔ ہم ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بالترتیب سب سے مقدم مانتے ہیں۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں زبیر و طلحہ اکابرین میں سے ہیں۔ جو علی المرتضیٰ کے بعد خلافت کے اہل بھی تھے۔ یہ دونوں وہ مہاجر ہیں۔ جنہوں نے اسلام میں سب سے اولیت پائی۔ پھر بقیہ بدری صحابہ سے ہماری محبت ہے۔ ان میں بھی زبیر اور طلحہ اکابر تھے۔ پھر غزوہ بدر کے شہداء کی محبت ہے اور ان میں اکابر زبیر اور طلحہ ہی ہیں پھر بیعت رضوان کرنے والے اور ان میں بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ پھر ان حضرات سے جو فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ان میں سے بھی زبیر و طلحہ اکابر ہیں۔ اور ان میں عمرو بن العاص بھی ہیں۔ پھر ان حضرات سے ہماری محبت ہے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان میں سے معاویہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور جس نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مسلمان ہو گیا اور جہاد کیا۔ اس کے مساوی وہ نہیں جس نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور مسلمان ہوا۔ اور جہاد کیا۔ ان دونوں اقسام کے مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے حسنی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

ان لوگوں میں سے ہیں جن سے جنت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے آپ اگرچہ صحابہ کرام میں سے ان حضرات میں شامل ہیں۔ جو ترتیب فضیلت میں آخری قسم ہے۔ اور وہ اگرچہ پہلی اقسام سے افضل نہیں۔ مگر آپ اور وہ صحابہ کرام جو ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ سب ان لوگوں سے لازماً افضل ہیں۔ جو ان کے بعد امتِ محمدیہ میں تشریف لائے۔ لہذا امیر معاویہ کی اس جہت یعنی صحابیت کی وجہ سے فضیلت کو اگر تنہا دیکھا جائے۔ تو یہ بھی عظیم و عظیم ہے۔ اور اس کے درجہ کا ادراک ناممکن ہے۔ اس لیے کہ تمہیں بخوبی علم ہے۔ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت میں بڑے بڑے اکابر اور علماء تشریف لائے۔ اور وہ بھی ایسے کہ ان کے فضائل و مناقب کا کسی طرح شمار کرنا ممکن نہیں۔ سو حضرت معاویہ اگرچہ معظم صحابہ کرام سے فضیلت میں کم ہی لیکن تمام تابعین اور ان کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں سے بہر حال افضل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف آپ کو میسر ہوا۔ کتابت وحی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور آپ کی معیت میں مشرکین و باغیوں سے جہاد و کید یہ شرف ان فضائل کے علاوہ ہے جو امیر معاویہ کی اپنی شخصیت میں تھے اور ان خدماتِ عظیمہ کے علاوہ ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سرانجام دیں۔ اور وہ خدمات اللہ کو منظور و قبول ہوئیں۔ آپ نے ایک طویل مدت تک خلافت ابو بکر عمر اور عثمان میں جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور جب سے آپ نے حکومتی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ شام میں آپ تقریباً اڑتالیس برس مقیم رہے۔ ان میں سے سات سال تک اپنے بھائی یزید کے جھنڈے کے تحت بسر کئے

بائیس سال تک امیر اور مجاہد ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے ناظم رہے۔ آپ کے ذمہ شام کے علاقہ جات کا انتظام تھا۔ اس کی ان دنوں روم کے ساتھ حدود ملتی۔ پھر بیس سال تک حکمران بن کر مجاہدانہ کاموں میں مصروف رہے۔ اور کثیر فتوحات کیں۔ ان کی فوج قسطنطنیہ تک پہنچ گئی۔ ابو ایوب انصاری بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور دفن ہوئے اور آج بھی ان کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تمام فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے جن میں صحابہ کرام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مماثل اور مقارب نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یوں ہیں۔ جس طرح چاندی کے دراہم سونے کے عظیم خزانہ کے مقابلہ میں یا نفیس ترین موتیوں کے مقابلہ میں ہوں ایسے موتی جن کی قیمت نہ لگائی جاسکتی ہو۔ جیسا کہ میں نے اپنے تصنیف شدہ تصدیق میں کہا ہے۔

علی المرتضیٰ اعلیٰ میں سورج کی مانند ہیں۔

اور معاویہ زمین پر روشن قندیل ہیں۔

خلاصہ کلام:

علامہ نبھانی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی یہ ترجمانی فرمائی کہ۔

۱۔ صحابی ہونے کی وجہ سے آپ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جو صحابی نہیں

(ان میں عوٹ قطب، علماء، صلحاء شامل ہیں)

۲۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ قطعی طبعی ہیں۔

۳۔ اپنی ذاتی خوبیوں میں آپ کا بعد میں کوئی مثل نہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سورج اور معاویہ رضی اللہ عنہ زمین پر تقدیل کی طرح ہیں۔

اہل سنت کے سلف و خلف کے اس عقیدہ کو سامنے رکھیے۔ اور مودودی ویو بندیوں اور سنی نمابریلوں کی وہ عبارات دیکھیں۔ جن میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھڑا اچھالا۔ تو آپ لازماً یہی نتیجہ اخذ کریں گے۔ کہ سنی ہو کر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ علامہ نبہانی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید فرمایا۔

شواہد الحق:

إِعْلَمَنَّ مَعَاوِيَةَ فِي مَذْهَبِنَا مَعَاشِرِ أَهْلِ السَّنَةِ
كَسَائِرِ الصَّعَابَةِ الَّذِينَ خَرَجُوا عَلَيَّ عَلَيْهِ رِضْوَانُهُ
وَهُنَّ مَوَدَّاتُ الْمُجْتَهِدِينَ فِيمَا فَعَلُوهُ مِنْ ذَاكَ
وَالرَّيْبُ كَانَ عَلَيْنَا هُوَ الْمُصِيبُ وَكَانَ الْخَارِعُونَ
عَلَيْهِ مُخْطِئِينَ وَالْمُجْتَهِدُ مَا جُورَ لَمْ يَزُورْ
الْمُصِيبُ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَالْمُخْطِئُ لَهُ حَسَنَةٌ
وَاحِدَةٌ بِنَيْتِهِ وَنِيَاتُهُمْ كَانَتْ مَحِيصًا لِقَصْدِهِمْ
النِّصَاصَ مِنْ قِتْلَةِ عَثْمَانَ وَقَدْ ظَهَرَ لَكُمْ أَنَّ
فِي ذَاكَ مَوْافَقَةَ الشُّرْعِ الشَّرِيفِ وَالْمَصْلِحَةِ
لِلْأُمَّةِ لَسَدًا يَتَجَرَّأُ الرُّفَّاجُ عَلَى الْإِيْمَةِ الْاِخْتِيَارِ
وَمَكَذَا كَانَتْ نِيَاتُهُمْ وَهُوَ مَا آذَاهُمْ الْيَسْدُ
اِجْتِهَادُهُمْ الْمَخْطِئُ وَلِذَا لَمْ يَخْلُ خُرُوجُهُمْ
عَلَيْهِ فِي عَدَاةِ الْاِخْتِيَارِ وَتَشْرُ هُمْ فَلَمْ يَتَطَّرَقْ

يَذُوقُ الْخَلَلَ فِي أَخْدِ الدِّينِ عَنْهُمْ... وَمَعَاوِيَةَ مَعَ
 فَضْلِ الصُّعْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا
 تُحَدُّ مِنْ أَجْلِهَا حَيَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ
 وَإِمَّا بِجَيْوشِهِ حَتَّى قُبِحَتْ بِلَادٌ كَثِيرَةٌ وَمَارَتْ
 دَارَ إِسْلَامٍ بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَبِسَبَبِهِ
 دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ الْوُفُوفُ الْكَثِيرَةُ مِنْ أَسْلَمُوا
 عَلَى يَدِهِ وَبِجَيْوشِهِ وَمِنْ ذَرَارِيهِمْ إِلَى
 قِيَمِ الْقِيَامَةِ فَكُلُّهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ۔

(شواهد الحق ص ۵۲۹ تا ۵۳۱) فصل فی شوق روس الامامہ الدین خاندان علیا

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کی طرح ہی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ
 کے خلاف خروج کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔ لیکن علی المرتضیٰ
 صواب پر تھے۔ اور ان پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے۔ اور مجتہد
 کو بہر حال اجر ملتا ہے۔ گناہ نہیں۔ اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں
 اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے
 اور علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح تھیں۔
 کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص
 لیا جائے۔ اور انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہ مطالبہ شرع شریعت اور صلح علیہ
 کے موافق ہے۔ تاکہ آئے دن فاجر لوگ فیک ائمہ کو قتل کرنے کی
 جرات نہ کرتے پھر یہ ان حضرات کی نیتیں ایسی تھیں۔ ان کے
 اجتہاد نے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچایا۔ لیکن اجتہاد ضروری تھا۔

اسی لیے ان کی عدالت اور تقویٰ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اعدائے ہی ان سے دین کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے عظیم تر یہ کہ انہوں نے بذاتِ خود یا اپنے لشکر کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیا جس کے نتیجے میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اور وہ علاقہ جات جو پہلے دارالکفر تھے دلائل اسلام بن گئے اور اس سبب سے لاکھوں کروڑوں لوگ مشرف باسلام ہوئے جو یا تو خود امیر معاویہ کے ہاتھ پر یا ان کے لشکر کے ہاتھوں چرماہ ہوئے۔ اور پھر ان کی اولاد کی قیامت تک اسلام پر چلی آ رہی ہیں ان تمام نیکیوں کا مجموعی ثواب بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں ہی درج ہوگا۔

امام غزالی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شواہد الحق:

وَالْمَشُورُ مِنْ قِتَالِ مُعَاوِيَةَ مَعَ عَلِيٍّ وَكَانَ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى الْبَصْرَةِ قَالَ ظَنُّ
بِعَائِشَةَ أَنَّهُمَا كَانَتْ تَطْلُبُ قَطِيفَةَ الْفِتْنَةِ
وَلَكِنْ خَرَجَ الْأَمْرُ مِنَ الضَّبِطِ فَأَخْرَجَ الْأَمْرُ
لَا تَبْتغِي عَلِيٍّ وَفِي طَلِبِ أَوْ إِطْلِقِهَا بَلِّغْ عَن
الضَّبِطِ وَالظُّنُوبُ بِمُعَاوِيَةَ أَنَّهُ كَانَ عَلِيٍّ تَائِبًا
وَظَنَّ فِي مَا كَانَ يَشْعَاهُ وَ مَا يَحْكِي سَوِيًّا

هَذَا مِنْ رَوَايَاتِ الْأَحَادِيثِ فَالضَّعِيفُ مِنْهُ مُعْطَلٌ
بِالْبَاطِلِ وَالْإِخْتِلَافِ أَكْثَرُهُ إِخْتِرَاعَاتُ
الرَّوَاغِيزِ وَالْخَرَابِجِ وَأَنَّ بَابَ الْفُضُولِ الْخَائِفِينَ
فِي هَذَا وَالْفُتُونِ فَيَبْتِغِي أَنْ تَمْلَأَ مِنْ الْإِمْتِنَانِ
كُلَّ مَا تَوَيْتُ وَمَا تَبَتَّ فَاسْتَنْبِطْ لَهُ
تَأْوِيلًا فَمَا هَذَا رَعَيْتُكَ فَقُلْ لَعَلَّ لَهُ تَأْوِيلًا
وَعَدَّ الرَّأْيَ عَلَيْهِ -

وَاعْلَمْ أَنَّكَ فِي هَذَا الْمَقَامِ بَيْنَ أَنْ تُسْمَعَ
الظَّنَّ بِمُسْلِمٍ وَقَطْعَنَ عَلَيْهِ وَتَكْرَهُنَ كَلِمَاتًا
أَوْ تَحْسِبَ الظَّنَّ بِهِ وَكَذَّبْتَ لِسَانَكَ عَنِ الظَّنِّ
وَأَنْتَ مُنْعَطِيٌّ وَلَا وَالْخَطَاءُ فِي
حُسْنِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ أَسْلَمُ مِنَ الضُّوَابِ بِالظَّنِّ
فِيهِ قَالُوا سَكَتَ إِنْ سَانَ مَثَلًا عَنْ لَعْنِ أَبِي بَلَيْسٍ
أَوْ لَعْنِ أَبِي جَبْرٍ أَوْ أَبِي لَهَبٍ أَوْ مَنْ شَتَّتَ مِنَ الْأَشْرَارِ
طَوْرَ لَهْمِهِ لَوْ يَضُرُّ الشُّكُوتَ وَتَوْهَمَاضَهُ
بِالظَّنِّ فِي مُسْلِمٍ بِمَا هُوَ بَرِيٌّ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى
مِنْهُ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلْعَلَاكِ بَلْ أَكْثَرُ مَا يَعْمَلُهُ
فِي النَّاسِ لَا يَحِيلُ النَّطْقُ بِهِ لِتَعَطُّيهِ الشَّرْحِ
الرَّجَبِ عَنِ الْغَيْبَةِ مَعَ آتِهِ إِحْبَابًا عَمَّا
مَتَعَقَّقٌ فِي الْمَعْتَابِ فَمَنْ يَلَاخِظُ هَذِهِ الْفُضُولَ
وَلَمْ يَكُنْ فِي طَبْعِهِ مَيْلٌ إِلَى الْفُضُولِ

أَثَرَ مُلَانَ مَتَهُ الشُّكُوتِ وَحَسَنِ الظَّنِّ بِكَأَفَّةِ
 الْمُسْلِمِينَ وَاطِّلاقِ اللِّسَانِ بِالثَّنَاءِ عَلَى
 جَمِيعِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ هَذَا أَحْكَمُ
 الصَّحَابَةِ عَامَةً.....

وَقَالَ الْإِمَامُ الْغِزَالِيُّ أَيْضًا فِي أَحْصِيَاءِ
 علوم الدين -

الْإِمَامُ الْحَقُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عِثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَمْ يَكُنْ نَصَّ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِمَامٍ آخَرَ - إِذْ
 تَوَضَّعَ لَكَ أَوْ لِي بِالظُّهُورِ مِنْ نَصْبِهِ
 أَحَادُ الْوَلَاةِ وَالْأَمْرُ عَلَى الْجَنُودِ فِي الْبِلَادِ
 وَلَمْ يَحْفَ ذَإِلِكَ فَكَيْفَ خَفِيَ هَذَا - وَإِنْ
 ظَهَرَ فَكَيْفَ إِجْمَدَ رَسَّ حَتَّى لَمْ يَنْقُلْ إِلَيْنَا
 فَلَمْ يَكُنْ أَبُو بَكْرٍ مَا مَّا إِلَّا بِالْإِخْتِيَارِ وَالْبَيْعَةِ
 وَأَمَّا تَقْدِيرُ النَّصْرِ عَلَى غَيْرِهِمْ فَهُوَ
 ذِنْبَةٌ لِلصَّحَابَةِ كَذِهِمْ إِلَى مُخَالَفَةِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرْقِ الْإِجْمَاعِ مِمَّا لَا
 يَجْتَرِئُ عَلَى إِخْتِرَاحِهِ إِلَّا التُّرُقَافِضُ
 إِعْتِقَادُ أَهْلِ السُّنَّةِ تَرْكِيَّةُ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ
 وَالثَّنَاءُ عَلَيْهِمْ كَمَا أَثْنَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَمَعَالَى

وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا جَرَى
 بَيْنَ مَعَاوِيَةَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ
 مَبْنِيًّا عَلَى الْإِجْتِهَادِ لَا مَنَازَعَةَ مَعَاوِيَةَ
 فِي الْإِمَامَةِ إِذْ كُنَّ عَلَيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ كَسِيلِمَ
 قَتَلَهُ حُثْمَانَ مَعَ كَثْرَةِ عَشَائِرِهِمْ وَاجْتِلَاطِهِمْ
 بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابٍ . أَمْرُ الْإِمَامَةِ
 فِي بَدَايَتِهَا قَرَأَى الشَّخِيرَ أَصُوبَ وَظَنَّ مَعَاوِيَةَ
 أَنَّ تَأْخِيرَ أَمْرِهِمْ مَعَ عَطْرِ جِنَايَتِهِمْ
 يُوجِبُ الْإِغْرَاءَ بِالْأَيْسَّةِ وَيَعْرِضُ دِمَاءَ
 السَّلَفِ .

وَقَدْ قَالَ أَفَاضِلُ الْعُلَمَاءِ كُلُّ مُجْتَهِدٍ
 مُصِيبٌ وَقَالَ قَائِلُونَ الْمُصِيبُ وَاحِدٌ
 وَلَوْ يَذْهَبُ إِلَى الْخِطَّةِ عَلَيٍّ ذُو تَحْصِيلٍ أَصْلًا
 وَقَضَى الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى حَسْبِ
 تَرْتِيبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ إِذْ حَقِيقَةُ الْفَضْلِ
 مَا هُوَ فَضْلٌ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذَلِكَ لَا
 يَطَّلِعُ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَرَدَ
 فِي الثَّنَائِ عَلَى جَمِيعِهِمْ آيَاتٌ وَأَحْبَابٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّمَا
 يَذْرُؤُهَا قَائِقُ الْفَضْلِ وَالسُّرُّ يُجِبُ فِيهِ الشَّاهِدُونَ
 لِلْوَحْيِ وَالسُّنَنِ بِقَرَأَتِ الْإِنشَاءِ وَالْقَائِقِ
 التَّفْصِيلِ فَلَوْ لَا قِيمَتُهُمْ ذَلِكَ كَمَا تَبَوَّأُوا الْأَمْرَ

كَذَلِكَ إِذْ كُنَّا نُوَلِّيكَ تَائِبَةً هَمَّ فِي اللَّهِ تَوَمَّةً
لَا تَمِيرُ وَلَا يَضُرُّ فَمُبْرَعِينَ الْحَقِّ صَارِفًا -
رشو اهد الحق ص ۴۶۳ تا ۴۶۵ الامام الغزالی

ترجمہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ کے مابین جو لڑائی ہوئی۔ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ کی طرف سفر فرمانا ان واقعات کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ظن تھا۔ کہ وہ فتنہ کو بھیجیں گی۔ لیکن یہ کام ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بہت سے کاموں کی ابتداء تو اچھی ہوتی ہے۔ لیکن ان کا اخیر مقصد و مطلب کے خلاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ کے بارے میں یہ ظن ہے۔ کہ وہ ایک اجتہادی رائے رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ اپنے خیال کے مطابق درست تھے۔ ان خیالات کے علاوہ جو اس کی ذمہ روایات ملتی ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے۔ کہ ان میں حجت و باطل کی آمیزش ہے۔ اور ایسی روایات بکثرت روافض نے گھڑیں۔ اور خارجوں کی خود ساختہ ہیں۔ اور ان لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کی کھوج لگائیں۔ لہذا ایسی روایات کا انکار کرنا چاہیے۔ جو سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اور جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ ان کی جائز تاویل تلاش کرنی چاہیے۔ اور جس کی تاویل ملنی مشکل ہو۔ تو کم از کم یہ عقیدہ رکھنا چاہیے۔ کہ اس کی کوئی تاویل یا عذر ہوگا۔ جس کی مجھے اطلاع نہیں۔

تعمیر معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے کہ ایک طرف ایک مسلمان کے بارے میں سوئے ظن اور عینِ طعن کا معاملہ ہے، اور ہر سنگا ہے تو جھوٹا ہو گیا یہ کہ تو مس ظن رکھتا ہو، اور عینِ طعن سے زبان کو روکتا ہو اور بالآخر تو اس میں خطا پر ہواب ان دونوں میں بہتر یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں عینِ ظن میں خطا ہو۔ اور یہ بات اچھی نہیں کہ تو عینِ طعن کرے۔ اور تو اس میں صواب پر ہو۔ لہذا اگر کوئی آدمی اطمینان، اوجہل اور ابولہب وغیرہ پر لعنت بھینچنے سے خاموش رہتا ہے اور ساری عمر اسی طرح گزار دیتا ہے۔ تو اس کی یہ خاموشی نقصان دہ نہیں۔ اور اگر کسی مسلمان کے بارے میں لعن طعن کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ اس سے اللہ کے ہاں بڑی ہے نہ تو ایسا کرنے والا اپنی ہلاکت کے درپے ہے بلکہ بکثرت ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کا لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ شرع کی سماعت ڈانٹ کی وجہ سے اسے زبان پر لایا نہیں جاتا۔ حالانکہ اگر وہ بات لوگوں کو بتائی جائے۔ تو مبنی بر حقیقت ہوتی ہے جیسا کہ غیبت کرنے والے اور جس کی غیبت کی جا رہی ہے ان دونوں میں یہ بات موجود ہے۔ سو جو شخص ان مقاصد کو ہمیشہ نظر رکھتا ہے۔ اور فضولیات کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ تو وہ لازماً خاموشی اختیار کرے گا۔ اور مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھے گا۔ اور تمام سلف صالحین کے بارے میں تعریفی کلمات کے ساتھ ہی زبان کھولے گا۔ یہ عام مہارہ کرام کے بارے میں باطل ہے۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق پھر عمر پھر عثمان پھر علی المرتضیٰ برحق امام ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی تھی۔ اور اگر کوئی نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی کو امیر شکر یا کسی شہر کا والی مقرر فرماتے تو ان کے بارے میں نص بالکل ظاہر ہوتی۔ لہذا یہ کس طرح ممکن کہ امامت کے بارے میں اپنے واضح طور پر کسی کا نام ذکر کیا ہو۔ اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اور اگر ظاہر ہوئی تھی تو پھر مٹ کیسے گئی۔ کہ ہم تک نہ پہنچ سکی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصب امامت پسندیدگی اور بیعت عامہ کی وجہ سے ملا۔ اور اگر یہ بالفرض مان لیا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت و خلافت کے لیے ابو بکر صدیق کے سوا کسی دوسرے کا نام ذکر فرمایا تھا۔ تو پھر لازم یہ آئے گا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی۔ اور اجماع کو توڑ دیا۔ لیکن ایسی باتیں رافضیوں کے سوا دوسرا کون کر سکتا ہے۔ اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے اور وہ قابل تعریف تھے۔ جیسا کہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور وہ جھگڑا جو امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہوا۔ اس کا دار و مدار اجتہاد پر تھا۔ یہ نہیں کہ امیر معاویہ نے امامت کے حصول کی خاطر یہ جنگ کی تھی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو قصاص کے لیے جناب عثمان کے ورثاء کے سپرد کر دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان قاتلین کے خاندان لمبے چوڑے تھے۔ اور ان کے بہت سے افراد فوج اسلام میں شامل تھے۔ لہذا خلافت کے ابتدائی دور میں ہی ٹپھل مچ جائے گی۔ اس بنا پر اپنے لیے قائم کی کہ اس معاملہ کو ذرا مؤخر کر دیا جائے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظن یہ تھا۔ کہ اگر یہ معاملہ مؤخر کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ بیت پر تھا۔ تو لوگوں کو پھر آئندہ دین

کے قتل کرنے کی سزا مل جائے گی۔ اور غونہ سبزی کا بازار گرم ہو جائے گا۔

افاضل علماء نے کہا ہے۔ کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔ اور کہنے والوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مصیبت صرف ایک ہے۔ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کی جنگ میں علی المرتضیٰ کو کسی نے بھی خطا پر نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ حقیقی فضیلت تو وہ جو اللہ کے نزدیک فضیلت ہو۔ اور اس کا علم بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتا۔ تمام صحابہ کرام کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں۔ جن میں ان کی تعریف موجود ہے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ فضیلت کی باریکیاں اور اس کی ترتیب وہی لوگ پا سکتے ہیں جو وحی کا اثر نا دیکھتے تھے۔ وہ احوال کے قرائن سے اور فضیلت کی باریکیوں سے کچھ نہ کچھ واقف تھے۔ اگر انہیں اتنا علم بھی نہ ہوتا اور وہ بالکل کورے ہوتے۔ تو پھر خلافت کی ترتیب ایسی کیوں رکھتے۔ کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور حق سے کوئی چیز انہیں پھیر نہ سکتی تھی۔

ملحد فکریہ:

- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے۔
- ۱۔ خلافت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے بطور نص کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔
 - ۲۔ اگر نص ہوتی۔ تو اس کا اظہار ضروری ہوتا۔ ورنہ تمام صحابہ کرام آپ کے ارشاد کے چھپانے والے بن جائیں گے۔

- ۳۔ تمام صحابہ کرام عادل اور قابلِ تعریف تھے۔
- ۴۔ انہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی تعریف کی۔
- ۵۔ حضرت علی المر کفنی اور امیر معاویہ کے درمیان لڑائی اجتہادی غلطی کی بنا پر تھی۔ جس میں علی المر کفنی ہی پر تھے۔
- ۶۔ خلافت کی ترتیب صحابہ کرام کے اس ادراک پر ہوئی۔ جو انہیں نزولِ وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے احوال کو جان لینے کا علم پیدا ہوا تھا۔
- لہذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام قابلِ احترام ہیں۔ ان کی باہم ناراضگیاں خطائے اجتہادی پر مبنی تھیں جس میں ہر ایک اپنی اپنی صوابدید کے مطابق تہوہرتھا۔ اس لیے ہمیں بھی اسی اعتقاد پر قائم رہنا چاہیے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے۔

صحابہ کرام بالخصوص امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مجدد الف ثانی کا عقیدہ

مکتوبات شریف:

بِإِذْنِ كِرَامِ صِحَابِ بَيْتِ بَرِّهِ وَعَلِيمِ الصَّلَاةِ وَالتَّوَكُّلِ هَمَّ بَرِّ كِرَامِ
وَهُمْ رَابِعُ بَرِّ كِرَامِ بَيْتِ بَرِّ كِرَامِ خَطِيبِ إِزْنِ رَوَايَتِ كِرَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمُوهُ إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَنِي لِأَصْحَابِي وَاخْتَارَنِي
مِنْهُمْ أَصْحَابًا أَوْ أَفْصَانًا فَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ حَفِظَ
اللَّهُ وَمَنْ أَذَانِي فِيهِمْ أَذَاهُ اللَّهُ وَطَبِئَافِي إِزْنِ كِرَامِ
رَوَايَتِ كِرَامِ رَسُولِ فَرَمُوهُ عَلَيْهِ وَعَلَى الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ مَنْ سَبَّ
أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

و ابن عدی از فائشہ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمودہ علیہ
 وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ان شَرَّ رَأْمَتِي اَجْرًا اَمْرًا
 عَلٰی اَصْحَابِيَّ وَ مَنَازِعَاتٍ وَ مَحَارِبَاتٍ کہ در میان ایشان
 واقع شد عادت بر محال نیک صرف باید کرد و از ہوا و تعصب دور باید
 داشت زیرا کہ اُل مخالفات مبنی بر اجتہاد و تاویل بودہ نہ بر ہوا و ہوس
 چنانکہ جہور اہل سنت بر اُل اندام باید دانست کہ محاربان حضرت امیر
 کرم اللہ وجہہ بر خطا بودہ اند و حق بجانب حضرت امیر بودہ لیکن چون این خطا
 خطائے اجتہادی است از ظلمت دور است و از مواخذہ مرفوعہ -
 چنانکہ شارح موافق از آمدی نقل میکند کہ واقعات جمل و سفین از روئے
 اجتہاد بودہ و شیخ ابوشکور سلی در تمہید تعریک کردہ کہ اہل سنت و جماعت بر
 آنند کہ معاویہ با جمیع از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند و خطائے ایشان
 خطائے اجتہادی بودہ شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہ با
 امیر از روئے اجتہاد بودہ و ای قول را از مستفادات اہل سنت فرمودہ و آنچه
 شارح موافق گفتہ کہ بسیارے از اصحاب با بر آنند کہ اُن منازعت از
 روئے اجتہاد نہ بودہ مراد از اصحاب کلام کردہ را داشته باشد اہل سنت بر خلاف
 اُن حاکم اند چنانکہ گذشت و کتب القوم مشہورہ بالخطا و الاجتہاد کی کامرغ
 بر الامام الغزالی و القاضی ابوبکر و غیرہا پس تفسیق و تضلیل در حق مہلباں
 حضرت امیر ہا نزن باشد قال القاضی فی الشفاء قال
 مالک رضی اللہ عنہ من کتم عن احد ائمن اصحاب الیقین صل اللہ علیہ وسلم
 ابابکر او عمر او عثمان او معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم فان
 قال کافر علی ضلال و کفر قتل و ان شتم غیرہذا امین

مُشَاقِمَةُ النَّاسِ نَحِيحًا نَكَالًا شَدِيدًا أَهْلًا يَكْفُرُونَ
 مَحَارِبُ بَنُو أَحْمَلٍ كَهْرَةٌ كَمَا نَزَعَتِ الْعُلَاةُ
 مِنَ الرَّفْقَةِ وَلَا فَسَكَةَ كَمَا نَزَعَتِ الْبَعْضُ وَنَسَبَهُ
 شارح المواقف إلى كثيرٍ من أصحابه كيف وقد
 كانت الصدقة والطلحة و زبير و كثير
 من أصحاب الكرام و منهم وقد قتل طلحة و زبير
 في قتال الجمل قبل خروج معاوية مع ثلثة
 عشر ألفاً من الثلث و قضيلهم و تفسيرهم
 مما لا يجترأ عليه المسلم إلا أن يكون في
 قلبه مرسى و في باطنه خبث و آنچه در عبارات بعض از
 فقهاء لفظ جور در حق معاوية واقع شده است و گفته كان معاوية اما بائرا
 مراد از مردم حقیقه خلافت حقیقت او در زمان خلافت حضرت امیر خواجه
 بود نه جوریکه بالش فسق و ضلالت است تا با اقوال اهل سنت موافق
 باشد مع ذلک ارباب استقامت از اتیان الفاظ موهب غلاف مقصود
 اجتناب می نمایند و زیاده بر خطا تجویزی کنند که می تواند
 وَقَدْ صَحَّ أَنَّ هَكَذَا إِمَامًا عَادِلًا فِي حُقُوقِ اللَّهِ سُبْحَانَ
 وَفِي حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ كَمَا فِي الصَّوَابِ حَقِّ وَحُضْرَتِ
 مولانا عبد الرحمن جامی کہ خطا منکر گفته است نیز زیاده کرده است بر خطا
 هر چه زیادت کند خطا است و آنچه بعد از آن گفته است کہ اگر او مستحق
 لعنت است الخ نیز نامناسب گفته است چه جائے تو دید است
 و چه محل اشتباه اگر کسی سخن در باب بیزید میگفت گنجی داشت

امادہ حضرت معاویہؓ گفتن شامت دارد و در امامدیش نبوی ہر اسناد ثقات آمد
کہ حضرت حق پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در حق معاویہ دعا کرده اند و فرمودہ اند اَللّٰهُمَّ جَلِّعْنَا الْيَتِيْمَ
بِالْحَبَابِ وَقَبِّهِ الْعَذَابِ وَجَائِدِيْكَ دَعَا فَرَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ اَجْلِبُ اَوْ يَأْتِيْدِيْا و دعاء آن بزرگوار این سخن

از مولانا بر سبیل سہو و نسیان سر بر زودہ باشد و ایضا مولانا در ہماں ابیات
تصریح با اسم نکرده گفتہ است اَنْ اَصْحَابِيْ دِيْكَرَ اِيْ جِبَارَتِ نِيْزِ اَزِ نَاخُوشِي
خَيْرِ مِيْدِ رَ بَنَّا لَا قُوْا اَخِيْذُ نَا اِنْ نَسِيْنَا وَاَوْ اَخْطَاْنَا وَاَنْچہ
از امام شعبی در روم معاویہ نقل کردہ اند و نحو ہمیش اورا از فسق ہم بالا گذرانیدہ
اند بہ ثبوت نہ پیوستہ است امام اعظم کہ از تلامیذاوست بر تقدیر صدق
اَنْ او احمق بود باین نقل و امام مالک کہ از تابعین است و معاصر او و اعلم علمائے
مدینہ شاتم معاویہ و عمرو بن العاص را بقتل حکم کردہ است چنانچہ بالا گذشت
اگر اوستحق شتم می بود چرا حکم بقتل شاتم او می کرد پس معلوم شد کہ شتم او را کبار
دانستہ حکم بقتل شاتم او کردہ و ایضاً -----

در جنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساختہ است چنانکہ بالا گذشت پس
معاویہ مستحق ذم و نکویش نباشد اسے برادر معاویہ تنہا دریں معاملہ نیست
بلکہ نصفے از اصحاب کرام کم و بیش دریں معاملہ باو سے شریک اند پس محاربان
امیر اگر کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شرط دین می نمیزد کہ اولیاء تبلیغ ایشان
بماد رسیدہ است و تجویز نکند برای معنی را مگر زندگی کہ مقصودش ابطال
دین است اسے برادر منشاء اٹمارہ این فتنہ قتل حضرت عثمان
است رضی اللہ تعالی عنہ و طلب قصاص نمودن از قتلہ او طلوع وزیر
کہ اول از مدینہ بمآمدند بواسطہ تاخیر قصاص برآمدند و حضرت
صدیقہ نیز بایشان در این امر موافقت نمودہ و جنگ جمل کہ در

انجامی سزودہ ہزار آدم بقتل رسیدند و ظلم و زبیر کہ از عشرہ مبشرہ اند نیز بقتل رسیدند
 بواسطہ تاخیر قصاص حضرت عثمان بودہ بعد از آن معاویہ از شام بیرون آمدہ بایشان
 شریک شدہ جنگ صفین نمود از امام غزالی تصریح کردہ کہ اس منازعت بر امر خلافت
 نہ بودہ بلکہ در استیفائے قصاص در بدر خلافت حضرت امیر بودہ و شیخ ابن
 حجر نیز این معنی را از معتقدات اہل سنت گفتہ است و شیخ ابو شکور سلمی کہ در اکابر
 علماء حنفیہ است گفتہ است کہ منازعت معاویہ با امیر در امر خلافت بودہ
 کہ پیغمبر علی را الصلوٰت والتسلیمات معاویہ را فرمودہ بودند اذ انما ملک الناس غازی
 بہم از انجام معاویہ را طمع در خلافت پیدا شدہ بود انا او مخطی بود درین اجتہاد و امیر
 محق زیرا کہ وقت خلافت او بعد از زمان خلافت حضرت امیر بودہ و توفیق در میان
 این دو قول آنست کہ نشان منازعت تواند بود کہ تاخیر قصاص باشد بعد از
 آن طمع خلافت نیز پیدا کردہ باشد ہر تقدیر اجتہاد در محل خود واقع شدہ است
 اگر مخطی است یک درجہ است و محق را دو درجہ است بلکہ درجہ اسے برابر
 طریق اسلم درین موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ و علیہم الصلوٰت
 والتسلیمات و اعراض از تذکرہ منازعات ایشان پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰت والسلام
 ایاکم و ما شجر بین اصحابی و نیز فرمودہ علیہ و علی آلہ الصلوٰت والسلام اذ ذکر اصحابی
 فامسکوا و نیز فرمودہ علیہ الصلوٰت والسلام اللہ اللہ اللہ
 اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا غرضا یعنی تبرید از خدائے
 عزوجل در حق اصحاب من پستتر پستتر سید از خدا جل و علی در حق ایشان ایشان
 را نشانہ تمیز خود نسازید قال الشافعی و ہر منقول سن عمر بن
 عبد العزیز ایضا تلک و ما طہر اللہ عنہا ایدینا
 فلنطہر عنہا السنتنا ازین عبارت مفہوم میشود کہ خطا ایشان

راہم بر زبان نباید آورد و غیر از ذکر خیر ایشان نباید کرد۔

د مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵ ص ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ:

تہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محترم اور بزرگ ہیں۔ اور انہیں احترام و عقیدت کے ساتھ ہی یاد بھی کرنا چاہیے خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرما کر میرے لیے میرے صحابہ منتخب فرمائے۔ اور ان میں سے میرے لیے سسرال اور انصار کو منتخب فرمایا۔ لہذا جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت کی۔ اس کی اللہ حفاظت کرے۔ اور جس نے ان کے ذریعہ مجھے تکلیف پہنچائی۔ اسے اللہ اذیت پہنچائے۔ بلزنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی۔ اس پر اللہ کی تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھینکار۔ ابن عدی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شریر ترین وہ لوگ ہیں۔ جو میرے صحابہ پر انعام تراشیا کی خرات کرتے ہیں۔ وہ جھگڑے اور لڑائیاں جو صحابہ کرام کے درمیان ہوئیں۔ ان کا دارو مدار اجتہاد اور تاویل پر تھا یہ نہیں کہ ان کی بنیاد خواہشات نفس اور حرص و لالچ پر تھی۔ یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے۔ بہر حال یہ بھی جاننا چاہیے کہ وہ جنگ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یعنی جنگ صفین) لڑی گئی۔ اس میں شریک مخالفین غلطی پر تھے۔ اور حتیٰ حضرت علی المرتضیٰ

کی جانب تھا۔ لیکن ان کی یہ خطا، اجتہادی خطا تھی۔ جس پر طاعت کرنا درست نہیں۔ اور جس پر مواخذہ کا حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ شارح مواقت لے علامہ آدمی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جبل اور منین کے واقعات اجتہاد کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔ شیخ ابو شکور سلمی نے ہمسید میں بالتصریح بیان کیا ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کا ان جنگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت خطا پر تھے اور ان کی خطا، خطائے اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جھگڑا امیر معاویہ کے ساتھ اجتہاد کی بنا پر ہوا ہے۔ ابن حجر نے اس بات کو اہل سنت کے معتقدات میں سے کہا ہے۔ اور وہ جو کہ شارح مواقت نے کہا ہے۔ کہ ہمارے (اہل سنت) بہت سے حضرات کا یہ نظریہ ہے۔ کہ یہ جھگڑا اجتہادی اختلاف کی بنا پر نہیں تھا۔ ابن حجر نے اس میں گزارش ہے۔ کہ وہ حضرات جو بھی ہوں۔ اہل سنت نے ان کے خلاف قول کیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور دنیا کے سنت کی عظیم شخصیات کی کتد میں اس امر سے بھری پڑی ہیں۔ کہ یہ خطا، خطائے اجتہادی تھی۔ جیسا کہ امام غزالی، قاضی ابوبکر و غیرہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہذا ان لوگوں کو فاسق و گمراہ کہنا ہرگز درست نہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی۔ قاضی عیاض نے الشفا میں کہا ہے۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو گالی دی۔ چاہئے وہ ابوبکر ہوں یا عمر و عثمان اور چاہے امیر معاویہ یا عمر بن العاص

رضی اللہ عنہم پس اگر گالی ان الفاظ سے دی کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے۔ تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔ اور اگر اس سے ہٹ کر کوئی اور سبکداس کرتا ہے۔ جو عوام ایک دوسرے کو کرتے رہتے ہیں۔ تو اسے سنت ترین سزا دی جانی چاہیے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے کفر و اسلام کی جنگ نہیں کر رہے تھے۔ جیسا کہ رافضیوں کا زعم ہے۔ اور نہ ہی فسق و غیر فسق کی جنگ تھی جیسا کہ کچھ اور لوگوں کا زعم ہے۔ اور شارح مواعظ کا مذکورہ قول حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف لڑنے والوں کی کثرت کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے۔ کہ ان میں سے عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر اور بہت سے دوسرے حضرات بھی ہیں۔ حضرت طلحہ اور زبیر جنگِ جمل میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت امیر معاویہ کے خروج سے پہلے ہو چکی تھی۔ تیرہ ہزار اور بھی ان کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ ان سب کو گمراہ اور فاسق کہنا ایسا قول ہے جس کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ کسی کے دل میں روگ ہو اور اس کا باطن خیانت سے بھر پور ہو۔ اور وہ بات جو کہ بعض فقہاء کرام کے قول میں آئی ہے۔ یعنی یہ کہ انہوں نے امیر معاویہ کو اِمَامًا جَائِسًا کہا۔ (اور جائز کا معنی ظالم ہے۔ اور ظالم فاسق ہی ہوتا ہے) اس جور سے ان حضرات کی مراد یہ ہے۔ کہ حضرات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں امیر معاویہ کی خلافت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ لیکن اس جور سے فسق و گمراہی ہرگز مراد نہیں۔ اسی تاویل اور معنی سے ان فقہاء کا قول اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ صاحبان استقامت کسی کے متعلق ایسے الفاظ کہنا جو مقصود کے خلاف وہم پیدا کرتے ہوں۔ ابقناب کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ غلطی کہنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لہذا دو جائز، اپنے اصلی اور ظاہری معنی کے اعتبار سے امیر معاویہ کے بارے میں کہنے کی وہ کس طرح ہمت کر سکتے ہیں۔ ادھر یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارے میں امام عادل تھے جیسا کہ صواعق محرقة میں مذکور ہے۔ علامہ عبدالرحمن جامی نے جو امیر معاویہ کے بارے میں خطا کو خطا منکر کہا ہے۔ انہوں نے بھی زیادتی کی ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو انہوں نے دو اگر اوستحق لعنت است، کہا ہے۔ یہ بھی نامناسب قول کیا ہے۔ کیونکہ یہ تردید کا مقام ہے۔ اور اشتباہ کی اس میں گنجائش ہے۔ ہاں اگر یہی قول وہ یزید کے بارے میں کہتے تو پھر اس کی گنجائش تھی۔ لیکن حضرت معاویہ کے بارے میں ایسا کرنا برا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو ثلثہ سند کے ساتھ مروی ہیں۔ مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی اللہ سے دعا مانگی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول و منظور ہے۔ ان تمام باتوں کو اگر سامنے رکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بھول چوک کے طور پر نکل گیا ہوگا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے ان اشعار میں کسی صحابی کا نام لے کر یہ الفاظ نہیں کہے اس لیے ہو سکتا ہے۔ کہ اس حکم ادا امیر معاویہ کے سوا کوئی دوسرا صحابی ہو۔ لیکن پھر بھی اس میں ناخوشی کی بُرائی ہے۔ اس لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا

اِنَّ نَسِيْنَا اَوْ اَخَطَاْنَا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے نسیان
 ہوا یا خطہ سرزد ہوئی ہمارا موائذہ نہ فرمانا۔ اور امام شیبی سے امیر معاویہؓ یعنی دوزخ
 کی مذمت میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان کے برا بھلا ذکر کرنے کو لوگوں
 نے فسق سے بھی بڑھ کر شمار کیا ہے۔ تو اس بارے میں گندش ہے۔ کہ
 امام شیبی سے ایسی باتوں کا ثبوت نہیں ہو سکا۔ سیدنا امام عظیم جو ان کے
 شاگردوں میں سے ہیں۔ اگر ان باتوں کو دست مان لیا جائے۔ تو پھر یہ
 اس کا زیادہ حق رکھتے تھے۔ کہ ان کا تذکرہ فرماتے۔ خود امام مالک جو تابعین
 میں سے ہیں۔ اور ان کے ہم عصر ہونے کے علاوہ مدینہ منورہ کے علماء
 میں سے بہت بڑے عالم ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ اور عمرو
 بن العاص کو گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر
 گزر چکا ہے۔ اگر امیر معاویہ واقعی گالی کے مستحق ہوتے تو پھر ان کے
 گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیا جاتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ انہیں گالی
 دینا ان کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اسے
 قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک
 امیر معاویہ کو گالی دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی ابو بکر، عمرو عثمان کو گالی
 دینا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مذمت اور برا بھلا
 کہے جانے کے مستحق نہیں۔

اے بھائی! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکیلے کا یہ معاملہ نہیں بلکہ آدھے کے
 قریب صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ لہذا اگر
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو فاسق یا کافر
 کہا جائے تو پھر دین کے ایک معتد بہ حصہ کا اعتماد اٹھ جائے گا۔

کیونکہ وہ ان حضرات کی تبلیغی کوششوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس بات کو جائز کہنے والا زندگی ہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس کا مقصود دین کو باطل قرار دینا ہو۔

اے بھائی! اس فتنہ کے بپا ہونے کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے۔ اور ان کے قاتلوں کے قصاص کا مطالبہ ہے۔ حضرت طلحہ اور زبیر جو کہ مدینہ منورہ سے پہلے باہر نکلے۔ ان کے نکلنے کی وجہ بھی قصاص میں تاخیر تھی۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ نے بھی ان کی اس بات میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل کہ جس میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور طلحہ و زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ بھی قصاص لینے میں تاخیر تھی۔ اس کے بعد امیر معاویہ شام کی طرف سے آئے اور ان لوگوں کے ساتھ مل گئے۔ جو قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں جنگ صفین ہوئی۔ امام غزالی نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ جھگڑا خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عثمان کے قصاص لینے پر ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اسی مفہوم و معنی کو اہل سنت کے معتقدات میں سے شمار کیا ہے۔ اور شیخ ابوشامہ کوسلی جو کہ حنفی علماء کے اکابرین میں سے ہیں نے کہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا خلافت کے بارے میں تھا۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی تھی۔

إِذَا مَلَكَتِ النَّاسَ فَأَرْسَلْهُنَّ جُنُودًا مِّنْهُمْ۔ جب تجھے لوگوں پر حکومت کرنے کا وقت ملے۔ تو ان سے نرمی برتنا۔ اس ارشاد کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع ہوا۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت

میں اس طبع کو بروئے کار لانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا امیر معاویہ کی خطا، اجتہادی تھی۔ اور علی المرتضیٰ کی طرف سے۔ اس لیے ان امیر معاویہ کی خلافت کا دعت علی المرتضیٰ کی خلافت کے بعد تھا۔ (ابو شکر سلمیٰ کے ان) دو اقوال میں تفریق و تطبیق یوں ہے۔ کہ جھگڑے کا اصل سبب یہ ہو کر قصاص میں تاخیر کیوں کی جا رہی ہے۔ پھر جھگڑا اٹھ کھڑا ہونے کے بعد امیر معاویہ کے دل میں خلافت کا طبع بھی اُگی ہو۔ بہر حال مقام اجتہاد میں اجتہاد ہوا۔ اگر اس میں خطا والے کو ایک درجہ ملتا ہے۔ اور حق والے کو دو بلکہ دس درجے ملتے ہیں۔

اے بھائی! ایسے موضوع اور مقام میں محفوظ ترین طریقہ یہی ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے باہم اختلافات و جھگڑوں کے بارے میں چُپ سا دھلی جائے۔ اور ان کے تنازعات کے ذکر کرنے سے کٹھن کشی کر لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **وَاِذَا كُنُوْا فَاَصْحَابُ بَيْنِ اَصْحَابِيْ**۔ خبر دار۔ صحابہ کرام کے باہم جھگڑوں میں پڑنے سے بچو۔ یعنی ان میں کسی کو سچا کسی کو جھوٹا کہنے کی جرات نہ کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ **اِذَا ذَكَرَ اَصْحَابِيْ فَاَمْسِكُوْا**۔ جب میرے صحابہ کا معاملہ آئے۔ تو خاموشی اختیار کرو۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے۔ **مِرَّةٌ اَصْحَابِ كَيْ بَارِءٍ** میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ انہیں تم اپنے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی نے کہا۔ اور یہ قول عمر بن عبد العزیز سے بھی منقول ہے۔
تِلْكَ مَاءٌ طَوَّرَ اللهُ عَنْهَا اَنْبِيَاءَ نَبِيْنَا فَلَمْ يَطْمِئِنُّوْا بِهَا

الْبَسْتَنَّا۔ اُس خون سے (جو جنگ جمل و صفین میں بہا) اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس سے پاک رکھا۔ لہذا ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کا تذکرہ بجز خیر ہرگز نہ کرنا چاہیے

مکتوبات شریفہ

و محاربات و منازعات کہ درمیان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند مثل محاربت جمل و محاربت صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت چہ نفوس این بزرگواران در صیبت خیر البشر علیہ الصلوٰت و التسلیمات از ہوا و تعصب مزکی شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتہ اگر مصالحت و از بند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے حق است ہر گروہی بمقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند و مخالف را بے شائبہ ہوا و تعصب از خود دفع کردہ اند ہر کہ در اجتہاد خود مصیب است دو درجہ و بقولے دہ درجہ از ثواب دارد و آئیکہ مخطی است یک درجہ ثواب اورا نقد وقت است پس مخطی در رنگ مصیب اورا امت و طاعت بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد علماء فرمودہ اند کہ در اک محاربات حق بجانب حضرت امیر بودہ است کرم اللہ وجہہ و اجتہاد مخالفان از صواب دور بودہ مع ذلک مواردی نیتند و گنجائش لامت ندارند چہ جائے آئیکہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمودہ است۔ برادران ما برادران ما با باطنی گشتند ایشان نہ کافر اند نہ فاسق زیرا کہ ایشان را تاویل است کہ منع کفر و فسق (کرده شود)

حضرت پیغمبر فرمودہ است طیر و علیٰ آرا الصلوٰۃ والسلام ایما کمروہ ما شجر
 بین اصحابی۔ پس مجمع اصحاب پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام التسلیمات
 بزرگ باید داشت و ہمراہ بنکی یاد باید کرد و در حق بیخگی کے ازیں بزرگوں
 بد نباید بود و گمان بزرگ نباید کرد۔ و منازعت ایشان را بہ ہر مصالحت
 دیگران باید داشت طریق فلاح و نجات این است چہ دوستی اصحاب کرام
 بواسطہ دوستی پیغمبر است طیر و علیہم الصلوٰۃ والسلام و بغض ایشان منجر بہ
 بغض پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بزرگے فراید ما آمن
 ہر سؤلہ اللہ من لہ قیو قرا متحابہ۔

۱۔ مکتوبات شریف حصہ ہفتہ ہتر دہم مکتوب ۱۷
 ص ۲۵۔ ژف خیدھی

ترجمہ: جنگوں سے اور لڑائیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے درمیان
 ہوئے۔ مینا کہ جنگ جبل اور جنگ منبہ۔ ان کو اپہائی اور نیکی پر محمول
 کرنا چاہیئے۔ اور خواہشات و تعصبات سے انہیں دور رکھنا چاہیئے
 کیونکہ ان حضرات کے دل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ
 سے خواہشات و تعصبات سے پاک ہو چکے تھے۔ لہٰذا اور کینہ سے بھی پاک
 ہو چکے تھے۔ ان کی اگر مصالحت تھی تو وہ بھی حق کی خاطر اور اگر جنگ ہوئی
 تھا تو وہ بھی حق ہی خاطر تھا۔ ان میں سے ہر گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے
 تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور اپنے مخالف کا ہوا و تعصب کے خاتمہ
 کے بغیر دفاع کیا۔ جو اپنے اجتہاد میں صواب پر تھا۔ اسے دودریے
 اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب حاصل ہوا۔ اور وہ جو

کہ خطا پر تھا ایک درجہ ثواب اس کو بہر حال مامل ہوا۔ لہذا خطا اجتہادی والا اس آزمائش کے دور کی وجہ سے غلامت سے بہت دور ہے بلکہ وہ تو ثواب کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب کا امیدوار ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ ان جنگوں میں حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھا۔ اور ان کے مخالفین کا اجتہاد صواب سے دور تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ طعن و تشنیع کے حق دار نہیں ہیں! اور غلامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان حضرات کو فاسق و کافر کہا جائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہی بھائیوں نے ہمارے خلاف سراٹھایا وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے۔ جو ان پر کفر و فسق کے لاگو ہونے کو منع کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے آپ کو ان اختلافات سے دور رکھو۔ جو میرے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ و محترم سمجھنا چاہیے۔ اور تمام کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔ ان میں سے کسی ایک کے متعلق نہ برا ہونا چاہیے اور نہ بدگمانی کرنی چاہیے۔ اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کے مصالحت سے بہتر جاننا چاہیے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے اس لیے کہ صحابہ کرام سے دوستی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کی وجہ سے ہے۔ اور ان سے بغض و راصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض کرنا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا احترام و اکرام نہ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان ہی نہیں لایا۔

مکتوباتِ شریعت:

وآنچه در میان صحابہ از منازعات و مشاجرات گذشته بر مجال نیک
 مرت باید کرد و از ہر او تعصب دور باید داشت قال الفتازانی مع اڑاد
 فی حب علی کرم اللہ وجہہ و مَا وَقَّحَ مِنَ الْمُحَاكَمَاتِ
 وَ السَّحَابَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نَزَاحٍ فِي خِلَاكَةِ
 بَلْ عَنْ خَطَايَا فِي الْاِجْتِهَادِ فِي حَاشِيَةِ الْحَيَالِ
 عَلَيْهِ فَلَا مَعَاوِيَةَ وَ اَحْزَابَهُ بَعُوَا عَنْ طَاعَتِهِ
 مَعَ اِخْتِرَانِ اِقْبَانِهَا اَفْضَلُ اَهْلِ رَمَانِهِ وَ اَنَّهُ
 الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشَبْهَةِ هِيَ تَرَكُ الْقِصَاصِ
 عَنْ قِتْلَةِ عُرْمَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ قَتَلَ فِي
 حَاشِيَةِ قَرِهِ كَمَا لَعَنَ عَلِيٌّ كَرَمَ اللهُ وَجْهَهُ
 اَنَّهُ قَالَ اَخُوَا اَنَا بَعُوَا عَلَيْنَا وَ لَيْسُوا اَصْقَرَةً وَ لَا
 فَسَقَةً اِمَّا لَمْ يَمُرُّ مِنَ النَّاوِيْلِ وَ تَمَكُّ نَمِيَتْ كَفِطَايَا
 اجتهادی از لامت و دراست و از ظمن و تشنیع مرفوع - مراعات
 حقوق محبت غیر البشر را علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیما۔ ایشان را
 دوست باید داشت قال علیہ و علی آلہ الصلوٰة و السلام
 مَنْ اَحْبَبْتُمْ هَبِيْ اَحْبَبْتُمْ وَ مَنْ اَبْغَضْتُمْ فَبِغْضِيْ
 اَبْغَضْتُمْ یعنی محبتی که با صحاب من تعلق کرده همان محبت است که من
 متعلق شده است و ہم چنین بغضی که با ایشان را تعلق گیرد همان بغض
 است که من تعلق گرفت است۔ مارا بحار باں حضرت امیر بیچ اشنا فی

نہیں بلکہ جائے اُفتت کہ از ایشان در آزار با شمیم اما چوں اصحاب کرام پیغمبر آید
کہ با محبت ایشان ما مورثیم دار نفیض و ایذا ایشان ممنوع ناچار ہمہ ساد و دست
میداریم بدوستی پیغمبر علیہ السلام و التسلیمات و از نفیض و ایذا
ایشان گریزاں کہ اُن نفیض و ایذا منجر بآن سردر میشود کیونکہ حق را حق می گوئیم و مخطی لا مخطی
حضرت امیر بر حق بودند و مخالفان ایشان بر خطا زیادہ بر ایں
فضولی است۔

در مکتوبات شریفہ دست اراق ل حصہ چہارم مکتوب^{۲۶۶}
ص ۱۳۱۔ ۱۳۲ روف اک۔ یدمی لاهور)

ترجمہ:

حضرات صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ان کو
اچھائی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خواہش وہو س سے دور رکھنا چاہیئے۔
علامہ تفتازانی نے جو حضرت علی المرتضیٰ کی محبت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔
کہا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا۔
وہ خلافت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ اجتہادی خطا کی وجہ سے تھا۔
خیالی میں اس کے حاشیہ پر توں لکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہ اور ان
کے ساتھیوں نے علی المرتضیٰ کی فرمانبرداری سے انکار کیا۔ حالانکہ ان
سب کا اس بات کا اعتراف تھا۔ کہ اس دور میں حضرت علی المرتضیٰ
سب سے افضل تھے۔ اور امت کے سب سے زیادہ حق دار تھے
جھگڑے کی وجہ ایک شبہ تھی۔ اور وہ یہ کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے
قصاص نہیں لیا جا رہا تھا۔ حاشیہ قرۃ الکمال میں حضرت علی المرتضیٰ سے
یہ روایت ذکر کی گئی۔ آپ نے فرمایا: ہمارے بھائیوں نے ہمارے

فلات سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی ناستق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے؟ اور خطائے اجتہادی بلا شک ملامت سے دُور ہے۔ اور اس پر طعنِ تشنیع نہیں کیا جاسکتا۔ ان حضرات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بہر حال رعایت کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ وہ محبت کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی محبت ہے جو میرے متعلق ہے۔ اور اسی طرح وہ بغض کہ جس کا تعلق میرے صحابہ کے ساتھ ہے وہ وہی بغض ہے۔ جو میرے متعلق ہے۔ یہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں۔ بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ کہ ہم یہاں دکھی ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ کہ جن کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ان سے بغض رکھنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اس بنا پر مجبوراً ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی وجہ سے ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور ان سے بغض رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ یہ بغض وایذا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن حق والے کو حق والا اور خطا والے کو خطا والا کہیں گے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا اور اعتقاد رکھنا فضول ہے۔

مجدد الف ثانی ﷺ کے مذکورہ اقتباسات

سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ بزرگ و معتمد ہیں۔ ان کی بزرگی اور احترام ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔
- ۲۔ آپ کے کسی صحابی یا مسرال کے رشتہ دار کو ایذا دینے والا موزی ہے۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرتا ہے۔
- ۴۔ صحابہ کرام کے بارے میں جو اس کرنے والے امت کے شریر ترین لوگ ہیں۔
- ۵۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ امیر معاویہ صحابی رسول ہیں ان کے ساتھ تعصب نہیں کرنا چاہیے۔
- ۶۔ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو گمراہ یا فاسق و فاجر کہنا جائز نہیں۔
- ۷۔ امام مالک کے بقول جنگ صفین و جمل کے شرکاء میں سے کسی کو فاسق و فاجر کہنے والا خبیث باطنی یا دلی بیماری کا شکار ہے۔
- ۸۔ امیر معاویہ اور عمر بن العاص کو گالی دینے والا امام مالک و غیرہ کے نزدیک واجب القتل ہے۔
- ۹۔ امیر معاویہ کے ساتھیوں کو اگر فاسق و فاجر کہا جائے۔ تو دین کا ایک خاطر خواہ حصہ ناکارہ ہو جائے گا۔
- ۱۰۔ جناب معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اگر کوئی بڑا کہتا ہے۔ تو وہ یقیناً زہری

ہے یا دین کا بدخواہ۔

۱۱۔ اہل سنت کے ہاں امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے مابین جنگ امر خلافت پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوئی تھی۔

۱۲۔ صحابہ کرام کے اختلافات و تنازعات میں بہترین طریقہ خاموشی ہے۔

۱۳۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے مخالفین کو فاسق و فاجر نہیں کہا۔ بلکہ ان کی لڑائی کی معقول تاویل کہی۔

۱۴۔ دونوں جنگوں کے شرکاء حسد و تعصب سے بالاتر تھے۔ لہذا وہ ملامت کے مستحق نہیں۔

۱۵۔ اگرچہ علی المرتضیٰ حق پر تھے لیکن ان کے مد مقابل سیدہ عائشہ، امیر معاویہ، طلحہ زبیر و عتبہ پر کفر و فسق کا فتویٰ ہرگز درست نہیں۔

پ

علامہ عبدالوہاب شمرانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الیواقیت والجواہر:-

الْمَبْتَحُ الرَّابِعُ وَالْأَزْبَعُونَ فِي بَيَانِ وَجُوبِ
 الْكَفِّ حَمًا شَجَرَ بَيْنِ الصَّعَابَةِ وَوَجُوبِ
 اعْتِنَادِ أَتْلُهُمْ مَا حُبُّ رُفُونِ) وَذَلِكَ لِأَنَّهُمْ كَلَّمُوا عَدُوَّهُ
 يَا تَفَاقِ أَهْلِي سَنَدِي سَوَاءٌ مَنْ لَا بَسَ الْفِئْتَانِ وَمَنْ
 لَمْ يَلِدْ بِسَبَابِ كَفَيْتَنِي عُثْمَانَ وَمَعَاوِيَةَ وَوَقَعَةَ
 الْجَمَلِ وَكُلَّ ذَاكَ وَحُبُّ بِالْإِحْسَانِ الظَّنِّ بِهِمْ
 وَحَمْدًا لَهُمْ فِي ذَاكَ عَلَى الْإِجْتِهَادِ فَإِنَّ تِلْكَ أُمُورًا
 مَبْنَاهَا عَلَيْهِ وَكُلُّ مَبْجُودٍ مَصِيبٌ أَوْ لَمْ يَصِيبْ
 وَاحِدًا وَالْمُخْطِئُ مَعْدُودٌ بَلْ مَا حُبُّ رُفُونِ قَالَ
 ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ وَاللَّيْسَ الْمُرَادُ بَعْدَ التَّيْهِرِ ثَبُوتُ
 الْعَصْمَةِ لَهُمْ وَإِسْتِحَالَةُ الْعَصْمَةِ مِنْهُمْ
 وَإِنَّمَا الْمُرَادُ قُبُولُهَا وَابْتِمَارُ لَنَا أَحْكَامِ
 دِينِنَا مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ يَبْتَحِ عَنْ سُبَابِ الْعَدَالَةِ
 وَطَلَبِ التَّرْجِيهِ وَلَمْ يَثْبُتْ لَنَا إِلَى وَقْتِنَا
 هَذَا شَيْءٌ يَقْدِرُ فِي عَدَالَتِهِمْ وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ
 فَتَحَنَّنْ عَلَى إِسْتِصْحَابِ مَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي زَمَنِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَثْبُتَ

خِلَافُهُ وَلَا التَّفَاتِ إِلَى مَا يَدُكَّرُهُ بَعْضُ أَهْلِ
السِّيَرِ فَإِنَّكَ لَا يَصِحُّ وَإِنْ صَحَّ فَكَلِّهِ تَأْوِيلُهُ
صَحِيحٌ وَمَا أَحْسَنَ قَوْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا
سَيُوفَنَا فَلَا نَخْضِبُ بِهَا السِّنِّتَنَا وَكَيْفَ
يَجُوزُ الطَّعْنَ فِي حَمَلَةٍ دِينِنَا وَفِي مَنِّ لَمْ
يَأْتِنَا خَيْرٌ عَنْ نَبِيِّنَا إِلَّا بِوَأَسْطِيهِمْ وَمَنْ طَعَنَ
فِي الصَّحَابَةِ فَقَدْ طَعَنَ فِي نَفْسِي دِينِهِ فَيَجِبُ
سَدُّ الْبَابِ جَمَلَةٌ وَاحِدَةٌ لَا سِيَّمَا الْخَوْضُ
فِي أَمْرِ مَعَاوِيَةَ وَعُمَرُ بْنُ الْعَاصِ وَأَضْرَابُهُمَا
وَلَا يَلْبَغِي إِلَّا عُنُقًا بِمَا تَعَلَّه بَعْضُ الرِّوَايَةِ
عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَرَاهِيَّتِهِمْ فَإِنَّ مِثْلَ هَذِهِ
الْمَسْأَلَةِ مَنُزَعَةٌ قَيُّوقٌ وَلَا يَحْكُمُ فِيهَا إِلَّا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا مَسْئَلَةٌ
بِزَاعِ بَيْنِ أَوْلَادِهِ وَأَصْحَابِهِ قَالَ الْكَمَالُ
بْنُ أَبِي شَرِيفٍ وَكَيْسَ السَّرَادُ بِمَا شَجَرَ بَيْنَ
عَلِيٍّ وَمَعَاوِيَةَ الْمَبَازَنَةَ فِي الْإِمَارَةِ كَمَا
كَوَهَّمَهُ بَعْضٌ وَإِنَّمَا الْمَبَازَنَةُ كَانَتْ بِسَبَبِ
تَسْلِيمِ قَتْلَةِ عَثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى عَشِيرَتِهِ
لِيَتَّصُوا مِنْهُمْ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ
رَأْيَ أَنْ تَأْخِذَ قَسْلِيمُهُمْ أَصُوبًا إِذَا الْمُبَادَرَةَ

يَأْتِبُضَ عَلَيْهِمْ مَعَ كَثْرَةِ حَشَائِثِهِمْ وَإِخْتِلَافِهِمْ
 بِالْعَسْكَرِ يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابِ أُمَمٍ إِلَى مَا مَاتُوا الْعَامَةَ
 فَإِنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الثَّرْوَةِ جَعَلَ الْإِيمَانَ
 حَيْثُ وَعَلَى قَتْلِهِ لَمَّا نَادَى يَوْمَ الْجَمَلِ بِأَنْ
 يَخْرُجَ عَنْهُ قَتْلَةَ عُثْمَانَ وَرَأَى مَعَاوِيَةَ أَنَّ
 الْمُبَادَنَةَ إِلَى تَسْلِيْمِهِمْ لِلدَّقِيقِ صَاحِبٍ مِنْهُمْ رَأَوْبُ
 فَكُلَّ مِنْهُمْ مُجْتَبِئًا مَا جُورَ فَمَا ذَا هُوَ الْمُرَادُ
 بِمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - انتهى

(۱- الیواقیت و الجواهر جلد دوم ص ۷۷)

(۲- شواهد الحق ص ۲۷۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- (۲۲) میں بحث اس بارے میں کہ صحابہ کرام کے باہم جو اختلافات ہوئے
 ان میں خاموشی لازم ہے۔ اور یہ اعتقاد واجب ہے کہ وہ اجر و ثواب
 کے مستحق تھے۔ (یہ عقیدہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے
 اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ غلطی ان میں سے کوئی فتنہ سے دوچار
 ہوا یا بچا رہا۔ بلیا کہ حضرت عثمان و معاویہ کا معاملہ اور جنگ جمل کا واقعہ
 یہ لادم اس لیے بھی ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا ضروری
 ہے۔ اور ان کے ایسے معاملات کو انکی اجتہادی رائے پر ماننا پڑے گا۔
 کیونکہ ان امور کا دار و مدار ہی اجتہاد پر تھا۔ اور ہر مجتہد اپنے طور پر صواب
 پر ہوتا ہے۔ یا صواب پر ایک ہی ہوتا ہے۔ اور خطا والا معذور بلکہ
 اجر و ثواب کا حق دار ہوتا ہے۔ ابن انباری نے کہا۔ کہ صحابہ کرام کی عدالت
 کا ثبوت یہ نہیں چاہتا کہ ہم انہیں معصوم مانتے ہیں۔ یا ان کے لیے عصمت

کا ہونا محال ہے۔ اس کا دار و مدار ان کی دینی معاملات میں روایات کے قبول ہونے پر ہے۔ کوئی شخص بھی ان کے بارے میں روایات کی قبولیت کے لیے یہ بحث نہیں کرتا کہ ان میں اسباب عدالت و تزکیہ موجود ہیں یا نہیں اور ہمیں آج تک ان میں کوئی ایک بات نظر نہیں آئی۔ جو ان کی عدالت کو داغدار کرتی ہو۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔ ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں ویسا ہی ہے جیسے یہ لوگ دور رسالت میں تھے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک سچے گا۔ جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہ ہو جائے۔ اور ان باتوں (اعتراضوں) کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے جو بعض تاریخ دانوں نے ان کے متعلق لکھیں۔ کیونکہ اول تو وہ صحیح ہی ہیں۔ اور اگر صحیح ہوں بھی تو ان کی کوئی صحیح تاویل ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اس بارے میں قول کتنا خوبصورت ہے۔ فرماتے ہیں۔

اُن شہداء (جو جمل اور صفین میں شہید ہوئے) کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو بچائے رکھا۔ لہذا ہمیں اپنی زبانوں کو اس خون سے رنگین نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہمارے دین کے حاملین پر طعن کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور ان حضرات پر الزام تراشی ہمیں کس طرح زیب دے سکتی ہے۔ کہ جن کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہم تک پہنچیں۔ اس لیے جس نے صحابہ پر طعن کیا گویا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ لہذا یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے۔ خاص حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ حضرات کے بارے میں۔ اور اس پر شکی نہیں بگاڑنی چاہیے۔ جو بعض رافضیوں نے ان کے بارے میں اہلبیت کے حوالے سے (اپنی کتابوں میں) ذکر کیا۔ وہ یہ کہ یہ لوگ انہیں اچھا

نہیں سمجھتے تھے۔ اس قسم کے مسئلہ کا معاملہ بہت دقیق ہے۔ اور اس کا فیصلہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نزاع ہے جو آپ کے صحابہ اور آپ کی اولاد کے درمیان ہے۔ کمال ابن ابی شریف نے کہا۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان بھگڑا امارت و خلافت کا بھگڑا نہ تھا۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ بھگڑے کی اہل و جریرہ تھی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے خاندان کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ان سے قصاص لیں۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کی رائے یہ تھی۔ کہ ان قاتلوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے سپرد کرنے میں تاخیر بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اس میں جلدی کی گئی۔ تو اس سے حالات خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کے خاندان بکثرت ہیں اور یہ لوگ فوج میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف خروج کی دھمکی بھی دے رکھی تھی۔ اور قتل تک کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے جنگ جمل کے وقت اعلان کیا۔ کہ عثمان کے قاتل مجھ سے دور ہو جائیں اور امیر معاویہ کی رائے یہ تھی۔ کہ قصاص کے لیے قاتلانِ عثمان کو ان کے ورثاء کے سپرد کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ لہذا ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک مجتہد تھا۔ اور اسے اجتہاد کرنے پر اجر و ثواب عطا ہو گا۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات کی تصویر یہی تھی۔

لحدہ فکریہ :

امام شمرانی کی شخصیت وہ ہے۔ جن کے بارے میں علامہ یوسف نبہانی نے کہا۔
الامام القطب الشمرانی۔ مقام قطبیت ایسا مقام ہے۔ جس کی بدولت اس مقام والے

کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام پر تسلط عطا فرماتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل علامہ شعرانی نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں۔ چاہے وہ جبل و صغین میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔

۲۔ صحابہ کرام کی طرف سے روایت ملنے پر قابل قبول ہے۔ ان کے لیے عدالت و تزکیہ کی جانچ پرکھ نہیں ہے۔

۳۔ تمام صحابہ آج بھی اسی طرح عادل ہیں جس طرح دور رسالت میں تھے۔

۴۔ ان کے تزکیہ و عدالت کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ وہ یا تو سرے سے صحیح نہیں یا پھر اس کی صحیح تاویل موجود ہوتی ہے۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ نے جبل و صغین کے شہداء سے ہماری تلواروں اور ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ تو اب ہمیں اس سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھنا چاہیے۔

۶۔ ان پر لعن طعن اور خاص کرامیر معاویہ اور عمرو بن العاص پر لعن طعن دراصل اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔

۷۔ ان کے اور اہل بیت کے اختلافات کا فیصلہ سرکارِ دو عالم کو ہی زیب دیتا ہے۔

۸۔ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے مابین جھگڑا امارت و خلافت پر نہ تھا۔ بلکہ قصاص عثمان کی وجہ سے تھا۔

۹۔ علی المرتضیٰ کی رائے میں قاتلانِ عثمان کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینے میں زبردست اضطراب کا خطرہ تھا۔

۱۰۔ امیر معاویہ کی رائے میں قاتلوں کو فوری طور پر قصاص کے لیے پیش کر دینا

زیادہ درست تھا۔

یہ تھے وہ امور جو قطب وقت اور اویبا کرام کے سردار امام شاعرانی نے ارشاد فرمائے اب ہمارے کرام آپ فیصلہ کرنے کے مقام پر آن پہنچے ہیں۔ ایک طرف اہل سنت کے مقتدر علماء کرام اور دنیا کے روحانیات کے عظیم سپوت اور دوسری طرف نام کے سنی اور مفاد پرست پیر۔ وہ یہ کہیں کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرو گے۔ تو اپنے دین کی خیر مناؤ۔ اور یہ یوں ڈھنڈورا پیٹتے پھریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردستی خلافت حاصل کی۔ لوگوں پر ظلم و ستم ڈھایا۔ بیت المال کو ذاتی جائیداد سمجھی اور دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا۔ بھلا بتلاؤ تو یہی کہ ان کا دین خود کو ہر گیا۔ ان نا عاقبت اندیشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی یاد نہ رہے۔ صحاح میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ جب حضرت عمرو بن العاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آج مکہ کا دل میرے ہاتھ آگیا۔ اور یہی عمرو بن العاص ہیں۔ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش کا وعدہ نہیں لیا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بخشش کی ذمہ داری لیں۔ اور آج کا ملاء پیر اور دیو کا بندہ ان پر الزامات دھرے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ! اسے کتاب و حساب سکھا دے۔ اپنے شہروں پر اسے حکومت عطا فرما۔ اور بڑے عذاب سے اسے محفوظ رکھ۔ لیکن دل کے بیماریوں اور حسد کے ماروں کو یہ دعا ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ دور خلافت کی کامیابی سے انہیں خوشی کی بجائے غم ہوا۔ اس میں اپنی قسمت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے محبوب انور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے ربانیین

کے علاوہ امت کے ممتاز اولیاء کرام سبھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے ملاح ہیں
 اگر مودودی، کوئی دیوبندی اور نام نہاد سنی اور مسند وراثت کو بدنام کرنے والا پیران
 کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ نقص نکالتا ہے۔ تو اس سے وہ اپنی اصلیت ظاہر کر رہا ہے
 چاند پر حقوکنے سے وہ تو گندا نہیں ہوگا۔ لیکن اپنا منہ اسی حقوکنے سے گندا ضرور ہوگا۔
 آخر میں اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہم سب کو اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور
 اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم و دائم رکھے۔ اور اسی پر فائزہ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والصلوة والسلام علی سید الاولین والآخرین

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

غوثِ اعظمِ محبوبِ سبحانی

سیدِ عبدِ الفتاحِ درجیلانی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما

شواہدِ الحقِ قولِ عبدِ القادرِ جیلانی :

وَأَمَّا قِتَالُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِبَطْحَةِ وَالذُّبَيْرِ
وَعَائِشَةَ وَمَعَاوِيَةَ فَقَدْ فَضَّلَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ
رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى الْإِمْسَاكِ عَنْ ذَاكَ وَجَمِيعِ
مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مَنَازِعَةٍ وَمَنَافِرَةٍ وَ
خُصُومَةٍ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُزِيلُ ذَاكَ مِنْ بَيْنِهِمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَنِّي وَحَلَّ رَوْنَعُنَا
مَا فِي مَدُونِهِمْ مِنْ غِلٍّ اخْوَانَا عَلَى سُورِ
مَتَقَابِلَيْنِ) وَلَا تَعْلِيَّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ
عَلَى الْحَقِّ فِي قِتَالِ الْهَمَزَلَاءِ تَهْ كَانَ يَتَّقِي صِحَّةَ
إِمَامَتِهِ عَلَى مَا بَيْنَنَا مِنْ إِتْفَاقِ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ
مِنَ الصَّعَابَةِ عَلَى إِمَامَتِهِ وَخِلَافَتِهِ قَمَنَ
خَرَجَ عَنْ ذَاكَ بَعْدَ وَتَأْصِيهِ حَرَبًا كَانَتْ
بَاغِيًّا حَارِجًا عَلَى الْإِمَامِ فَجَازَ قِتَالَهُ وَمَنْ
فَاتَلَهُ مِنْ مَعَاوِيَةَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ طَلَبُوا

اتَّارَ عَثْمَانَ تَهْلِيْفَةَ الْحَقِّ الْمَقْتُولِ ظُلْمًا وَالَّذِينَ
 قَتَلُوهُ كَثَاثًا فِي عَسْكَرِي عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 فَكُلُّ ذَمَبٍ إِلَى تَأْوِيلِ صَحِيحٍ فَأَحْسَنُ أَحْوَالِنَا
 الْإِمْسَاكَ فِي ذَاكَ وَرُدُّهُمُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 وَهُوَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ وَخَيْرُ الْفَاصِلِينَ
 وَالْإِسْتِغَالَ بِعَيُوبِ أَنْفُسِنَا وَتَطْهِيرِ قُلُوبِنَا
 مِنْ أَمَمَاتِ الذُّنُوبِ وَظَاهِرِنَا مِنْ مَوْبِقَاتِ
 الْأَمْوِي -

وَأَمَّا خِلَافَةُ مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ فَشَايِبَةٌ
 صَحِيحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

وَبَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ

بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَفْسُهُ عَنِ الْخِلَافَةِ
 وَتَسْلِيمِهَا إِلَى مَعَاوِيَةَ لِرَأْيِ رَأْيِ الْحَسَنِ وَمَصْلِحَةِ
 عَامَّةٍ تَحَقَّقَتْ لَهُ وَهِيَ حَقٌّ دِمَاءُ الْمُسْلِمِينَ وَ
 تَحْقِيقُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ يُصَلِّحُ
 اللَّهُ تَعَالَى بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
 هُوَ جِبْتُ إِمَامَتِهِ يَعْتَدِ الْحَسَنِ لَهُ فَسَمِيَ عَامَّةً
 عَامَ الْجَسَاعَةِ لِأَنَّ كِفَاعَ الْخِلَافِ بَعَيْنَ الْجَمِيعِ وَ
 اتِّبَاعَ الْكُلِّ لِمَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُ لَمْ
 يَكُنْ مِنْكَ مَنَازِعٌ فَالِثُ فِي الْخِلَافَةِ وَخِلَافَتُهُ

مَذْكُورَةٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَهُوَ مَا رَوَى هُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَنَّهُ قَالَ: (قَدْ رَوَى رَحِمًا إِلَّا سَلَامَ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ
 سَنَةً أَوْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ أَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِينَ)
 وَالْمُرَادُ بِالتَّرْحِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ الثُّقُوفُ فِي
 الدِّينِ وَالْخَمْسُ السِّنِينَ الْفَاضِلَةَ مِنَ الثَّلَاثِينَ
 فَهِيَ مِنْ جَمَلَةِ خِلَافَةِ مَعَاوِيَةَ إِلَى تَمَامِ تَسْعِ
 حَسْرَةٍ وَثَمَوِيَّةٍ لِأَنَّ الثَّلَاثِينَ كَمَلَتْ بِعَلَى
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا بَيَّنَّا.

۱- غنية الطالبين ص (بشواهد الحق ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عائشہ صدیقہ
 اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد
 کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات
 جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے
 بارے میں خاموشی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ رب العزت قیامت
 کو ان کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرما دے گا۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ ہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے
 متعلق کھوٹ ہے۔ وہ کھینچ لیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کے سامنے
 تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لیے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ ان لوگوں
 میں حق پر تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا
 کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبانِ صل و عقد

مجاہد کرام نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا جو شخص اسے نہ مانتے ہوئے ان کے خلاف خروج کرے وہ باغی متصور ہوگا۔ اور امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہوگا۔ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر کا مطالبہ یہ تھا کہ خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کا قصاص لیا جائے۔ اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضیٰ کی فوج میں تھے لہذا ہر فریق اپنے ہاں صحیح تاویل دیکھتا تھا۔ لہذا ہماری بہترین عقیدت یہی ہے۔ کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کا معاملہ رفع و رجوع الجلال کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاضلین ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو بھی جہلک کاموں سے بچانا چاہیے بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد اور امام حسن کے کنارہ کش ہونے کے بعد ثابت اور صحیح ہے۔ اور امام حسن نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی۔ اور اسی میں مصلحت عام بھی تھی۔ وہ یہ کہ خونریزی سے بچاؤ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ حق ثابت ہو گیا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سردار بیٹے کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔ لہذا امام حسن کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ کی خلافت لازم اور واجب ہو گئی۔ اسی وجہ سے اس سال کو ”عام الحج“ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اختلاف ختم ہو گیا تھا۔ اور تمام حضرات نے امیر معاویہ کی اتباع کر لی تھی۔ کیونکہ اس وقت تیسرا کوئی شخص امامت و خلافت میں جھگڑا کرنے والا

نہیں تھا۔ اور خلافت معاویہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اس کا تذکرہ ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلتی رہے گی۔ چکی سے مراد دینی قوت ہے۔ اور تیس سالوں کے اوپر والے پانچ سال (یا چھ یا سات) یہ وہ سال ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ہیں۔ جو انیس سال اور کچھ مہینے تک رہی۔ اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام پر مکمل ہو چکے تھے جیسا کہ بیان کر دیا ہے۔

لمحہ کربہ

سطور بالا میں علم و معرفت کی اس مایہ ناز ہستی کے نظریات مذکور ہوئے۔ جن کے متعلق مجدد الف ثانی یہاں تک فرما چکے ہیں کہ قیامت تک کی ولایت اللہ تعالیٰ نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی ہے۔ خواجہ اجیری ایسے بزرگ اُن کی قدم بوسی کو اپنے لیے اعزاز سمجھیں۔ اور وقت کے جید علماء اور فضلاء حضور غوثِ پاک کی تقدیر سے مستفیض و مستفید ہوں۔ وہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور خاموشی کو سلامتی سمجھیں۔ اور اس دور کے نام نہاد پیر اور مولوی جو غوثِ اعظم کو غوثِ اعظم بھی کہتے ہیں۔ وہ جناب معاویہ کی ذات پر کچھ پٹا اچھالیں۔ کیا نام نہاد پیروں اور مفکروں کی بصیرت اور روحانیت زیادہ ہے یا حضور غوثِ پاک کی؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہم حضور غوثِ پاک کی نسبت کو دیکھتے ہیں۔ تو عینیتی اور حسنی سید ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا غوفی رشتہ ہے۔ اس رشتہ اور نسبت کے ہوتے ہوئے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات قابل اعتراض ہوتی۔ تو غوثِ پاک کبھی بھی اس سے اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بقول اَتَقْوَا بِقَرَأَسَةِ الْمُؤْمِنِ فَيَأْتُهُ يَنْظُرُ بِشِدَّةِ اللَّهِ - (مومن کی فراست سے خبردار رہو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سرکارِ عوثِ پاک کی فراست ان تمام باتوں پر محیط ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کے بائین جنگ کی وجوہات تھیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارت پیش فرما کر اپنے نظریہ کا اظہار فرمایا۔ اور پھر قرآن کریم سے آیت کریمہ سے استنباط فرماتے ہوئے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی ہدایت کی۔ اور انہیں جنتی قرار دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵، ۳۶، ۳۷ سالہ دورِ خلافت والی روایت سے حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو درمیں میں فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ نے دونوں حضرات کی تاویل بھی ذکر فرمائی۔ جس کی وجہ سے ان میں کوئی بھی قابل گرفت نہیں ہے۔ ان تمام ارشادات کے بعد ایسے پیروں کے ان اقوال کی طرف کون دھیان کرے گا۔ جنہیں سلسلہ روحانیت کی اجد بھی نہیں آتی۔ جو اس میدان میں ایک قدم بھی نہ چلے اور ان ملاؤں اور مفکروں کے پراگندہ خیالات کو کون درخور اعتناء سمجھے گا۔ جن کا مبلغ علم حضور عوثِ پاک کے مقابلہ میں قطرہ اور سمندر کی شانہ ہی حیثیت رکھتا ہو۔

یہاں ایک بات ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو لوگ عوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں۔ اور آپ کے قصیدہ عوثیہ کے ایک شعر کو حق سمجھتے ہیں۔ ان سے ہماری گزارش ہے۔ کہ آپ کا یہ ارشاد ”نَفَحَتْ اِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا كَثْرًا دَلَّةً عَلٰى سَخِيْرٍ اِتِّصَالٍ“ میں اللہ کی تمام کائنات کو متواتر اس طرح دیکھتا ہوں جیسا رائی کا دانہ (تھیلی پر پڑا ہوا) ہو۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بائین جنگ کے تمام حالات و کوائف سامنے تھے۔ ان کا مطالعہ فرما کر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا قول کیا اور خلفائے راشدین میں سے شمار کیا۔ تو پھر تمہیں اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے

اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق، فاسق یا کافر و عینہ الفاظ سے یاد کرنے سے توہ
کرنی چاہیے۔ یا پھر عزت پاک کی عقیدت و محبت کا دم بھرنا پھوڑ دو۔ اور ورائٹ کی
علیحدہ مسجد تعمیر کر لو۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

امام نووی شارح مسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

شرح نووی شرح مسلم شریف:

وَأَمَّا مَعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَهُوَ مِنْ
الْعَدُوِّ وَالْقَضَائِعِ وَالصَّحَابَةِ النَّجَبَاءِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ وَأَمَّا الْحُرُوبُ الَّتِي حَبَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ
مُشَبَّهَةً إِحْتِقَادًا تَصَوُّبًا أَنْفُسَهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ
عَدُوٌّ لِرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَمَتَأَوُّونَ فِي
حُرُوبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَلَمْ يَخْرُجْ شَيْءٌ مِنْ
ذَلِكَ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِأَنَّهُمْ مُجْتَمِعُونَ
إِخْتَلَفُوا فِي مَسَائِلٍ مِنْ مَحَلِّ الْإِجْتِهَادِ كَمَا يَخْتَلَفُ
الْمُجْتَمِعُونَ بَعْدَهُمْ فِي مَسَائِلٍ مِنْ مَاءٍ وَغَيْرِهَا
وَيَلْتَزِمُ مِنْ ذَلِكَ نَقْضُ أَحَدٍ مِنْهُمْ
وَاعْلَمَ أَنَّ سَبَبَ تِلْكَ الْحُرُوبِ أَنَّ الْقَضَايَا
كَانَتْ مُشَبَّهَةً فِلْسُوفَةً إِشْبَاهًا لِأَنَّهَا اخْتَلَفَتْ إِجْتِهَادًا
وَصَادُوا كَلَامًا قَسَامًا - قَسَمَ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْإِجْتِهَادِ
أَنَّ الْحَقَّ فِي هَذَا الظَّرْفِ وَأَنَّ مَحَالِفَةَ بَاغٍ

فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ نُصْرَتُهُ وَ قِتَالُ الْبَاغِيِّ عَلَيْهِ
 فِيمَا اعْتَقَدُوا فَعَلُوا ذَاكَ وَلَمْ يَكُنْ يُجِلُّ
 لِمَنْ هَذِهِ الصِّفَةُ الشَّاخِرُ عَنْ مَسَاعِدِ الْإِمَامِ
 الْعَدْلِ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ فِي إِعْتِقَادِهِ - وَقِسْمٌ عَكْسٌ
 هُوَ لِأَنَّ ظَهَرَ لَهُمْ بِالْإِجْتِمَاعِ أَنَّ الْحَقَّ فِي الظُّرُفِ
 الْآخِرِ فَوَجَبَ عَلَيْهِمْ مَسَاعِدُهُ وَ قِتَالُ الْبَاغِيِّ
 عَلَيْهِمْ وَقِسْمٌ ثَالِثٌ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِمُ التَّضْيِيقُ
 وَ تَحَايَرُوا فِيهَا وَ لَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ تَرْجِيحُ أَحَدِ
 الظُّرُفَيْنِ فَاعْتَرَفُوا الْقَرِينَتَيْنِ وَ كَانَ
 هَذَا الْإِعْتِرَافُ مَوْالِجِبٌ فِي حَقِّهِمْ لِأَنَّهُ
 لَا يُجِلُّ الْإِقْدَامَ عَلَى قِتَالِ مُسْلِمٍ حَتَّى يَظْهَرَ
 أَنَّهُ مُسْتَحَقٌّ لِدَاكٍ وَ لَوْ ظَهَرَ لَهُمْ لِأَنَّ جَمَاعَةً
 أَحَدِ الظُّرُفَيْنِ وَ أَنَّ الْحَقَّ مَعَهُ لَمَّا جَاءَ
 لَهُمُ الشَّاخِرُ عَنْ نُصْرَتِهِ فِي قِتَالِ الْبُغَاةِ عَلَيْهِ
 فَكَلَّمُوهُ مَعَهُ وَ رُوِيَ أَنَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ لِيَهَذَا
 اتَّفَقَ أَهْلُ الْحَقِّ وَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ فِي الْإِجْمَاعِ
 عَلَى قَبُولِ شَهَادَةِ أَهْلِهِمْ وَ أَيْتِهِمْ وَ كَمَالِ
 عَدَالَتِهِمْ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ -

کلام النووی -

رمسلم شریف مع النووی جلد دوم ص ۲۷۲

نور محمد کراچی

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، قاضی اور بہترین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں۔ تو ان میں ہر ایک فریق کے لیے شبہ تھا۔ جس کو وہ اپنے طور پر حق سمجھتے تھے۔ اور ہر فریق بہر حال عادل ہے۔ اور ان کی باہم جھگڑوں میں اپنی اپنی تاویل ہے ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔ جو ان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہو۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔ بسا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود یہ بات ان میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔

تہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ان لڑائیوں کی وجہ شبہات تھے۔ شدت شبہ کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا۔ اور وہ تین قسم کے ہو گئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی جن کو اجتہاد کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ حق اس طرف ہے۔ اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہذا اب ان کے لیے حق والے کی نصرت اور باغیوں کا قلع قمع کرنا لازم ہو گیا۔ لہذا انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کیا۔ جب کسی شخص کو اس قدر بعیرت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسے عادل امام کی ہمنوائی سے کنارہ کش ہونا جائز نہیں رہتا۔ اور باغیوں کو کھلا پھوڑ دینا اسے زیب نہیں دیتا۔ دوسری قسم ان لوگوں کا بالکل عکس ہوتی ہے وہ یہ کہ انہیں اپنے اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق دوسری طرف ہے۔ لہذا انہیں اپنے عقیدہ کے مطابق حق والے کی نصرت اور اس کے باغیوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ کہ جن پر معاملہ مشتبہ رہتا ہے وہ اس میں حیران ہوتے ہیں۔ اور انہیں دونوں طرفوں میں سے کوئی

طرح راج نظر نہیں آئی۔ لہذا وہ پہلے دو قسم کے لوگوں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے علیحدہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی مسلم کا خون ناحق گانا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کی کوئی معقول شرعی وجہ ہو تو پھر درست ہے۔ اگر اس گروہ کو پہلے گروہوں میں سے کسی ایک کا رجحان ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حق پر ہے۔ تو پھر اس کی مدد سے گریز کرنا ان کے لیے جائز نہ ہوگا۔ اور ان کے بائینوں کے سرکھیننے سے دریغ درست نہ ہوگا۔ لہذا یہ تینوں فریق اپنا اپنا عذر معقول رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل حق اور اجماع کے قابل اعتماد حضرات نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کی گواہی اور روایات قبول کر لینے پر اتفاق کیا ہے۔ اور ان کی اعلیٰ عدالت کو تسلیم کیا ہے۔

لمحہ مکریہ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے عقلی وجوہات بیان فرما کر ان تمام کا حکم ذکر فرما دیا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف میں خود دو فریق تو یہی ہو گئے۔ جو از روئے اجتہاد اپنے اپنے ساتھیوں کو حق پر اور اپنے مد مقابل کو خطا پر سمجھتے تھے۔ اس لیے دونوں حق کی خاطر برسر پیکار تھے۔ اور تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا۔ جو کسی کی طرفداریا نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ہمیں اپنا رائے سے کسی کا حق پر یا خطا پر ہونا ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ لہذا وہ اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھنے سے اسے حق سمجھتے تھے۔ لیکن تینوں گروہ بوجہ اپنے اجتہاد کے درست ہیں۔ اسی لیے

کسی کی تکفیر یا تسفیق و تکفیر ہرگز درست نہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی کو بڑا بھلا کہتا ہے۔ تو ایسا شخص اُن وعیدات اور سزاؤں کا ضرور مستحق ہوگا۔ جو صحابہ کرام کے بدخواہوں اور دشمنانِ طرازوں کے لیے ہیں۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

مکتبہ العلوم الاسلامیہ
(احسن طبع)

پاپ م

معارضہ کی ذمہ داری پر اہل
امیر معاویہ کی اس پر خطبات

ڈیوبندی

موردی

سنی نما مولویوں اور پیروں

کا
علمی صحابہ

باب دوم

امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کرنے والے

دیوبندی مودودی سنی نما مولویوں اور

پیروں کا علمی محاسبہ

پچھلے دنوں ہم نے سٹائیس کے قریب ایسی کتب اور ان کے مصنفین کے متعلق ایک متفقانہ بحث اس غرض سے لکھی کہ جو لوگ یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں معتبر سنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ جس سے عوام تو عوام خواص بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تو اس سے نجات دلانے کے لیے ایک کتاب بنام میزان المکتب لکھی تو اس سے فراغت کے بعد خیال آیا کہ کچھ نام نہاد سنیوں کی بھی خبر لی جائے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خیال و عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ

اُپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور طرح طرح کے ان پر الزامات

ثابت ہیں۔

ان میں سے کچھ دیوبندی ہیں۔ بعض مودودی کے پیرو ہیں۔ اور چند نام نہاد سنی پیرو بھی ہیں۔ طریقہ کار یہ ہوگا۔ کہ ان معترضین کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزامات درج کیے جائیں گے۔ پھر ان کے جوابات ثنائیہ مذکور ہوں گے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں وہ امادیرت بھی پیش کی جائیں گی۔ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے براہِ راست ان کی عظمت بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کی کتب معتدہ سے ان کے بارے میں حوالہ جاتا

درج ہون گئے تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ کس و عید اور کس انجام کے رقی ہیں۔

اب بہانہ دیوبندی مودودی سنی اہل حدیث علماء کے نام اور ان کی کتب سے پیادگی ستا فاجہ نرات نکل کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دندانِ خشکی جو اب بھی دیتے جائیں گے۔ اب نبرہ اور ہم ان کے نام شروع کرتے ہیں۔

گستاخِ اَوَّل

(مفتی، حنفی، دیوبندی) عبدالرحیم کے محفل
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مقتضی اشعار اور
اقتباسات

عبدالرحیم دیوبندی ذکر کرنے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیمپڑا چھالتے ہوئے
یوں تو بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن ان میں سے دو کتابیں اس موضوع پر اپنی گندگداز
اور جھٹ کے اعتبار سے نامی گرامی ہیں۔ ایک کانہہ۔ اظہار حق۔ اور دوسری کا
”راہِ ہدایت“ ہے۔ جن دو گویہ دو دشمنیت سے بھری پٹریاں دیکھنے کا اتنا
جو اوہ بندتے ہیں۔ کہ اس شخص نے کن کن طریقوں سے اپنے جھٹ باطنی کا اظہار
کیا اور رستی دنیا تک اپنے لیے لعنت چھوڑ گیا۔

ظہرِ حَقِّ

زباطل سے کبھی حق کو طاؤ

کہ یہ کفنِ رَسیرتِ کافرانہ

ہے یہ بت نکل ان اصحاب جن کی انہیں کو خاص اصحابی بنانا

جو آلِ اصحابِ زلموں کا یہ ہے قاتل اسے کاتبِ کتابِ اللہ بنانا

معاونِ ظالم و باغی کے باغی

منافعِ طاغی کے مامی ہیں طاغی

چھپے کفر و بغاوت ان کی کیونکر ہے جن کا آنا جانا کافرانہ

نذاکی ماکیت سے وہ باغی بنالی اپنی شاہی کافرانہ

بغاوت نے ہر ایک تلاءِ ٹریدا

بغاوت کا کھلا کر آبِ ودانہ

وہ اب اصحاب کے دشمن تھے ازلی کونلاں جس سے تقاسار زمانہ

فتح مکہ میں اُسے ڈر کے مارے بغاوت کر کے نکلے باغیانہ

ہروں کے بد تھے تو ان کے تھے بدتر

فتح مکہ کا بدلہ تقاسا چکانا

نہیں کیا اب جہاں میں کوئی حق گو ہوا باطل کا حامی سبھی زمانہ

وہ پہلا مجتہد باغی تقاسا پہلا کیا جس نے قیاس کافرانہ

نہیں جب مجتہد بائیس باغی

نہیں تاویلات کفری کا فرائد

نہیں دین اور صحابہ سے عقیدت کسی دشمن کو صحابی بنانا

وحی دشمن کو بھی کاتب بنائیں صحابیت کی کھال ان پر چڑھانا

صحابہ مصطفیٰ کے مصطفیٰ ہیں

کوئی مردود مت ان میں ملانا

صحابہ میں نہیں کفر و بغاوت نہ باغی کو صحابہ میں ملانا

بغاوت کو وہ یوم القیمت کے ذمیان ان تافع اور نہ آنا

کلام حق کو بدلیں خود نہ بدلیں

بصد تاویل ہائے کفرانہ

گھڑائیں اُس سے پھر موضوع حدیثیں خزانہ دین لٹا شطرانہ

جو کفر و فسق سورہ تور میں ہے قاتل عمر مشہور زمانہ

صحابیت کی کھال ان پر چڑھائیں

بغاوت کیشوں کا ان کو بنانا

حسن کو مار ڈالا زہر دے کر اگر وہ ساتھ یا طبل کا زمانہ

ہرگز مجتہد باغی و ظالم نا جائز اقتدارِ ظالمانہ

صحابہ کا ادب ہم پر ہے لازم

نہ باغی کو صحابہ میں ملانا

بغاوت کفر شیطانی بغاوت بغاوت کی حمایت باغیانہ

خلافت مرکز ملت کا باغی عدو دین نہ اصحابی بنانا

(انٹرنیٹ تصنیف مفتی عبدالرحیم خادم علیہ السلام عظیم حنفی دیوبندی خطیب ماہور مال روڈ مری)

مولوی عبدالرحیم کے گستاخانہ اشعار اور اقتباسات

کامیابی کا تقصیری جائزہ

عبدالرحیم نے سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیک وقت کافر، ظالم، باغی، ہرود اور ایسی مجتہد اور صحابیت کی محض کھال نظر آنے والا کہہ دیا۔ اور ان کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہوئے باغیوں کا سر دانتک کہہ امام حسن کو زہر دلوانے والا بتایا۔ بُرے البرسنیان کا بدتر بیٹا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن الفاظ کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ عبدالرحیم کو دیوبندی حنفی ہونے پر ناز ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس بد بخت کی اقتدار و امامت میں نماز پڑھنے والے کون سا پتھر دل پر رکھ کر ایسا کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صحابیت کی کھال نہ چڑھانا۔ گو آپ کو صحابی نہ ماننے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ یا یوں کہ آپ صحابی نہیں ہیں۔ اس لیے عبدالرحیم اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت دے رہا ہے۔ کہ تم کسی کے کہنے پر ان کو صحابی ہرگز نہ ماننا۔ ایسے اعاذیت پر نظر دوڑائیں۔ اور علمائے اعلام سے ”صحابی“ کی تعریف دیکھیں۔ اور پھر حضرت امیر معاویہ کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں۔

”صحابی“ ہر وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالتِ ایمان حیات ظاہری میں زیارت کی۔ یہی امیر معاویہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں خود سرکارِ قو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور یہ دعا کرے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا اِسے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق

امت مقبول الدعاء ہیں۔ آپ نے امیر معاویہ کے حق میں "ہادی" ہونے کی دعا فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہو گئی۔ اب اس بد بخت غاوم سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا وہ شخص جو کافر منافق، مردود اور باغی ہو۔ وہ ہادی ہوتا ہے۔ اس ارشاد نبوی سے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن ایمان کے آؤ کو یہ نظر نہیں آ رہا۔ اب اس کی مافی جائے یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ہادی و مہدی کا دعا فرمانا؛ حدیث مذکورہ کی تشریح میں ابن حجر لکھتے ہیں۔

تطہیر الجنان؛

فَتَأْتِلْ هَذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْعَصْدُوقِ
وَإِنْ أَدْعَيْتَهُ لَا مَتِيهَ لَا سَمِيًّا لِأَصْحَابِهِ مَقْبُولَةٌ
غَيْرُ مَرْدُودَةٍ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ سَبَّحَانَهُ اسْتَجَابَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الدُّعَاءَ
لِمَعَاوِيَةَ فَجَعَلَهُ هَادِيًا لِلنَّاسِ مَلِيًّا فِي نَفْسِهِ
وَ مَنْ جَمَعَ اللَّهُ كَتَبَتْ لَهُ مَا تَشَاءُ مِنَ الْمَرْغُوبَاتِ كَيْفَ
يَتَخَيَّلُ فِيهِ مَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الْمُبْطِلُونَ وَ وَصَمَةٌ
بِهِ الْمَعَابِدُونَ مَعَاذَ اللَّهِ لَا يَدْعُو رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الدُّعَاءِ الْجَائِغِ
لِمَعَالِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ الْمَانِعِ رِجْلًا نَقْصِ
نَسَبَتُهُ إِلَيْهِ الطَّائِفَةُ الْمَارِقَةُ الْغَائِرَةُ إِلَّا
لِمَنْ عَلِمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ الْكَرِيمِينَ

بِمَا هُنَا لَيْكَ. (تطہیر الجنان و اللسان ص ۱۱ و ۱۲۔ الفصل الثانی

فی فضائلہ و مناقبہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و مصدوق ہیں، ان کی دعا قابلِ عزت ہے۔ آپ کی دعائیں اپنی امت کے حق میں اور خصوصاً صحابہ کے بارے میں مقبول ہوتی ہیں۔ انہیں رد نہیں کیا جاتا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دعا امیر معاویہ کے حق میں مانگی گئی قبول ہو گئی۔ اللہ نے انہیں لوگوں کا ہادی اور اپنی ذات میں مہدی بنا دیا۔ اور جس خوش قسمت میں یہ دونوں وصف (ہادی، مہدی) اکٹھے ہو جائیں اس کے بارے میں یہ خیال کب آ سکتا ہے۔ وہ بدخواہ اور ضد رکھنے والا ہے یہ جامع دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمائی جسے دنیا و آخرت کی بھلائی پسند ہے۔ اور ہر خرابی سے دور فرمایا۔ یعنی ایسی خواہیں سے جو ایک بد بخت فرقہ اور منافقان فرقہ آپ پر لگاتا چلا آرہا ہے۔ ہاں تحقیق یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جامع دعا اسی کے لیے ہو سکتی ہے جو اس کا صحیح حقدار ہو۔ اور اس میں اس کی اہلیت موجود ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور اس کی تشریح سے عبدالرحیم کے کچھ بیانات کا جواب آ گیا۔ یہ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ اور اسے صاحب ترمذی نے "حسن" کہا ہے۔ حالانکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قابلِ عمل ہوتی ہے حضرت امیر معاویہ کا صحابی ہونا، صاحب ایمان ہونا، کافر، منافق اور مرتد نہ ہونا یہ امور اس ارشاد سے ثابت ہو گئے۔ رہا یہ معاملہ کہ آپ نے امام حسن کو ان کی بیوی کے ذریعہ زہر دلوایا تھا۔ تو اس کی تحقیق ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ بطور خلاصہ سنئے۔

یہ ایک الزام ہے اور کسی پر تحقیق کے بغیر الزام تراشی درست نہیں۔ بلکہ بموجب حدیث وہ لعن ملعون خود کرنے والے پر واپس آ جاتا ہے۔ منتظر یہ کہ زہروالی بات ثابت نہیں۔ اسے شیعہ لوگوں نے شہرت دی۔ اور لفض باطنی کی وجہ امیر معاویہ کی

طرف اس کو منسوب کر دیا۔ عبد الرحیم اینڈ براڈر اگر ایک روایت صمیمیہ با اسناد سے زہر دینا ثابت کر دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ اس کے من گھڑت ہونے کو ابن خلدون نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

ابن خلدون:

رَمَا يُنْقَلُ مِنْ أَنْ مُعَاوِيَةَ دَمًا عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ زَوْجَتِهِ
جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ فَهُوَ مِنْ أَحَادِيثِ الشَّيْخَةِ
وَعَاشًا لِمُعَاوِيَةَ مِنْ ذَلِكَ۔

ابن خلدون جلد دوم ص ۶۳۹ بیعت حسن مطبوعہ
بیلروت طبع جدید

ترجمہ:

اور یہ جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ کے
ذریعہ زہر دلوا دیا۔ تو یہ ان باتوں میں سے ایک ہے۔ جو اہل تشیع کی ہیں۔
امیر معاویہ سے عاشریہ کام ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔

معاویہ باغی اور سارا زمانہ ان کا حامی ہو گیا، یعنی حضرت امیر معاویہ رضہ کے دور
خلافت میں تمام مومن ان کی حمایت کرنے کی وجہ سے باغی ہو گئے۔ اور باغی جو بھی ہو۔
وہ کافر، مرتد اور بے ایمان ہوتا ہے۔ لہذا دوسرے الفاظ میں مٹلاں لے امیر معاویہ
کے دور کے تمام صاحبان ایمان کو غلیظ گالیاں بک دیں۔ اور انہیں گمراہی پر اکٹھا ہونے
والا قرار دیا۔ ادھر یہ اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”میری امت گمراہی
پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ فرمایا۔ کہ جو انہیں
اذیت دے گا وہ مجھے دے گا اور جس نے مجھے تکلیف پہنچانی چاہی۔ اس نے اللہ تعالیٰ
کو تکلیف و اذیت پہنچانے کا ارادہ کیا۔ سو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام

لوگوں کی پھٹکار ہو۔

اس بے لگام دیوبندی نے اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام کو معاذ اللہ گمراہ اور بے دین کہہ دیا۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ اور بالآخر پھٹکار اور لعنت کا طوق گلے میں پڑ گیا۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات محض تاریخی باتیں ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں۔ نہ ان کی صحت و عدم صحت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مؤرخ نے جو سنا وہ اپنی

تاریخ میں درج کر دیا۔ ایسے بے سرو پا واقعات کا ہمارے کراہیک جلیل القدر صحابی پر سب و شتم کرنا دراصل اپنے ایمان کو خیر باد کہنا ہے۔ تاریخی واقعات کی بے وقتی ملاحظہ فرمائیں۔

عظمت صحابہ کے سامنے تاریخی واقعات کی حیثیت

قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی حدیث ہو یا واقعہ جب تک اس کی سند ذکر نہ کی جائے وہ بے قیمت ہوتا ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ قَوْلًا إِلَّا سَنَادًا لِقَانٍ مِّنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ اگر اسناد نہ ہوتی۔ تو جو کسی کے جی میں آتا۔ وہ کہہ دیتا۔ بہر حال تاریخی واقعات کے درج کرتے وقت مؤرخ ان کی چھان چھیٹ نہیں کرتے جو سنا اس کتاب میں درج کر دیا۔ اور پھر آگے یہی سلسلہ چلتا رہا۔ عبدالرحیم کے مذہبی باوا حسین احمد دیوبندی نے مکتوبات شیخ الاسلام میں تاریخی روایات کے بارے میں لکھا ہے۔

مکتوبات شیخ الاسلام:

حسین احمد مدنی نے کہا کہ یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے۔ نہ انفصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے۔ اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے۔ تو عموماً ان میں ہر شخص راہین سے ارسال و انقطاع سے کام لیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔ (ص ۲۴۴ مکتوبات شیخ الاسلام)

ابن تیمیہ نے تاریخی واقعات کے بارے میں یہ تاثر بیان کیا ہے۔

منہاج السنة:

الْمُؤَرِّخُونَ الَّذِينَ يَكْثُرُ الْكَذِبَ يَذْوُونَ
وَقَالَ أَنْ يَسْلَمَ لَهُمْ فَقُلُوبُهُمْ مِنَ الزِّيَادَةِ
وَالنُّقْصَانِ۔

منہاج السنة جلد سوم ص ۱۹۶

ترجمہ: تاریخ لکھنے والے اکثر جھوٹی باتوں کی روایت کرتے ہیں۔ اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ ان کی نقل کردہ بات کمی بیشی سے محفوظ ہو۔ یہی ابن تیمیہ فرما کھل کر اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

منہاج السنة:

وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ جِئْسٍ مَا نَفَعَهُ الشَّوَارِيحُ لَا يَعْتَمِدُ
عَلَيْهَا أَوْ لَوْ أَلَا بَصَارَ۔

منہاج السنة جلد سوم ص ۲۴۲

ترجمہ: تاریخی واقعات و روایات پر کوئی صاحب بصیرت اعتماد نہیں

کے گا۔

”نقل پرستی، علم تاریخ میں ایک جانی پہچانی بات ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک مؤرخ تاریخی واقعہ کی خوب خبر لیتا ہے۔ اور اس کے غلط ہونے کی تحقیق کر کے پھر بھی اُسے اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے۔ ابن کثیر کو اٹھا کر دیکھئے۔ آپ کو اس میں طبری کی وہ روایات بھی مل جائیں گی۔ جن پر ابن کثیر نے سنت گرفت کی۔ اور اس نقل پرستی کی خود ابن کثیر ان الفاظ میں گواہی دیتا ہے۔

البدایة والنہایة:

وَفِي بَعْضِ مَا أُوْرِدَ نَاهُ نَظَرٌ وَكَوْلَانِ ابْنِ جَبْرِ وَيُغَيِّرُهُ
مِنَ الْحُقَاطِ وَالْأَحْمَةِ ذَكَرُوهُ مَا سَقْتُهُ۔

البدایة والنہایة جلد ۱ ص ۲۰۲) فِي سَعَةِ أَحَدِي تَوَسَّيْتِنِ

ترجمہ: ہم نے جو روایات ذکر کیں، ان میں سے بعض قابل گرفت ہیں۔ اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ و ائمہ نے ان کا اپنی اپنی تصانیف میں ذکر نہ کیا ہوتا تو میں انہیں درج کرنے کے لیے آگے نہ بڑھتا۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے احادیث و تاریخ کا تقابلی ان الفاظ سے بیان کیا۔

العواصم والقواصم:

قَالَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالنَّاسُ إِذَا لَمْ
يَجِدُوا عَيْنِيًّا لِأَحَدٍ وَعَكْبَهُ وَمَرَّ الْحَسَدُ عَلَيْهِ
وَعَدَا وَتَهَمَّرَ لَهُ أَحَدٌ نَوَّالَهُ عَيْقُوبًا فَاقْبَلُوا
الْوَصِيَّةَ وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَّا عَلَى مَا صَنَعَ مِنَ الْأَخْبَارِ
وَاجْتَنِبُوا كَمَا ذَكَرْتُ لَكُمْ أَهْلَ السُّوَارِيخِ
فَلَا تَهْمُ ذَكَرُوا وَعَيْنِ السَّلَفِ أَعْبَارًا مَعِيحَةً

يَسِيرَةً لِيَتَّوَسَّلُوا بِذَلِكَ إِلَى رَوَايَةِ الْأَبَاطِيلِ فَيَقْدُوا
 كَمَا قَدَّمْنَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ مَا لَا مِيرْصَاهُ اللَّهُ تَعَالَى
 وَيَلْبَسُوهُ السَّلَفَ وَيُهَوُّوهُ فَقَالَ الَّذِينَ هُمُ أَعْرَضُوا
 مِنْ ذَلِكَ وَهُمْ أَكْرَمُ مِنْ قَرَضِي اللَّهُ عَنْ جَمِيعِهِمْ
 وَمَنْ نَظَرَ إِلَى أَعْمَالِ الصَّحَابَةِ تَبَيَّنَ مِنْهَا بَطْلَانُ
 هَذِهِ الْمَثُوكِ الَّتِي يَخْتَلِقُهَا أَهْلُ الشَّوَارِبِ فَيَقْدُوا
 فِي قُلُوبِ الضَّعَفَاءِ -

(العواصم والقواصم ص ۲۲۲-۲۲۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر کہتے ہیں۔ کہ جب لوگوں کو کسی شخص کا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ تو پھر

حسد و عداوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے عیب نکالتے ہیں۔ لہذا امیری

و میت قبول کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا کہ ان کی صرف وہ خبریں قابل

التفات سمجھنا جو درجہ صحت کو پہنچتی ہوں۔ اور ان باتوں سے اجتناب کرنا

جو تاریخ والے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے بزرگوں

کی چند صحیح باتیں لکھ کر وہ دراصل باطل اور غلط روایات سے درج کرنے کا

وسیلہ بناتے ہیں۔ پھر وہ لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کے متعلق ایسی

ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ظاہر ہی نہیں فرمائی ہوتیں

عرض یہ ہوتی ہے کہ سلت کی تعمیر کی جائے۔ اور ان سے خیانت ہوتی جائے

حضرات صحابہ کرام کے افعال میں تخریب کرنے والا ان واہی تباہی باتوں کے پھیلانے

کا خود یقین کر لیتا ہے۔ جو تاریخ لکھنے والوں نے ان کی طرف منسوب کر دیں۔

اور ان باتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ذرا آگے چل کر یہی ابن عربی مزید کہتے ہیں۔ (جس کا ہم صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں ابی عربی فرماتے ہیں)

”میں نے یہ باتیں تمہیں اس لیے بتائیں تاکہ تم عام مصنفوں اور خاص خاص مفسرین کے مابین فرق قائم رکھو۔ اور مؤرخین ادیب لوگوں سے باخبر رہو۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے ماہر ہوتے ہوئے دین کے احترام یا بدعت کے ارتکاب سے جاہل ہوتے ہیں۔ لہذا تمہیں ان روایات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر روایت ماننی ہے۔ تو کسی حدیث کے امام کی ماننا اور مؤرخین میں سے طبری کے علاوہ دوسروں کی بات کی طرف دھیان نہ دینا۔ کیونکہ دوسروں کی ہر بات کو تسلیم کر لینا دین کی موت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ایسی ایسی باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ جن سے صحابہ کرام کی تحقیر ہوتی ہے۔ بے صلہ صالحین سے بیزاری اور انہیں گیا گزرا شخص ماننے پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان حضرات کے اقوال و اعمال میں کئی کئی واسطوں کو چھوڑ کر بیان کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی دین کی بجائے دنیا اور ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلاتے ہیں۔ لہذا جب تم ایسے باطل لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ گے۔ اور صرف سادہ لوگوں کی باتیں مانو گے۔ تو تم ان مصیبتوں اور خطرات سے بچ جاؤ گے“ (لغوم والقوام ص ۲۲۷ تا ۲۲۸)

نوری شرح مسلم شریف:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْأَحَادِيثُ الثَّوَابِرَةُ الَّتِي فِي ظَاهِرِهَا
دَخَلَ عَلَى صَحَابِيٍّ يَجِبُ تَأْوِيلُهَا قَالُوا
وَلَا يَقَعُ فِي رِوَايَةِ الثَّقَاتِ إِلَّا مَا يُمْكِنُ تَأْوِيلُهُ

نوری شرح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸ باب میں فضائل علی ابن ابی طالب (ت) ترجمہ: حضرات علماء نے کہا ہے۔ کہ وہ احادیث کہ جن سے حضرات صحابہ کرام کی ذات پر نقص ثابت ہوتا ہو۔ ان کی تاویل کرنا لازمی ہے۔ اور ثقہ راویوں کی

ایسی قبیہ روایات ہیں۔ ان کی تاویل ممکن ہے۔

تَنْصَرُحٌ؛

کسی تاریخی حوالہ کی حیثیت مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو جاتی ہے۔ ان میں کئی دوہرے سے جرح ہے۔ کہیں تو سرے سے سند واقعہ ہی نہیں ہوتی اور یہ کتب تاریخ میں بکثرت ہے۔ کہیں سند ہے تو وہ نا تمام، اور اگر تمام ہو تو پھر جرح و تعدیل کے معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ قاضی ابوبکر نے جو طبری کے متعلق روایات تاریخیہ کے متعلق لکھا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طبری کی ہر روایت قابل وثوق ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ طبری نے اس کی سند ذکر کی ہے۔ رہا یہ کہ مذکورہ سند قابل حجت نہیں یا نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر مؤرخین مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی کچھ اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔ اس لیے مذہبی مسئلہ میں ان کی روایت دوسروں کے لیے قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ صاحب طبری کے بارے میں تشیع نہ کرنے اور نہ ہونے کا قول موجود ہونے کی وجہ سے اس کی وہ روایات جو شیعیت کی مؤید ہیں۔ قابل اعتبار نہیں رہتیں۔ اس کی تفصیل عقائد جعفریہ جلد چہارم میں بالتفصیل ذکر کی گئی ہے۔ اور کسی تاریخی روایت کی سند بھی ہو اور بھی قابل اعتبار لیکن اس کی توثیق کی وجہ سے کسی صحابی کی شان پر حروف آتا ہے تو ایسی روایت کی تاویل لازم ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ایسی تاریخی روایات ہرگز قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں۔ جن سے ان میں کوئی نقص ثابت ہونا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے رسالہ نداءِ حق کی تردید

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر فقیر کے جو اعتراضات دستیاب ہوئے ان کی بھرپور اور باحوالہ تردید کر دی گئی۔ اور جوابات پر مشتمل کتاب جب چھپنے کے لیے تیاری کے مراحل میں تھی۔ فقیر بغرض عمرہ حرمین طیبین روانہ ہو گیا۔ غیر ماضی میں ایک رسالہ بنام وہندائے حق، موصول ہوا جسے مذکورہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اُسے برخواستہ اور چوہدری مولوی محمد بخش نے محفوظ کر لیا۔ جب میں عمرہ سے واپس آیا تو اس نے مجھے دیا۔ اور صراحت کیا کہ اس کا جواب آنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ میرے بھتیجوں میں سے ایک چہیتا بھتیجا ہے اور شیعوں کے رد میں جب میں نے قلم اٹھائی۔ تو سب سے پہلے یہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے مجبور کرنے پر میں نے شیعوں کا رد لکھنا شروع کیا۔ میری اس تصنیف میں اس کا گراں حصہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک مشورے اور صراحت کو قبول فرمائے اور میری کتاب سے اس کو حصہ وافر عطا فرمائے۔ جو کہ اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنے۔ آمین

راقم نے اس میں درج شدہ اعتراضات کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مولوی عبدالرحیم رافضی نے تقریباً تمام اعتراضات بے سند و بیسے حوالہ لکھے۔ جو اس کے ناپاک ذہن کی پسندوار ہیں۔ اس لیے ایسے لایعنی اور اختراعی اعتراضات کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں چند اعتراضات جو الاستیعاب اور جذبِ القلوب سے ذکر کیے گئے۔ اگرچہ وہ نامکمل ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ان کا ذکر ان کتب میں ہے۔ ان کا جواب انشاء اللہ بھرپور طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور دوسرے سوالات کا بھی بقدر ضرورت، جواب دیا جاسکا۔

دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بدخواہانِ خلیفہ برحق اگرچہ ہر دور میں

تشریح ہوئے ہیں۔ لیکن دور حاضر کا سب کا سر کردہ لیڈر نام نہاد سنی اور مکرو فریب کامرشدانہ لبادہ اوڑھنے والا غلام محمود المعروف ”محمدت ہزاروی“ ہے۔ اس کا رات دن کا بچھونا ہی ایسی ہے کہ ہر طرفیہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو متنفذ کیا جائے۔ اس بد باطن کی ہرزہ سرائیاں ایک پمفلٹ دو بانی بغاوت یزید کے باپ معاویہ کے بحوالہ کارنامے، کے عنوان سے چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اس کے آخر میں چند اشخاص کے نام اشاعت کنندگان کے طور پر لکھے گئے۔ اور خود پردے میں رہ کر اپنا بچاؤ کیا۔ لیکن اسی دشمن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے و غلام محی الدین، نے اس کے اشتہار کے مندرجات کے بارے میں اس امر کی تصدیق کی۔ کہ یہ سب کچھ میرے والد صاحب کی شب و روز کاوش کا نتیجہ ہیں۔

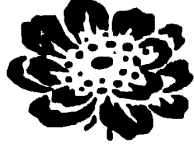
فقیر نے ”محمدت ہزاروی“ کے مرتب کردہ اشتہار کے اعتراضات کا مسکت اور محقق و مدلل جواب ”دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد دوم“ میں تحریر کر دیا ہے۔ اس سنی نما رافضی نے اہل سنت کو دھوکہ دینے کی خاطر مختلف کتب اہل سنت سے تقریباً چوبیس اعداد حوالہ جات نقل کیے۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال ان تمام کا بالترتیب جواب جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان اعتراضات اور مدلل جوابات میں مولوی عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اٹھائے گئے تقریباً تمام اعتراضات کا جواب بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جلد اول کے مضامین جب آپ ملاحظہ کریں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور امت کے اکابرین کے ایسے اقوال و احوال و احوال آپ کے سامنے آئیں گے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد

عبدالرحیم رافضی کی کتاب ”وندائے حق“ میں درج باسٹھ عدد سوالات یا اعتراضات ہوا میں ذرے کی طرح اڑتے نظر آئیں گے۔ کتاب مذکورے آخر میں تھا۔ وہ جو میرے ان حوالہ جات کے بحوالہ جوابات دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ پاکستانی بطور انعام پیش کروں گا، عجیب دھوکہ پر مبنی اعلان ہے۔ کہ جب لکھے گئے اعتراضات کا خود عبدالرحیم رافضی نے کوئی حوالہ درج ہی نہیں کیا۔ تو یہ بحوالہ اعتراضات کیسے ہو گئے؟ اور جن کے حوالہ جات نقل کیے وہ بھی چند کے سوا ناممکن ہیں۔ اس چیلنج کے مقابلہ میں ہم ابتداءً چیلنج کرتے ہیں۔ کہ مولوی عبدالرحیم اپنے خود ساختہ باسٹھ اعتراضات میں مذکور روایات کا سند صحیح کے ساتھ حوالہ پیش کر دے۔ تو ہم اُسے ایک لاکھ روپیہ پاکستانی بطور انعام دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نہ عبدالرحیم اور نہ اس کا ہم مشرف گرو و پیشوا محدث ہزاروی وغیرہ کوئی بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ بحوالہ پیش نہیں کر سکتے۔

”محدث ہزاروی“ نے مذکورہ پمفلٹ میں جن اکابرین اہل سنت کے نام ذکر کیے۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ ان اکابرین کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اچھی شخصیت کے مالک نہ تھے۔ انہی اکابرین نے دو ٹوک اور صریح الفاظ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا صدق دل سے اعتراف کیا ہے۔ ان اکابرین میں سے بہت سی جگہوں پر حضرت فاضل بریلوی کا نام بھی تحریر ہے۔ حالانکہ احکام شریعت میں آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں پرمیگوئیاں کرنے والوں کو ”کذب“ جن کلاب الہاویۃ، ووزغی کتوں میں سے ایک کتا کہا ہے مجتہد یہ کہ ہماری مذکورہ دونوں مجلدات میں ان دونوں رافضیوں کے اعتراضات

کے جوابات تقریباً دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے بار بار ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ تاہم عبدالرحیم رافضی کے من گھڑت اعتراضات کے جوابات جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے جن کا حوالہ نقل نہ ہو گا۔ وہ ان دونوں مجلدات میں باحوالہ موجود ہیں۔ اور بعض کے حوالہ جات اگرچہ مذکور نہ ہوں گے لیکن وہ بھی میری تیسرے عدد و کتب میں موجود ہیں۔ قارئین کرام اگر کسی حوالہ کے بارے میں لکھیں گے۔ تو ان کی فرمائش پر انشاء اللہ حوالہ پیش کر دیا جائے گا۔ کچھ خاص اعتراضات جو عبدالرحیم دیوبندی نے باحوالہ لکھے ہیں۔ ان کی انشاء اللہ باحوالہ تردید ہو گی۔ جس سے آپ ان اعتراضات کی حقیقت تک پہنچ سکیں گے۔ لیجئے عبدالرحیم دیوبندی کے بالترتیب اعتراضات اور ان کے جوابات: لیکن میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسطح سوالات مع ٹائٹل فوٹو مطبوعہ کر کے اول میں لگا دوں تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ ہو سکے کہ دیوبندی اس قسم کے انتہائی گستاخانہ سوالات اور الزامات نہیں لگا سکتا کیونکہ علمائے دیوبند تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتہائی مداح ہیں۔ لہذا وہ اس جیسے الزامات نہیں لگا سکتے۔ جیسا کہ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ایک عالم فاضل نور حسین عارف خطیب جامع مسجد فضل فاروق آبادی محمد بخش گوجرانوالہ نے انتہائی تعجب سے کہا کہ وہ کونسا ایسا مولوی عبدالرحیم دیوبندی ہے۔ کہ جس نے یہ الزامات لگائے ہیں۔ کیونکہ میں اکثر علماء دیوبند کو جانتا ہوں۔ لیکن اس کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لیے میں مولوی عبدالرحیم کے رسالہ نمائے حق کو مع ٹائٹل کے یہاں لگا رہا ہوں۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ نہ رہے کہ مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے یہ الزامات نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی دندان شکن جوابات بھی تحریر کرنا جاؤں گا۔ تاکہ اہل حق انصاف کے ساتھ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۱۵۹ بنی اسرائیل ۸۱



اہل اسلام کی اہم معلوماتی درخواست
علماء و مشائخ کی آج تک کی نبرد گذاشت

نَدَاءُ حَقِّ

کتاب و سنت و تاریخ کی سررہی

تالیف

خادم علماء مفتی عبدالرحیم حنفی دیوبندی
مبلغ و مناظر اسلام خطیب لاہور۔ حال مال روڈ۔ مری
۱۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی
قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، لاجوت لامکانی بلوچستان

۲۔ حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی۔
مصنف کتب شہیرہ اسلامیہ

ہیں چھوڑی: ۱/۴ انعام آیت ۲۸ خود ترجمہ والے قرآن سے پڑھ لیجئے۔ یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ ۳/۱۱ طارق آیت ۱۳ خود قرآن یا معنی سے پڑھ لیجئے۔ معاویہ صاحب ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔ ان کی بغاوت کے حمایتی انکو صحابی کا تب و جی مجتہد جنتی بتاتے ہیں۔ اہل علم و تحقیق علماء و مشائخ کے نزدیک نہ صحابی نہ ہاجر نہ انصار بلکہ بائی اور مؤالفہ القلوب کہتے ہیں۔

صحابی کی تعریف :- ۲۶/۱۳ فتح آیت ۲۹۔ ۱۱/۱۱ والذین معہ مسلمانا ہو کر زندگی بھر ساتھ رہے۔ اس میں معاویہ نہیں۔ (۲) اشداء علی الکفار۔ کفار پر شدت والا ہوا اس میں بھی معاویہ نہیں۔ رجاء۔ میثم۔ آپس میں رحمدل ہو۔ اسمین بھی معاویہ نہیں۔ امت رسول کی تعریف قرآنی :- والسابقون الاولون۔ دین ایمان میں سبقت والے من المهاجرین :- ہاجرین میں سے ہو۔ والانصار :- انصار میں سے ہو۔ والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضی عنہ۔ معاویہ نہ صحابہ میں سے ہے۔ نہ امت رسول میں سے ہے۔ صحابہ کی تعریف سنت رسول سے۔ فرمان رسول ہے خیار کفری الجاہلیۃ خیار کفری الاسلام۔ جاہلیت میں جو خیار تھے۔ وہ اسلام میں بھی خیار ہی رہے۔ اس میں بھی معاویہ نہیں آتا۔

۱۔ وہ کون ہے جسے دو خلیفہ راشد سے بغاوت غدر اور دھوکہ کیا۔ اور دونوں کو شہید کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)۔

۲۔ وہ کون ہے جس نے خلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دہمیں رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اسکی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)۔

۳۔ وہ کون ہے جسکی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے تاروا فرمایا۔ معاویہ نے خلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اسے حضور نے فرمایا۔ ہڈنۃ علی وحق صلح برفساد حدیث میں ہے۔ ہر صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اسکے کہ حلال حرام اور حرام کو حلال ٹھرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)

۲. وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافت راشدہ سے بغاوت کی اور اسی پر مرزا (امیر عامہ معاویہ)
۳. وہ کون ہے جسے علماء مشائخ اہلسنت نے اسلام سے پہلا باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۴. وہ کون ہے جس نے اللہ رسول سے باغی ہو کر دو خلیقوں سے بغاوت و خروج کیا اور شرح عقائد مفسفی نے اسے باغی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵. وہ کون ہے جسے علامہ سعد الدین تغتا زانی نے شرح مقاصد میں اسلام سے پہلا باغی خارجی کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۸. وہ کون ہے جسے محقق علمائے اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں۔ (امیر عامہ معاویہ)
۹. وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپیں کتاب درۃ الحقیقات میں لکھا ہے نہ خلیفہ نہ صحابی نہ نبی ہے۔ (امیر عامہ معاویہ)
۱۰. وہ کون ہے جو سورۃ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۱۱. وہ کون ہے جس نے اپنے والد کے زنا پر پچاس گواہیاں لیکر باپ کے ولد زنا حرامی زیاد کو قرآن سنت سے منکر ہو کر بھائی۔ وارث کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۱۲. وہ کون ہے جسے حجر بن عدی اور انکے بارہ ساتھی صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا جنکے حق حضور نے فرمایا انہی اللہ اور آسمان و ارض غضبناک ہونگے۔ (امیر عامہ معاویہ)
۱۳. وہ کون ہے جسے حضور کی یہ حدیث سنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی ام سلمہ و دیگر صحابہ سے منع کرتے پر باز نہ آیا۔ بدستور گالی اور لعن طعن کرتا کرتا رہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۱۴. وہ کون ہے جسے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمہ اور صحابہ نے کہا تم علی اور اسے محبت کرنے والو نہ لعن طعن کرتے ہو اسمیں تو اللہ رسول بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ

- آیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۵۔ وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے باغیوں کا سرغنہ قرار دیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۶۔ وہ کون ہے جس نے اپنے کافر تادیبے کو مرتے وقت وصیت کی کہ فتح مکہ، بدر احراب و حدیبیہ کا بدلہ لینا مکہ مدینہ تباہ کرنا اور اسے ایسا ہی کیا (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۷۔ وہ کون ہے جسکی ماں نے حمزہؓ کا بعد شہادت سینہ پیرا اور کلیجہ چبایا اور خود اسے علی اور اللہ رسول کو گالی دی اور لعن طعن کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۸۔ وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب سے باغیانہ جنگ کئے اور مرتے دم کپڑوں کے تبرک کا فریب کیا اور بغاوت پر مرا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۱۹۔ وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دیکر امام حسن کو زہر دے کر قتل کرایا اور اسکا الزام انکی بیگناہ بیوی جعدہ پر مشہور کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۰۔ وہ کون ہے جس نے علی سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے انکی شہادت کا بندوبست مغرہ بن شعبہ کے ذریعہ کرا کے فریب کیا اور رویا تو بیوی نے تر مند کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۱۔ وہ کون ہے جس نے آل رسول سے ۹۹ باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی مومن قتل کئے اور خدا کا خوف نہ کیا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۲۔ وہ کون ہے جس نے حرم لعلہ حرم مدینہ کو ذنگ لگا ہوا بنا کر لا تعداد مسلمان صحابی قتل کئے منبر رسول لجا کر گم کرنے لگا تو سورت کو گہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۳۔ وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا جسکے حق حضور نے متواتر حدیث میں فرمایا عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کریگا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۴۔ وہ کون ہے جس نے خیر التا بعین اور اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا جس سے امت کیلئے دعا گرانے کو حضور نے فرمایا تھا۔ (امیر عامہ معاویہ)
- ۲۵۔ وہ کون ہے جس نے عمرؓ اور علیؓ اور حسنؓ اور عمارؓ اور عائشہؓ اور اویس قرنیؓ

- کو قتل کیا اور کرایا (امیر عامہ معاویہ)
۲۶. وہ کون ہے جسے علی بہادر خان بی. ایس. سی علیگ نے ملت تباہ تخریب کاروں کا قائد اعظم قرار دیا. (امیر عامہ معاویہ)
۲۷. وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبدالرحمان بن ابوبکر کوزیر دیکر اور ام المومنین عائشہؓ کو ہجرت کے پہلے بلا کر گناہ قتل کر دیا اور محمد بن ابوبکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں انکا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا ڈالا. (امیر عامہ معاویہ)
۲۸. وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم پر امت کے بے بصیرت علماء و ملانے صحابی بناتے مجتہد ٹھہراتے اور رضی اللہ پڑھتے ہیں. (امیر عامہ معاویہ)
۲۹. وہ کون ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا جدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے. (امیر عامہ معاویہ)
۳۰. وہ کون ہے جسے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے شمار میں ہیں جو نساء آیت ۹۲ میں ہے کہ ایک مومن کے عداوت قتل کیلئے ہمیشہ کا جہم ہے اسیر اللہ کا غضب و لعنت ہے. اسکیلئے عذاب عظیم تیار ہے. مگر اسکے ایک لاکھ ستہ ہزار موتوں کے قتل پر اسیر رضی اللہ پڑھی جا رہی ہے. (امیر عامہ معاویہ)
۳۱. وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکز ملت تھا کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے جسکا ارتکاب کیا گیا. (امیر عامہ معاویہ)
۳۲. وہ کون ہے جسے ایڈورڈ گنن سید امیر علی پریوی کو نسل کے حج نے آرج ریل کہا. (امیر عامہ معاویہ)
۳۳. وہ کون ہے جسے اللہ رسول کی نافرمانی اور بغاوت کی اللہ کا فرمان ہے انی جاہل فی الارض خلیفہ اس سے پہلا باغی کون ہے. (ابلیس شیطان)
۳۴. وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين الحمدین سے بغاوت کی. (امیر عامہ معاویہ)

۳۵. وہ کون ہے جو اللہ کے فرمانِ قفاً لتوا تقی تبعی کے زمرہ میں شامل واجب القتل ہے۔
(امیرِ عامہ معاویہ)

۳۶. وہ کون ہے جو رسول اللہ کے فرمانِ خلیفہ برحق سے باغی ہو قاضی بنوہ بالسیف کا مٹنا من کان میں شمار ہوتا ہے اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ (امیرِ عامہ معاویہ)
۳۷. وہ کون ہے جو خلیفہ راشد علی اور ان سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کرتا رہا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۳۸. وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزاروں منبروں پر علی اور اللہ رسول پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۳۹. وہ کون ہے جس کیلئے حضور معلم و مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابہ کو گالی دے لعن طعن کرنے اور لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۰. وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خصی کرنا کا کام کیا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)
۴۱. وہ کون ہے جس نے علی کو تار گٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سب و شتم لعن طعن کیا اور کرنا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۲. وہ کون ہے جسے اللہ رسول کے کافر اور برہمنوں سے بدکاری کرنیوالے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۳. وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھ کر مسیحا تھا اسلام میں۔ لعنت کو آبا اور جملکا ایمان نفع ہے۔ قرآن نے ان لوگوں سے ہمارے بسا کھ اسلام میں۔ اخل ہونے اور اسی کفر کیسا تھا اسلام سے نکل گئے۔ (امیرِ عامہ معاویہ اینڈ کو)

۴۴. وہ کون ہے جسکے متعلق عبداللہ بن زبیرہ دو صحابیوں نے گواہی دی اس نے شراب پی اور ہمکو بھی دی۔ مسند احمد طبع صفحہ ۵ ص ۲۴۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۵. وہ کون ہے جسکے متعلق عبداللہ بن سادق صحابی نے مسجد میں اعلان سے کہا اسے سو دیا اور کھایا وہ دوزخ میں گلے تک ہے۔ (امیرِ عامہ معاویہ)

۴۷. وہ کون ہے جس بد بخت ازلی ابدی نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لولو کو خرید کر اس سے حضرت عمرؓ کو قتل کرایا۔ جمیع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند۔ (امیر عامہ معاویہ)
۴۸. وہ کون ہے جسکے معتمدیشوا مسلم بن عقبہ ثری اور اسکے اپنے فرزند یزید نے کہا سب جھوٹ ہے یہ فرشتہ آیا نہ وحی ہوئی۔ (امیر عامہ معاویہ)
۴۸. وہ کون ہے۔ یہ نفع ایمان والا جسکے زانی۔ کافر باپ نے عثمان غنیؓ سے کہا یزیدی بادشاہت ہے۔ میں نہیں جانتا مانتا جنت دوزخ۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۸۹ (امیر عامہ معاویہ)
۴۹. وہ کون ہے جسکے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب سے اسلام میں آیا منافقین کا ماوا ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا۔ استیعاب ج ۴ ص ۸۹ (امیر عامہ معاویہ)
۵۰. وہ کون ہے جس یانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے روز حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صُنَاتٌ صُنَاتٌ صُنَاتٌ مَصَائِبٌ فِتْنَةٌ و فساد فرمایا۔ خصائص کبریٰ طبع حیدرآباد ص ۱۱۴۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵۱. وہ کون ہے جس کی باغی باطل ظالم سر پافتنہ فساد حکومت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکا عَضُو صُنَا و رندہ شابی ذمیا خصائص کبریٰ طبع بیروت ج ۲ ص ۱۱۴ (امیر عامہ معاویہ)
۵۲. وہ کون ہے جس نے ربّہ دم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب معرکوں کے بدلے لینے کی بسر زنی مسابین عقبہ سب حراموں کو حلال جاننے و ماننے والے فریق کافر بیٹے یزید کو حرم ملکہ حرم مدینہ نومارت و تباہ کر نیلی وصیت فی (جذب لقلوب) صحیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵۳. وہ کون ہے جس نے اپنے قطعی کافر بیٹے یزید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ و حکم بطور وصیت دیا اور اسمیں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھکر مدبر و معتمد کہا۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵۴. وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب کفر و نفاق پلٹے جانے کے باوجود

ایکے تک حلال ملانے اللہ رسول سے بیگانے بن کر اسے صحابی بنانے اور اسپر رضی اللہ پڑھنے پڑھانے پر بضد ہیں۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۵. وہ کون ہے جسے بغاوت پرست ملافوں نے محض باطل طور پر مجتہد بنا رکھا ہے۔ محقق علماء و مشائخ نے تصریح کی کہ وہ درجہ اجتماد تک نہ پہنچے تھے۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵۶. وہ کون ہے جسکے اجتہاد کی ٹکر براہ راست خلیفہ راشد سے ہوئی حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے جیسا ابلیس کا اجتہاد خلیفہ سے ہوا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۷. وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنایا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے بخاری شریف۔ (امیر عامہ معاویہ)
۵۸. وہ کون ہے جسکے ایک وتر کے معاملہ میں اجتہاد کو ملا خط کر کے ابن عباس نے اسے گدھا کہا۔ طحاوی فیض الباری۔
(امیر عامہ معاویہ)

۵۹. وہ کون ہے جس نے اجتہاد کر کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے ۹۹ جنگ یاغیانہ کئے ایک لاکھ ستر ہزار مومن حافظ قرآن و سنت قتل کئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔ مشکوٰۃ ص ۴۱۴۔
(امیر عامہ معاویہ)

۶۰. وہ کون ہے جسے تنفیٰ غیبی احکام اللہ ان نے امت اسو سے لکھا اسلئے ماہی از اسکے گروہ کو کہا۔ مَتَّانٌ لَّمْ يَنْفَعْ قَلْبَهُ مِنَ الْفِكْرِ وَهُوَ كَمَنْ كَفَرَ بِدِينِهِ وَنَبِيِّهِ
نے کفر سے ناپ نہ نیا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۶۱. وہ کون صاحب ہے جو اللہ رسول کے حکم دین و ایمان سے بغاوت کی بنا پر دوزخ ایمان سے خارج ہوا اور ملت میں تفریقہ کا موجب بنا۔
(امیر عامہ معاویہ)

۶۲. وہ کون صاحب ہیں جو ملت سے پہلے باغی ہیں۔ اگر مسلمان انکے متعلق غلط فہمی نہج کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو توفیقہ نہ رہے۔ (امیر عامہ معاویہ)
علماء مشائخ دانشور اور حکام متعلقہ کا فرض ہے۔ اس تحریک بغاوت و

فساد کو بلا تاخیر ختم کر نیکابند و بست کریں۔ ورنہ پھر نہ کوئی کہے قبر نہ ہوئی
 اعلان عام :- ان علماء مفتیان کی جانب سے دس سال تک جو عالم عرب و علم
 سے ان دلائل کا حوالہ بحوالہ رد جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستان انعام کا
 مستحق ہے۔ جو نہ رد کر سکے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاۃ ظالموں بدکاروں نکلوٹوں
 کو صحابہ کرام میں رکھ کر ان پر رضی اللہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر
 مندی جاہل گمراہ اور اس کے اور باب من دون اللہ پر دس ہزار برس تک
 روزانہ صبح شام وہ جو اللہ نے اس سے پہلے خلیفہ سے باغی پر خود مقرر رکھی انی
 یوم الدین والسلام علی من اتبع الهدی من العالمین۔ ہم معلم
 و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آل و اصحاب پر قربان ہیں
 جن میں کوئی باغی نہ سود خور نہ شرابی نہ ناصبی نہ خارجی نہ ظالم نہ کافر نہ فاسق نہ منافق
 نہ زندیق نہ مرتد نہ گمراہ نہ زنیم بلکہ خابص مومن ہر غیر و خوبی والے باقیوں الاولین من
 المہاجرین و الانصار و الدین اتبعوا ہم باحسن رضی اللہ عنہم و رھو عنہ۔ و اعد
 لهم جنت تجری تحتھا الانهار الخالدین فیھا ابد ذالک الفور العظیم
 ۱۱ توبہ آیت ۱۰۰-۱۰۱ انہی الذین یروفوا ورافقتہم حکم ہے۔ اولئک الذین
 ہدی اللہ فبھد اھم اقتدھرہ۔ ملک میں باغیانہ فساد کی جذبات
 کے عالمانہ دفاع کاموار اور ذخیرہ جن پیدہ علماء و مشائخ و فضلاء سے
 سوالات کے جوابات حاصل ہوئے۔

۱) اعلم حضرت علامہ ابوالحسنات قدسی فاروقی مصنف مجمع البحرین محمدی پریس
 دیوبند انڈیا۔

۲) اعلم حضرت علامہ مولانا محمد اکرام صاحب خطیب جامع کلویہ شریف ضلع سہارنپور
 انڈیا۔

۳) اعلم حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ بلخ شیر حنفی قادری چشتی نقشبندی
 مہر درہی لاہوت لامکانی۔

- (۴) حضرت علامہ مولانا مفتی افضل الہی صاحب خطیب دربار محبت فقیر شریف پورنا
- (۵) حضرت الشیخ علامہ نظام الدین کیال شریف نژاد شاردہ حال آزاد کشمیر۔
- (۶) حضرت صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب سجادہ نشین درگاہ اجیر شریف انڈیا۔
- (۷) حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری نقوی مصنف کتب شہیدہ اسلامیہ
- (۸) اعلیٰ حضرت علامہ محمد عبدالکریم کردی رئیس المدین والافتاء بغداد شریف عراق۔
- (۹) علامہ محمد فاضل قادری آزاد کشمیر خادم علماء و مشائخ
- (۱۰) خادم العلماء و مشائخ سید ابوالمحبوب سکندر شاہ حنفی قادری۔
- (۱۱) حضرت علامہ الدھر عبدالقیوم خادم علماء مشائخ اہلسنت پاکستان۔
- (۱۲) یہ جوابات علی معلمہ کتابوں سے ہم نے دیئے۔ خادم ملت پنج شیر و مفتی عبدالرحیم
- حضرت علامہ سید مہر حسین شاہ بخاری، نقوی۔

مولوی عبدالرحیم دیوبندی کے باسٹھ سوالات

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے جس نے دو غلیفہ راشد سے بغاوت کی اور ان کو شہید کیا۔

جواب: اس کا جواب سند سوالات کے ضمن میں آ رہا ہے اور تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۰۳ پر بھی موجود ہے۔

سوال نمبر (۲):

وہ کون ہے جس نے غلیفہ راشد سے دھوکہ فریب فساد دل میں

رکھ کر صلح کی مگر اسلام میں اس کی صلح برفساد اور غیر مشروع ہے؟

جواب:

غلیفہ راشد سے مراد اس دیوبندی رافضی کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اہم حسن رضی اللہ عنہما ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس نے ان کی شہادت

کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ درحقیقت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا خود ان کا نام لیا اور ارادت مند

عبدالرحمن بن ملجم ہے۔ جس کا ملاحظہ ثبوتِ شیوہ سنی کتب میں موجود ہے۔ ہماری تصنیف و شیوہ مذہب، میں بھی اس بارے میں حوالہ جات مذکور ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کمال ابن اثیر کا ایک حوالہ ہی معتبر ہے۔ ایسی ہی ہے۔ امام حسین نے جب اپنے برادر بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ زہر دینے والے کا نام بتا دیں۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے علم نہیں یہ عبارت ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۱۴ تا ۲۱۵ پر بالتفصیل موجود ہے۔ جب خود جن کو زہر دیا گیا۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ کس نے زہر دیا۔ یا معلوم تھا لیکن نہ بتایا۔ تو عبدالرحیم اینڈ برادرز کو کہاں سے شیطانی الہام ہوا کہ زہر دینے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ اعتراض من گھڑت اور لغو محض ہے۔

سوال نمبر (۳)

وہ کون ہے جس کی منافقانہ صلح کو زبان رسالت نے ناروا فرمایا معاویہ نے فلیفہ راشد امام حسن سے منافقانہ صلح کی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هُدَّةٌ عَلَىٰ ذَخْنٍ۔ صلح اسلام میں جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا موجب بنے۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے بڑی چالاکی اور تبرا بازی سے دو هُدَّةٌ عَلَىٰ ذَخْنٍ کے مفہوم کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ یہ الفاظ بخاری شریعت میں ہیں۔ اور وہاں اسے مطلقاً عام لوگوں کے لیے علاماتِ قیامت کے ضمن میں لکھا گیا۔ یعنی قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی۔ کہ کچھ لوگ فساد پر صلح کریں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خود شیعہ کتب میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا کلام موجود ہے۔ فرمایا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے کوئی بد عہدی نہیں کی۔
الاجخبار الطوال :

مؤرخین کہتے ہیں۔ کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی پوری زندگی میں اپنے بارے میں کوئی برائی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی خلاف طبع بات دیکھی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کی گئی کسی شرط کو ختم نہ کیا۔ اور نہ ہی اچھے سلوک کو ان سے جدا کیا۔ (اجخبار الطوال ص ۲۲۵) اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب ”تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۱۹۷ تا ۲۰۰“ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر (۴)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول کے فرمان سے باغی بن کر خلافتِ اشرف سے بغاوت کی؟

سوال نمبر (۵)

وہ کون ہے جس کو علماء و مشائخ اہل سنت نے اسلام کا پہلا باغی کہا ہے؟

سوال نمبر (۶)

وہ کون ہے جس نے اللہ و رسول سے باغی ہو کر دو خلیفوں سے بغاوت و خروج کیا۔ اور شرح عقائد نسفی نے اسے باغی کہا؟

سوال نمبر (۷)

وہ کون ہے جس کو سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اسلام کا پہلا باغی خارجی کہا؟

جواب:

ان چاروں سوالات کا حاصل ایک ہی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام کے پہلے باغی ہیں۔ اور علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں اول باغی ہونے کی تصریح کی ہے۔ ہم اس بات کا جواب دو دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ کی جلد دوم الزام^{۱۶} میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ یہ اعتراضات دراصل ”محدث ہزاروی“ کی پیروی ہیں۔ اور اس کے چہیتے لخت جگر عبدالرحیم نے بھی وراثت میں حاصل کیے۔ دونوں نے لفظ ”باغی“ سے من پسند معنی یعنی ”دکافر“ لے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور خیانتِ باطنی کا اظہار کیا۔ ہماری کتاب مذکورہ کی جلد دوم میں لفظ ”باغی“ سے یہاں علماء اہل سنت نے کیا مراد لیا وہ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی بغاوت کی جس کا اجتہاد سے تعلق ہے۔ یعنی پہلی اجتہادی بغاوت کی پہل کی۔ اس بارے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

تہج البلاغۃ

امیر معاویہ کا اور میر ابوبکرؓ، نبی ایک اور اسلام کی طرف دعوت دینا ایک ہے۔ اور نہ ہم دعوائے کرتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں ان سے زیادتی کا اور نہ ہی نبی کی تصدیق میں زیادتی کا دعوائے کرتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہم پر زیادتی کا دعوائے کرتے ہیں۔ البتہ الامروا احدا الاما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء۔ یعنی ہمارا اختلاف صرف خون عثمان میں ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (تہج البلاغہ مکتوب بزہد ۵۸ کتبہ الی اہل الانصار)

قارئینِ کرام! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جن سے اختلاف ہے۔ وہ انہیں مسلمان اور صحابی سمجھتے ہیں۔ اور یہ چودھویں صدی کے افاضی امیر معاویہ کو

دجال منافق اور کافر تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ دراصل یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی دشمن ہیں۔ آج نہیں توکل انہیں سمجھا جائے گی۔ کہ ایک صحابی رسول اور کاتب وحی کے بارے میں ہم نے جو تجویزات کیے اور دین دنیا برباد کر بیٹھے کاش ہم ایسا نہ کرتے۔ میں بارہا پیر کیلانی سید باقر علی شاہ صاحب کے خواب کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ ان سے امیر معاویہ کی شان میں لغزش ہوئی۔ رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ جھگڑا میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں۔ کہ اگر لغزش پر مطلع کرنا تھا تو اکیلے علی المرتضیٰ ہی خواب میں مطلع فرمادیتے۔ لیکن خواب میں تینوں حضرات کا نظر آنا دراصل اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ ہم دونوں اکٹھے کھڑے نہ ہوتے۔ اور دوسری بات یہ کہ جس طرح مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے۔ اسی طرح امیر معاویہ بھی دیکھو حضور کے صحابی ہیں۔ ہماری لطائی صرف ایک اجتہادی خطار کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ کوئی ذاتی عناد اور دشمنی نہ تھی۔ اس لیے لطائی ہونے کے باوجود ہم دونوں کا تعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوں کا توں ہے۔ اور یہ بھی سمجھنا تھا۔ کہ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔ تو ہم میں سے کسی سے عداوت اور بیزگنی والا دوسرے کا ہرگز دوست نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو امیر معاویہ کو دکھ ہے اس مجھے اور آپ علیہ السلام کو دکھ پہنچتا ہے۔ صاحبِ خواب فرماتے ہیں۔ اس لغزش کی وجہ سے میرا روحانی فیض اس وقت تک بند رہا۔ جب تک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد پھر ترقی شروع ہو گئی۔ نیز فرمایا کرتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا دم بھرنے والا کبھی بھی اللہ لاؤلی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مشاہدہ کی بات ہے۔

باقی رہا عبدالرحیم دیوبندی کا یہ کہنا کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ یہ کہا تو ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں گا اگر تمہاری مراد ان علماء و مشائخ سے وہ ہیں۔ جو تمہارے محکمہ اور محدث ہزاروی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ایسے علماء مشائخ اللہ رسول کے حکم کے مخالفت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن ہونے کی وجہ مردود ہیں۔ اور اگر مراد ائمہ اربعہ اور ان کے تابعین ہیں۔ اور وہ حضرات کہ جن کی علیت اور مشائخیت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ تو یہ تمہارا بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ دو قریب کے ایک عظیم عالم اور شیخ اور ولی کامل علامہ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "وضوہ الحق" کے صفحہ ۲۶۲ سے ۲۹۶ تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امت کے عظیم دینی و روحانی پیشواؤں کا ہر یہ عقیدت پیش کیے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی، غزالی، قاضی عیاض، غوث پاک، شیخ سہروردی، امام نووی، امام ابن ہمام، امام شعرانی اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہم جمیعین۔ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ ہم نے ان ائمہ حضرات کی کچھ عبارتیں اپنی کتاب "دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" کا علمی محاسبہ، کی جلد اول باب اول میں درج کی ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائیں ان ائمہ اور مشائخ کے نظریات سے ہٹ کر نظریہ قائم کرنا دو منہ شدہ "شذوذ فی التار" کے مصداق ہے۔ لہذا عبدالرحیم دیوبندی خود اپنے باپ کے میں کچھ فیصلہ کر لے کہ وہ اپنی تحقیق کے بل بوتے پر کدھر جا رہا ہے؟

سوال نمبر (۱)

وہ کون ہے۔ جسے محقق علماء اسلام نے مشہور و معروف کتاب مجمع البحرین

میں لکھا ہرگز ہرگز صحابی نہیں؟

جواب:

”مجمع البحرین“ کا مصنف جسے عبدالرحیم دیوبندی نے محقق اسلام کہا ہے یہ کون ہے۔؟ اور کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کا تعارف خود اس کے الفاظ سے آخر میں یوں درج ہے۔ ”ابو الحسنات قدسی فاروقی مصنف، مجمع البحرین محمدیہ پریس دیوبند انڈیا“ اس محقق اسلام کا نام ہم نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ اور یہ یقیناً عبدالرحیم کی طرح رافضی محقق ہے۔ اور اس کا پیشوا نظر آتا ہے۔ جس کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح عبدالرحیم جو اپنے آپ کو دیوبندی مفتی کہلاتا ہے۔ کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان دونوں کا اہل سنت سے تعلق ہوتا۔ تو ب سے پہلے ان کی نظر احادیث نبویہ پر پڑتی۔ اور دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تعریفیں کیں۔ اور پھر آثار صحابہ اور تابعین کرام کے ارشادات دیکھے جاتے۔ یہی جب آنکھوں پر عداوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مینک جڑا حالی ہو۔ تو پھر ان کے اوصاف کہاں نظر آئیں گے۔ ”الاستیعاب“ میں سے جیسا کہ اگلے صفحات پر آرہے ہیں اس رافضی کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑ گئی۔ لیکن فضائل و مناقب والی احادیث سے آنکھیں موندیں۔ گنا۔ ذکر سے ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب:

عن الحارث بن زیاد عن ابی اہرم السماعی
انہ سمع عرباض بن ساریة یقول سمعت
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اللَّهُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَ
قِهِ الْعَذَابَ-

دالاستیعاب جلد سوم ص ۲۰۱ بر حاشیہ الاصابہ

حرف میم قسم اقل بیروت

ترجمہ: عربان بن ساریہ صحابی رسول کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب

سکھا۔ اور عذاب سے بچا۔

گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اگر دنیا میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

کوئی خطا سرزد ہو گئی ہو تو اے اللہ! اسے معاف فرما دینا۔ اور انہیں عذاب

دوزخ سے رہائی عطا فرما کر جنت میں داخل فرماتا۔ بخاری شریف سے ایک

روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف:

عن ابن ابي مليكة قال اوتر معاوية بعد

العشاء بركة وعنده مؤلى لابن عباس

فأتى ابن عباس فقال دعه فإنه قد صحب

رسول الله صلى الله عليه وسلم..... حدثنا

ابن ابي مليكة قيل لابن عباس هل لك في

أمير المؤمنين معاوية فإنه ما أوتر إلا

بوحدة قال أصاب إنته فقيهه - بخاری شریف

جلد اول ص ۵۳۱ پارہ ۱ ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ:

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں۔ کہ عشاء کے بعد امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک آزاد کردہ غلام (ابن کریم) وہاں موجود تھے۔ وہ ابن عباس کے پاس آئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر ابن عباس نے فرمایا۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔..... ہمیں ابن ابی ملیکہ نے کہا۔ کہ حضرت ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی عنہ سے صرف ایک رکعت وتر ادا کیا ہے۔ کیا تم اس بارے میں کچھ ان کے متعلق کہنا چاہو گے؟ فرمایا۔ انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ وہ فقیہ ہیں۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن کے علم کے حصول کی دعا فرمائی۔ دوزخ سے بچانے کی اللہ سے درخواست کی۔ کیا کسی کا فریاد منافق کے بارے میں اللہ کا رسول ایسی دعائیں کرتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے والا درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانے کی باتیں کرتا ہے۔ جس کا انجام وہ خود سمجھ لے۔ پھر جبر الامت رأس الفقہاء من الصحابۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحابیت، فقاہت اور اصابت رائے کی دو ٹوک انداز گواہی دیں۔ ان کے صحابی ہونے کا انکار کرنے والے عبدالرحیم، محدث ہزاروی اینڈ ٹیکنی ایسے ازلی بدبختوں کی کون سننے گا۔ کہاں پڑی اور کہاں پڑی کا شور یہ اسی حکم سے تعلق ہے۔

جمع البحرین کے مصنف کا جسے بڑے طمطراق سے ”محقق اسلام“ لکھا گیا۔ یہ سب لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلمیذین کی ہم سری بھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کی گمراہی اور مابعدوں کے حسد سے ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے امین۔

سوال نمبر (۹)

وہ کون ہے جسے محمدی پریس میں چھپی کتاب ”مرآة المتحققین“ نے لکھا کہ وہ نہ خلیفہ نہ صحابی اور نہ مہاجر ہے؟

جواب:

ازلی بد بختی کا اندازہ کریں۔ کہ وہ محمدی پریس، میں کسی کتاب کا چھپ جانے کا کتاب کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور پھر ”مرآة المتحققین“ کتاب کا نام لکھا نہ معلوم اس کا مصنف کون ہے۔ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا صفحہ نمبر کیا ہے جس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی، خلیفہ اور مہاجر ہونے کی نفی موجود ہے؟ چوروں کی طرح بے نام و نشان بات کر کے اسے ان حضرات کے مقابلہ میں پیش کرنا جن کی شخصیت مسلم اور جن کی علمیت پر دنیا نے اسلام متفق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بخاری شریف میں ہر حدیث درج کرنے سے قبل روضہ رسول پر استخارہ کیا۔ اور پھر اس سے جو ایک حدیث ہم گزشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی طرف سے مروی ہے۔ جو صحابی رسول، فقیہ اور مجتہد ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ ایک طرف بخاری شریف اور دوسری طرف ”مرآة المتحققین“ ایک طرف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری طرف دوا بر الحسانات قدسی فاروقی، اس تقابل سے ہر ذی شعور، یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ بخاری شریف اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہی معتبر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو بخاری شریف کا ہم
 کب گوارا ہے۔ اُسے اپنے جیسے دجال اور کذاب اچھے لگتے ہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
 کبوتر با کبوتر زاع با زاع

سُئَالٌ غَيْرٌ (۱۰)

وہ کون ہے جو سورہ فتح کی صحابہ کی تین تعریفوں میں نہیں آتا؟

جواب اول،

صحابی کی تعریف اجماع امت کے مطابق یہ ہے۔ جس نے ایمان کی
 حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اسلام پر ہی اس کا وہاں
 ہوا ہو، اس تعریف کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کامل صحابی ہیں۔ کیونکہ
 آپ نے ایمان بھی قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔
 اور ایمان پر ہی انتقال فرمایا۔ ان اوصاف پر کتب احادیث اور کتب سیرت بھری
 پڑھی ہیں۔ ایمان لانے کے ساتھ آپ کو وحی کی کتابت کی ذمہ داری بھی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے سپرد کی تھی۔ بلکہ علامہ ابن حجر مکی ”تظہیر الجنان“ میں ص ۱۲ پر لکھا ہے ”صاحب
 ستر معاویہ بن سفیان۔“

فَمَنْ أَجَبَهُمْ فَقَدْ نَجَى وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ، یعنی
 حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں میں سے گیارہ آدمی یہ بھی
 ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف، ابو عبید بن جراح، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص،
 سعید بن زید، چاروں خلفاء راشدین اور آخر میں فرمایا۔ میرا زدان حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہما بن سفیان۔ جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پا گیا۔ اور
 جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو اپنا رازدان کیوں بنایا؟ لیکوڑہ کھاتبہ،
وَ اَمِيْنَتُهُ عَلٰى الْاَسْرَارِ بِالْاِلٰهِيَّةِ وَ التَّنْزِيْلِ الرَّحْمٰنِيَّةِ اس
لیے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ (کی وحی) کے کاتب تھے۔ اسرار اللہ
کے امین تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے احکام کے رازدان
تھے۔

اب جبکہ صحابی کی تعریف اللہ اس سے زیادہ فضیلت حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے حاصل ہے۔ تو پھر عبدالرحیم وغیرہ کا سرے
سے ان کی صحابیت کا انکار کرنا۔ اور صحابی کی تعریف سے انہیں خالی قرار
دینا کون تسلیم کرے گا۔ ہم نے صحابی کی جو تعریف ذکر کی ہے۔ وہ امت کے
علماء کی متفقہ ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں عبدالرحیم دیوبندی افضی نے صحابی کی اپنی طرف سے تین
تعریفات وضع کیں۔ اور پھر ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دو صحابیت
سے نکالنے کے لیے بہت بڑا دھوکا دینے کی کوشش کی۔ یہ اس کی یا تو انتہائی
 حماقت و جہالت ہے۔ یا پھر بہت بڑی ہکاری حقیقت یہ ہے۔ کہ دو صحابی
مخفی تین تعریفیں کسی نے نہیں کیں۔ اور نہ ہی سورہ فتح میں صحابی کی تعریفوں کا ذکر ہے
ہاں سورہ فتح کے آخری کتب میں صحابہ کرام کی تین صفات اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں۔

۱۔ اَشِدَّ اَوْ عَلٰى الْكُفَّارِ - ۲۔ رَحَمًا مَّبِيْنًا هُمْ - ۳۔ تَرَاهُمْ
رُحَمَاءًا مَّجْدًا يَبْتَغُوْنَ قَضًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا۔
یعنی کفار کے لیے بڑے سخت آپس میں نہایت نرم دل اور بجزرت نماز سے
اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا پانہنے والے ہیں۔ ان میں صفات کو صحابی کی تین تعریفیں
قرار دینا کوئی جاہل بھی اسے نہ کرے گا۔ اگر عبدالرحیم افضی ان صفات کو تعریفات
سمجھتا ہے۔ تو پھر اس جاہل کو جب صفت اور تعریف کا فرق ہی معلوم نہیں تو

اس کے الزامات و سوالات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ وہ کیا وقعت رکھتے ہوں گے۔ اگر بغرض مجال ان صفات کو تعریفیات ہی سمجھ لیا جائے تو پھر اسی سورت میں اور بھی صحابہ کرام کی صفات آئی ہیں مثلاً إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِحْتِمَاً يُبَايِعُوْنَكَ اللهُ الخ بے شک جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ انہوں نے یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف جو اللہ نے اپنی بیعت سے تعبیر فرمایا۔ صحابہ کرام کو یہ صفت صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عطا ہوئی۔ اور جو اس واقعہ میں شریک نہ تھے یا بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ وہ اس صفت سے محروم رہے۔ لہذا ان میں سے کسی کو اس صفت سے محرومی کی بنا پر دو صحابی، کہنا درست نہ ہوگا۔ حالانکہ ہزاروں صحابہ کرام اس صفت کے بغیر بھی صحابی ہوئے۔ جن پر قرآن کریم ہے۔ فتح مکہ کے دن اتنا مجوم تھا۔ جو مشرف باسلام ہونا چاہتے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا۔ إِذْ جَاءَ فَخْصَرَ اللهُ وَ انْفَتَحَ وَ ذَلَّيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اِحْوَابِ اللهِ تَعَالَى کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو اپنے لوگوں کو فوج در فوج دین میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی وجہ یہ بنی۔ کہ یہودیوں نے لوگوں کو کہہ رکھا تھا۔ کہ اگر یہ لوگوں سے پھر پھر ہنسنا۔ تو یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر مکہ کو فتح کریں گے یہ سب باتیں ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ لوگوں نے ان کی پیش گوئی یاد رکھی ہوئی تھی۔ اور آپ کی صداقت کے بارے میں اس کے پورا ہونے کے منتظر تھے جو نہی مکہ فتح ہوا۔ تو لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ سب صحابی بن گئے۔ اگر سورہ فتح میں مذکور صفات کو صحابی کی تعریف، قرار دیا جائے۔ تو اتنی بڑی تعداد صحابیت سے محروم ہو جائے گی۔ اس سے آپ حضرات

کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی کا امیر معاویہ سے بغض و حسد نے کہیں
کا ترہنے دیا۔ ان کی صحابیت کی انکار کے طریقے ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام
کو صحابیت سے نکال دیا۔ یہ نتیجہ بغض و حسد کے علاوہ صفت اور تعریف
میں فرق و امتیاز نہ کرنے کی بنا پر ہوا۔ گویا جہالت و حسد و بغض نے بے ایمان کو
دیا۔ (والعیاذ باللہ)

دوم جواب:

جو کچھ اوپر لکھا گیا۔ وہ دراصل عبدالرحیم کی جہالت کی تصویر تھی۔ اب ہم اس
طرف آتے ہیں۔ کہ کیا مذکورہ تین صفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں موجود
نہ تھیں۔؟ آئیے واقعات و حقائق سے اس کی تحقیق ہمیش کریں۔

۱۔ کفار کے لیے نہایت سخت۔ جب ہم فتح قسطنطنیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس صفت کے اعلیٰ موصوف نظر آتے ہیں۔
ورنہ یہ فتح حاصل نہ ہوتی۔ میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۱ ص ۲۹۱ تا ۲۰۰۔
میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت
زیادہ اہل کفر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس جنگ کی اجازت
لی۔ ۲۸ھ میں یہ جنگ لڑنے کے لیے خود بنفس نفیس امیر معاویہ رضی
اس میں شریک ہوئے۔ بخاری شریف میں آیا ہے۔ وجبت لہم
یعنی جنگ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لیے جنت
واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور یہ کہ آپ
جنتی مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ علاوہ ازیں امام شعرانی نے لکھا۔
کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اور دوسری جنگوں میں فتح کی

بدولت ہزاروں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا اسلام پھر ان کی آنے والی نسلوں کا اسلام یہ سب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں جاتا ہے۔ بہر حال اس کثیر تعداد فتوحات کے حامل شخص کو اگر کوئی بد بخت کہے۔ کہ وہ کافروں کے لیے سخت گیر نہ تھا۔ تو اس سے بڑا حقیق کون ہو سکتا ہے۔

۲۔ آپس میں نہایت ہربان۔ رافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس صفت کے پائے جانے کا انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ لیکن یہ ان کے ساتھ سخت ردیہ رکھتے تھے۔ کیا حقیقت یہی ہے گذشتہ اوراق میں آپ نے جو کچھ پڑھا اس کے پیش نظر اگر یہ بد بخت رافضی، قرآن کو ہم اقوال و ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، معجزات صحابہ کرام سے تعلقات اور علی المرتضیٰ رحمہ و حسنین کو ہمیں کا امیر معاویہ کے ساتھ تعلق پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اسے سب کچھ واضح ہو جاتا۔ رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی بنا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو کتاب کا علم فرمایا۔ جہنم کی آگ سے اسے محفوظ رکھو۔ اور کتابت وحی کی ذمہ داری کو بھی سانسے رکھا جاتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنا راز دان بنانا بھی پیش نظر رہتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بوقت انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریعت انکھوں پر رکھنے کی وصیت کرتا اور چادر مبارک میں لٹھن اپنے کی وصیت یہ سب باتیں اس رافضی کے پیش نظر ہوتیں۔ تو وہ رحمان بیذہم، کا قطعاً انکار کرتا۔ یہ باتیں اور یہ وصیتیں دو دشمن باہم نہیں کیا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میرے شہسوار کو بڑا امت کہو۔ کیا امیر معاویہ شہسوار رسول سے باہر ہیں؟ کیا آپ کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

امیر معاویہ کی حقیقتی بہن نہیں؟ ادھر اس رافضی کی بھو اس اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بقدر معلوم ہوا کہ امیر معاویہ میں ”رحماء بینہم“ کی صفت کامل اور اتم ظہور پر بھی موجود تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ اجہلوئی، شطاک کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ فروری ہوئی۔ لیکن یہ جنگ ”رحماء بینہم“ کے خلاف نہیں ہے۔ اگر واقعی یہ جنگ بغاوت تھی تو دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی المرتضیٰ شہید کیوں فرماتے؟ شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہے کہ علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر سن کر آنسو بہا یا کرتے تھے اور اوصاف بیان کرنے والوں کو انعام دیا کرتے تھے۔ اور پوچھتے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے ان کی صفات بیان کیں۔ جیسا کہ امامی مدوق ص ۲۷۱۔ مجلس الحادی والتسعون وغیرہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے۔ باقی رہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد تو صحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۰۰ میں اس کی وضاحت تفصیلی مذکور ہے۔ کہ حسین کریمین نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے بظن وعدے کیے۔ ان کو ایثار فرمایا اور خود رافضیوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سونے کے ہرنال دس ہزار دینار بطور نذرانہ امام حسین کو پیش کیا کرتے تھے اس کے علاوہ ہر قسم کے مہوہ جات اور اجناس خوردنی بھی دیا کرتے تھے مقتل ابی مخنف ص ۵ پر یہ مذکور ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ ایک بات ہی دیکھی جائے۔ کہ حسین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور تا دم آخر اس پر قائم رہنے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حسین کریمین ایسے شخص کی بیعت کریں۔ جو فاسق و فاجر نہیں بلکہ سرے سے مسلمان ہی نہیں؟ یہی امام حسین رضی اللہ عنہم کہ کر بلا کے میدان میں سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن یزید کی بیعت پر رافضی نہ سوتے

کیونکہ انہیں اپنے والد ماجد کی یہ آخری وصیت یاد تھی۔ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ
وَأَنْهَؤُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ كَمَا نَهَى عَنْهُ مِنْتَ جَهَنَّمَ نَا۔ اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا۔
تو تم پر ایسے ظالم حاکم مسلط ہو جائیں گے۔ کہ تم دعا کرو گے۔ مگر وہ قبول نہ ہوگی۔
بئس ابلاغہ بدو جو ہے۔

قارئین کرام! حسنین کو یمن نے امر بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا خیر خواہ، حقیقی مسلمان سمجھا تھا۔ تو بیعت کا تھی۔ غلام کلام
یہ کہ عبدالرحیم رافضی بے چارے کو صحابی کی تعریف ہی سمجھ نہ آئی۔ اور صفت
کو تعریف سمجھ بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس نے جن صفات کو صحابی کی تعریف
قرار دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو صحابیت سے نکلنے کے لیے متنبی
کیا۔ اس میں بھی اس نے بددیانتی کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور اسے واضح نہ کیا۔ بلکہ
گولی مول کر گیا۔ یہ اس لیے تھا کہ اہل عقل و غرور اس پر غور نہ کر سکیں۔ اور اس کی حقیقت
کو نہ پہچان سکیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جن صفات کا اس رافضی نے امیر معاویہ
میں موجود ہونے کا انکار کیا۔ وہ ان میں کامل طور پر موجود تھیں۔ رہا رضی اللہ عنہما
کا معاملہ تو قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ (پل رکوع ۲۵) وہ لوگ جن کا نام اولین
مہاجر و انصار میں نہیں آتا۔ لیکن انہوں نے ان کی اتباع کی۔ تو ان سب سے
اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے اقوال، حسنین کو یمن کی بیعت وغیرہ یہ وہ امور ہیں۔ جن سے
نہایت ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں مذکورہ تینوں صفات
موجود ہیں۔ آخری صفت یعنی رکوع و سجود میں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
حاصل کرنا اس کی تفصیل میری کتاب تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۷۷ میں گزر چکی ہے جس سے

واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز کس طرح بسر ہوتے تھے۔ شیعہ مؤرخوں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ کی ایک ساعت بھی ایسی نہ تھی۔ جو رضائے الہی کے بغیر گزری ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہایت رحم دل تھے۔ اور خوفِ خدا سے آپ کا دل لبریز تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سوال نمبر (۱۱)

وہ کون ہے جسے اپنے والد کے دنا پر پچاس گواہیاں لے کر باپ کے ولد الزنا (حرامی) زیاد کو قرآن و سنت سے منکر ہو کر بھائی اور وارث بنایا؟

جواب:

اس اعتراض کی مفصل بحث ہماری اسی کتاب میں موجود ہے۔ جو درجی کے پہلے اعتراض کے جواب میں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔ اور میرا سب سے بڑا بیٹا علامہ مولانا قاری محمد طیب میری کتاب مذہبِ شیعہ میں لکھی گئی تیرہ جلدوں کی ایک تفصیل فہرست لکھ رہا ہے۔ بہت جلد مارکیٹ میں آ رہی ہے۔ جس سے قارئین کرام کو کسی مسئلہ کی تلاش میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ یہ کام حضرت پیر طریقت سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیلیا نوالی بکرار کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے۔

اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ اگر زیاد ویسا ہی تھا جیسا عبدالرحیم وغیرہ

نے بتایا۔ تو پھر کیوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فارس کا اسے گورنر بنائے رکھا؟ فارس کا گورنر رہنا ایک حقیقت ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قابل اعتماد آدمی تھا۔ اور اگر وہ ویسا ہی ہوتا جیسا ان ظالموں نے پیش کیا۔ تو آپ اسے فارس کا ہرگز ہرگز گورنر نہ بناتے۔ اس الزام کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ دور جاہلیت کے نکاح کے مطابق شخص حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا رط کا بنا۔ شریعت نے اگر اگرچہ سابقہ نکاحوں کو ختم کر دیا۔ لیکن ان سے جو کچھ ہو چکا اسے معاف کر دیا تھا۔ اس کی مفصل بحث ہم نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے مذکورہ مقام پر درج کر دی ہے کتاب عنقریب بازار میں آ رہی ہے۔ وہاں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

سوال نمبر (۱۲)

وہ کون ہے جس نے حجر بن عدی اور ان کے بارہ صحابیوں کو ظلم سے قتل کیا؟ جن کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر اللہ اور آسمان والے غضب ناک ہوں گے۔

جواب:

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ کہ عبدالرحیم علیہ ما علیہ کا اعلان تو یہ ہے۔ کہ میکوئی حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس سوال نمبر (۱۲) کا

کون سا حوالہ دیا؟ اس حوالہ کی کیا حقیقت ہے؟ یہ تو کذاب لوگوں کا وطیرہ ہے۔
ضابطہ یہ ہے۔ کہ فضائل میں ضعیف روایت بھی تسلیم لیکن احکام اور جرح کے معاملہ
میں روایات صحیحہ کا ہونا ضروری ہے۔ اس سوال کو ہم نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم
کے ص ۳۰۷ تا ۳۰۹ پر بسط و تفصیل سے لکھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہے ہاں
سے آپ کو دستیاب ہو جائے گا۔

سوال نمبر (۱۳)

وہ کون ہے؟ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی۔ جس نے علی
کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی
دی۔ ام سلمیٰ و دیگر صحابہ کے منع کرنے پر باز نہ آیا بدستور گالی اور لعن طعن کرتا رہا؟
سوال نمبر (۱۴)

وہ کون ہے؟ جس سے علی کی گالیوں لعن طعن پر ام سلمیٰ اور صحابہ نے کہا
تم علی اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہو اس میں تو اللہ و رسول
بھی آتے ہیں۔ پھر بھی باز نہ آیا۔

جواب:

اس مشہور اعتراض کا بھی تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۶۲ تا ۳۷۲،
اور پھر جلد پنجم کے ص ۱۲۹ تا ۱۷۱ دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں صفحات کا مضمون
دوبارہ لکھنا طوالت اور تکرار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ مختصراً یہ کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو روایات ایسی ملتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ انہوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ لعن طعن کیا۔ ان تمام روایات
کے راوی رافضی شیعہ ہیں۔ اس لیے وہ محبت نہیں۔ کیونکہ یہ بات سمجھی جانتے
ہیں۔ کہ شیعہوں رافضیوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف نہیں

ہو سکتی۔ اور نہ ہی ان کے فضائل و مناقب ان کے قلم سے باہر آ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ کہ آپ کے خطبات میں جہاں لعن طعن کا ذکر ہے۔ وہ قاتلانِ عثمان کے بارے میں ہیں۔ لیکن ظالم رافضیوں نے انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی بجائے ان کی نسبت علی المرتضیٰ کی طرف کر کے دھوکا دیا۔ ان کا عقیدہ بھی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت میں علی المرتضیٰ کا بھی ہاتھ تھا۔ حالانکہ تاریخ یعقوبی اور فقیر کی کتب میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں خانہ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان قسم اٹھانے کو تیار ہوں کہ عثمان غنی کے قتل میں میرا قطعاً ہاتھ نہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسن و حسین کو حضرت عثمان کے محاصرہ کیے جانے کے دنوں میں ان کا پہرہ دار مقرر فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں بیچ البلاغہ کا حوالہ ابھی چند سطور قبل گزر چکا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا دین، اپنا نبی وغیرہ ایمانیاں اور معاویہ کے دین، و نبی کو ایک ہی فرمایا۔ اور نہ وہ ہم پر اور نہ ہم ان پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ مگر خون عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مجھ پر شبہ کیا جانے لگا۔ حالانکہ ان کے قتل میں میرا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ ان چند سطور سے آپ عبدالرحیم دیوبندی رافضی کی ہرزہ سرائی کی حقیقت معلوم کر چکے ہوں گے۔ تفصیل کے لیے ہمارے مذکورہ والہ کتب کا مطالعہ فرمائیے۔

سوال نمبر (۱۵)

وہ کون ہے جسے ابوالکلام آزاد نے ملت کے چار حرام زادے

باغیوں کا سرغنہ قرار دیا؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور رازدانِ احکام الہیہ کو

بلادلعل حرام زادہ وہی کہتا ہے۔ جو خود حرام زادہ ہو۔ جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زبان درازی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت لوگوں پر عیاں کر دی۔ بَعْدَ ذَٰلِكَ نَزَّلْنَا سُورَةَ الْحَمِيمِ۔ وہ حرام زادہ ہے۔ اب ابراہیم یا عبد الرحیم یا محدث ہزاروی کے لیے قرآن تو نہیں اترے گا۔ لیکن قرآنی ضابطہ تو ان پر فٹ آسکتا ہے۔ ان ظالموں کو خوفِ خدا اور آخرت میں جوابدہی بالکل یاد نہیں، وہ جس کے بارے میں اللہ کا رسول ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں کرے اس کے لیے اور دعائیں ارشاد فرمائیں۔ وہ کہ جس کو ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ فقیر و مجتہد کہیں۔ اس شخصیت کو یہ بد باطن اس قسم کے گھٹیا الفاظ سے یاد کریں۔ ہر قاری یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اللہ، اللہ کا رسول اور اس کے صحابہ کے ارشاد سچے اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ ان گالی دینے والوں کو گالیاں خود ان کے منہ پر ہی لوٹ رہی ہیں، انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شبیہ میں اپنی شکل، اپنے کدورت اور اپنی حقیقت ہی نظر آ رہی ہے۔

سوال نمبر (۱۶)

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر و مرتد بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی۔ کہ فتح مکہ، بدر و احزاب و غزیرہ کا بدلہ لینا مکہ و مدینہ تباہ کرنا تو اس نے ایسا ہی کیا۔

جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت یزید کو مذکورہ وصیت کی۔ اس کا ثبوت کسی معتبر حوالہ سے باسند صحیح دیا جاتا ہے۔ تب تو اس کا کچھ وزن بنتا۔ جس کا نہ حوالہ نہ کوئی ثبوت ایسی بے پر بات کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ عبد الرحیم ولید ہندی رافضی کے پاس اگر اس بارے میں کوئی واضح اور سند صحیح کے ساتھ حوالہ ہے۔ تو پیش کر کے مزہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ورنہ ایسے خرافات سے

پیر مال اس کا نفاق اور بد دینی تو بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔ رافضی کتب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتقال کے وقت وصیتوں کا ذکر ملتا ہے۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یزید کو کیں۔ اسیے ایک ادھر حوالہ اس بارے میں دیکھیں۔

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفَ أَلْفٍ
دِينَارٍ سِوَى الْهَدَايَةِ مِنْ كُلِّ صَنَعٍ -

(مقتل ابی مخنف ص ۷)

توجہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔ اور یہ رقم ہر قسم کے ہرایا اور تحفہ جات کے علاوہ ہوا کرتی تھی۔

اسی کتاب کے ص ۸ پر موجود ہے۔ آپ نے یزید کو وصیت کی کہ تیرے دور خلافت میں شیرواگ امام حسین کو تیرے مقابل لاکھ لاکھ کریں گے۔ اگر تو مقابلہ میں کامیاب بھی ہو جائے۔ تو بھی قرابت رسول کا لحاظ رکھنا۔ (امام حسین رضی اللہ عنہ کوئی تکلیف نہ دینا) کیونکہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے نانا سے اور اس کی ماں تیری ماں سے بہت اچھے اور بلند مرتبہ حضرات ہیں۔ اس قسم کی اور روایا تو ملتی ہیں۔ ہم نے اسی کتاب نو دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ میں لکھا ہے۔ ان تمام وصیتوں کو دیکھ کر عبدالرحیم رافضی کے اعتراض سے خود اس کی کور باطنی سامنے آتی ہے۔

سوال نمبر (۱۷)

وہ کون ہے جس کی ماں نے امیر حمزہ کا بعد شہادت سینہ چیرا اور کلیجہ چپا یا اور خود اس نے علی اور رسول اللہ کو گالی دی اور لعن و طعن کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی وغیرہ کا یہ الزام ایسا ہے کہ جس سے ہر ایماندار کا دل لرز اٹھتا ہے جس کے دل پر بدعتی کی مہر لگ چکی ہو اس کا راہِ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ (ہندہ) نے قبل اسلام واقعی ہی امیر حمزہ کے ساتھ مذکورہ سلوک کیا تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہیں وہی الزام دینا یا ان کے فعل سے ان کے بیٹے پر الزام دھرنا از روئے شرع درست نہیں۔ علامہ ابن جریر کی دو تطہیر الجنان طہ میں لکھتے ہیں کہ ہندہ نے جب ایمان قبول کر لیا۔ تو ان کا ایمان بہت اچھا تھا۔ زمانہ کفر میں اسے جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اس قدر آپ کی محبت موجزن ہو گئی۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے۔ **اَلْوَسْلَامُ يَجِبُ مَا قَبْلَهُ**۔ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس ارشاد نبوی کے ہمیشہ نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دور کفر کے فعل پر اعتراض کرنا زری حماقت اور خبیث باطنی ہے۔ اسی ارشاد نبوی کے تحت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابی وحشی کے مقام و مرتبہ کو اولیں قرنی بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وحشی نے اگرچہ دورِ جاہلیت میں اور اسلام لانے سے قبل حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا۔ جو شہید ہونے کے بعد کلیجہ چبانے اور سینہ چیرنے کا فعل بہر حال تھوڑا جرم ہے۔ اس وحشی نے جب اسلام قبول کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ جب ان کا مقام اولیں قرنی نہ پاسکے۔ حالانکہ اولیں قرنی کا مقام و مرتبہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ کہ ہندہ کے اسلام لے آنے کے بعد ان کا گناہ ابھی تک عبدالرحیم دیوبندی رافضی کو کھٹک رہا ہے۔ اسلام اور بانی اسلام ان سے راضی لیکن یہ نام نہاد مسلمان بد باطن رافضی اب بھی ان باتوں کو

اچھا کر اپنے نامہ اعمال میں گندگیوں کا اضافہ کیے جا رہے ہیں
سوال نمبر ۱۸۷

وہ کون ہے جس نے آل و اصحاب سے باغیانہ جنگ کی ہے اور اسے
وقت کیڑوں کے تبرک کا فریب کیا۔ اور بناوت پر مرا؟
جواب:

اگر بقول عبدالرحیم رافضی یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آل و اصحاب
کے ساتھ باغیانہ جنگیں لڑیں۔ لیکن اس سے یہ پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ جب یہ جنگیں ختم ہو
گئیں۔ تو پھر آل و اصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی۔ بیعت کرنے
والوں میں سے امام حسن و حسین بھی تھے۔ یہ بیعت خوشی خوشی سے ہوئی۔ اور دوسروں
کو بھی بیعت کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔
رجال کشی،

قَالَ يَا حَسَنُ فَمُرِّبَايَعُ فَقَامَ فَبَايَعَهُ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمُرِّبَايَعُ فَقَامَ فَبَايَعَهُ ثُمَّ قَالَ يَا
عَلِيٍّ فَمُرِّبَايَعُ فَاتَّفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُ؛ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي
الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رجال کشی ص ۱۱۲ تذکرہ قیس بن سعدہ
مطبوعہ مکر بلا)

ترجمہ ماہ: (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھوان کے ساتھیوں کے
شام میں بلایا۔ جب یہ سب آگئے۔ تو گفتگو کے اتمام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

فرمایا۔ امام حسن! اٹھیے اور میری بیعت کیجئے۔ آپ اٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو اٹھ کر بیعت کرنے کا کہا۔ انہوں نے بھی بیعت کی۔ پھر غلامِ قیس کو فرمایا۔ اٹھ کر بیعت کرو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تاکہ آپ کی مرضی معلوم کر سکے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے قیس! وہ یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے امام ہیں۔

یہاں بلا جبر و اکراہ دونوں امام بجمع معتقدین کے بیعت کرتے ہیں۔ اور ادھر جب یزید کی بیعت کا معاملہ آیا۔ تو سارا کنبہ شہید کروادیا۔ حتیٰ کہ خود بھی جامِ شہادت نوش فرمایا۔ لیکن بیعت نہ کی۔ اگر ان اماموں کے دل میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت ہوتی۔ اور انہیں اس منصب کے قابل نہ سمجھتے۔ تو ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آل رسول اور آل رسول کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سلوک آپ نے ان رافضیوں کی کتب سے ملاحظہ فرمایا۔ ان واقعات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ادھر ادھر کے الزامات تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ جہنمی کتاب ہے۔

اعتراض کا دوسرا جھنڈا تبرکات سے تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی میں بڑی محنت اور کوشش سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن شریف اور کپڑے حاصل کیے۔ پھر آخروقت میں وصیت کی۔ کہ میرے مرنے کے بعد آپ کے ناخن شریف میری آنکھوں پر لکھے جائیں۔ اور کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اسے فریب کہنا ظلمِ عظیم ہے۔ انسان زندگی میں تو فریب کرتا ہے۔ لیکن مرتے وقت فریب اور دھوکے سب بھول جاتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے از روئے فریب نہیں بلکہ از روئے عقیدت ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

آخر میں عبد الرحیم رافضی کا یہ کہنا کہ ان کی بغاوت پر موت ہوئی۔ بغاوت کسی خلیفہ یا امیر برحق کے خلاف ہوتی ہے۔ جب موجود تمام صحابہ کرام اور حسنین کو یمن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ انہیں خلیفہ تسلیم کر لیتا تھا۔ تو پھر کسی کے خلاف بغاوت کیسے ہوئی؟ اس لیے یہ اعتراض بھی بغض و عداوت کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

سوال نمبر (۱۹)

وہ کون ہے جس نے پچیس لاکھ کی رشوت دے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر قتل کروایا۔ اور اس کا الزام اس کی بیوی جعدہ پر لگایا؟

جواب:

اس کا تفصیلی جواب دو تحفہ شیعہ جلد ۵ ص ۲۱۸ تا ۲۲۲ میں مذکور ہے مختصر یہ کہ امام حسینؓ نے برا در بزرگ امام حسن رضی اللہ عنہ سے بارہا پوچھا کہ بتلائیے آپ کو کس نے زہر دیا؟ آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ یہی بات کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ جب زہر دیئے گئے تھے نہیں بتایا۔ اور گئے بھائی کو معلوم نہیں۔ تو عبد الرحیم اینڈ کمپنی کو کس نے بتایا کہ زہر دینے والے امیر معاویہؓ تھے۔؟ حقیقت یہ ہے کہ کچھ واہمی تباہی بکنے والوں نے اس قسم کی روایات لکھی ہیں۔ جن کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔

سوال نمبر (۲۰)

وہ کون ہے جس نے علی سے ننانویں جنگیں کر کے ان کی شہادت کا بندوبست مغیرہ ابن شعبہ کے ذریعہ کر کے کیا؟ اور رویا اور بیوی نے خرمندہ کیا؟

جواب:۔ رافضی کے اس الزام کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ جو بکثرت کتب

میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان دو متہ الجندل پر صلح ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک ایک حکم مقرر ہوا۔ ابو موسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص تھے۔ اس صلح کو دیکھتے ہوئے علی المرتضیٰ کے لشکر کے خارجیوں نے «إِنِ الْحُكْمُ لِلَّهِ» یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ کانعہ بلند کیا۔ ان خارجیوں نے امیر معاویہ، علی المرتضیٰ اور عمرو ابن العاص کو حکم خدا کا منکر بنا کر کافر قرار دے کر ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ نے ان خارجیوں سے مشہور جنگ «جنگ نہرواں»، لڑی۔ پھر ان خارجیوں نے مذکورہ تینوں حضرات کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایک ہی تاریخ مقرر کی۔ اس مقررہ تاریخ پر وہ علی المرتضیٰ کو شہید کرنے میں تو کامیاب ہو گئے۔ لیکن دوسرے دونوں حضرات پر ان کا داؤد چل سکا۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا انتظام ان خارجیوں نے کیا تھا۔ جنہیں علی المرتضیٰ نے اپنی فوج سے مکالماتھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں قطعاً دخل نہ تھا۔ بلکہ وہ تو خود ان خارجیوں کا نشانہ تھے۔

سوال نمبر (۲۱)

وہ کون ہے جس نے آل رسول سے تنازعے باغیانہ جنگ کر کے ایک لاکھ ستر ہزار صحابی قتل کیے اور خدا کا خوف نہ کیا؟

جواب:

اس بد باطن رافضی کو بار بار نشانوے جنگیں یاد آتی ہیں۔ اور ان کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگیں اجتہادی غلطی کی

بنا پر ہوئیں۔ اس لیے دونوں طرف سے کام آنے والے حضرات شہید ہیں۔ یہ لڑائیاں کسی بغض و عناد کی وجہ سے نہ تھیں۔ ورنہ ایک لاکھ ستر ہزار صحابیوں کا قاتل جنتی نہ ہو سکتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود دونوں طرف سے مرنے والوں کو شیعہ کہا ہے۔

مجمع الزوائد

عن یزید بن اصغر قال قال علی رضی اللہ عنہ
قَتَلَانِي وَ قَتَلَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ - رواه الطبرانی
ورجاله وثقوا

مجمع الزوائد مصنف حافظ ابوبکر ہدایتی جلد ۵
جزء ۹ ص ۳۵۷ باب ماجاء فی معاویہ ابن سفیان
مطبوعہ مصر

ترجمہ: یزید بن اصم کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میری طرف اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقتولین جنتی ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف اعلان فرمایا۔ کہ میرے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی جنگوں کے تمام مقتولین جنتی ہیں۔ یہ اعلان بتا رہا ہے۔ کہ ان دونوں کے دونوں کے درمیان اجتہادی اختلاف ہوا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بغض و عناد کی وجہ سے لڑتے تو ان کی طرف کے مرنے والوں کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنتی نہ فرماتے۔ اس اعتراض و جواب کی مزید وضاحت تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۳۱ تا ۵۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے حرم کعبہ حرم مدینہ کو دنگل گاہ بنا کر لاتعداد مسلمان صحابی قتل کیے۔ منبر رسول لے جا کر گم کرنے لگا تو سورج کو گرہن لگا دن کو تارے نظر آنے لگے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرم کعبہ اور حرم مدینہ کو دنگل بنانے کا الزام اس رافضی کا من گھڑت شوشرہ ہے۔ اگر ثابت کر دے کہ ان کے دور میں ایسا ہوا۔ جس کی وجہ سے لاتعداد صحابہ کرام شہید ہوئے تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ رہا منبر رسول کا واقعہ تو وہ اگرچہ ضعیف روایات میں آتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رحمہ نے اسے منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس ارادے کے پیچھے نیک نیتی تھی۔ وہ یہ کہ اس بابرکت منبر سے اہل شام برکت حاصل کریں۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ رافضی عبدالرحیم کا یہ کہنا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ اور دن کے وقت تارے نظر آنے لگے۔ یہ بھی اصل واقعہ کی طرح من گھڑت قصہ ہے۔

سوال نمبر (۲۳)

وہ کون ہے جس نے ایک بدری صحابی عمار کو صفین میں قتل کیا۔ جس کے حق حضور علیہ السلام نے متواتر حدیث میں فرمایا۔ عمار کو باغی جہنمی گروہ قتل کرے گا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی دیوبندی کا دعویٰ ہے کہ واقعہ مذکورہ حدیث متواتر میں آیا ہے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث متواتر سے یہ جہنمی ثابت کر دکھائے۔ اور بخاری وغیرہ کسی حدیث کی کتاب سے ثابت کر دے۔ تو میں اس کو ایک لاکھ روپے نقد انعام دوں گا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کے شارحین علامہ بدر الدین عینی ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی وغیرہ سب نے لکھا ہے۔ کہ جہنم والا جملہ امام بخاری

کہہ نہیں بلکہ الحاقی ہے۔ یہی اس رافضی دیربندی کا اصل مقصود تھا۔ جو اس کے دعوے سے قطعاً مطابقت نہیں۔ اس الزام کا تفصیلی جواب فقیر کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۵۴۲ تا ۵۵۶ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر (۲۲)

وہ کون ہے جس نے خیر التابین اویس قرنیؓ کو صفین میں قتل کیا؟ جس نے امت کے لیے دعا کرانے کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

جواب:

پچھلے ایک سوال کے جواب میں گزر چکا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ دراصل ایک اجتہادی خطا پر مبنی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قاتلان عثمان سے قصاص لینے میں جلد بازی کی بجائے ذرا تاخیر حالات کے مطابق بہتر ہے۔ جب حکومت مضبوط ہو جائے گی۔ تو پھر ان کو گرفت میں لیا جائے گا۔ کیونکہ ابھی قاتلان عثمان کا قصاص نئی نئی حکومت کے لیے عدم استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر ایسے جلیل القدر صحابہ کی رائے یہ تھی کہ قاتلان عثمان سے فوری قصاص لیا جانا چاہیے۔ اسی اجتہادی اور اختلاف رائے کی بنا پر جنگ صفین اور جنگ جمل ہوئیں۔ جب ہم اہل وجہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہی نظر آتا ہے۔ کہ فریقین کی رائے نیک نیتی پر مبنی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان جنگوں میں دونوں طرف سے مرنے والے صحابہ کرام وغیرہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ خود علی المرتضیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ میری طرف اور امیر معاویہ کی طرف سے تمام قتل ہونے والے شہید ہیں۔ اس کا حوالہ گزر چکا ہے جنگ صفین کے فاتحہ کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اطراف و اکناف کے صوبوں

کے وایوں کو خطوط لکھے۔ کہ میری اور امیر معاویہ کی لڑائی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص لینے میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی۔ لوگوں کو میرے متعلق گمان ہے۔ کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں میرا کوئی دخل ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔

قارئین کرام! ان حقائق اور تاریخی شواہد کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت اویس قرنی کا قاتل قرار دینا کہاں تک درست ہے؟ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو رافضی عبدالرحیم بھی مانتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اویس قرنی کو قتل نہیں۔ بلکہ یہ یمن جملہ ان تمام مقتولین میں سے ایک ہیں۔ جو جنگ صفین میں دونوں طرف سے مارے گئے۔ اور جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کہ اس جنگ کی اصل وجہ اجتہادی خطا تھی۔ جس کی وجہ سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں اطراف کے مقتولین کو شہید فرمایا۔ قابلِ غور یہ بات ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف کے قتل ہونے والوں کو شہید فرمائیں۔ اور عبدالرحیم رافضی اب اپنا راگ الگ راپ رہا ہیں۔

سوال نمبر (۲۵)

وہ کون ہے جس نے عمرو علی اور حسن اور عمار عائشہ صدیقہ اور اویس کو شہید کیا؟

جواب:

اس الزام کا اگرچہ جواب وہی ہے جو اس سے قبل سوال ۲۳ میں دیا جا چکا ہے لیکن یہاں حضرت اویس قرنی کے ساتھ اور بھی نام ذکر کیے ہیں۔ اس لیے کچھ باتیں ان پر لگائے گئے الزامات کی نظر میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مابین جیسے تعلقات تھے۔ کتب تاریخ اور سیرت اس کی گواہ ہیں۔ جب ہم ان تاریخی حقائق کو دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس الزام کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح

واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی روشنی میں بھی اندھیرا دکھائے دے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور، خود ان میں آتو پین ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر یزید کو مقرر کیا۔ جو رشتہ میں امیر معاویہ کے بھائی تھے جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کی جگہ امیر معاویہ کو شام کا گورنر حضرت عمر نے مقرر فرمایا تاریخ بتاتی ہے۔ کہ حضرت عمر کے غیر لچک دار رویے اور سخت گیری کی بنا پر بہت سے گورنروں کو معزول بھی کیا گیا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی شہادت تک شام کے گورنر ہے۔ ان کے بعد جب حضرت عثمان غنی خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی تو بھی امیر معاویہ اسی منصب پر رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا موجود رہی۔ بلا بعض روایات میں آیا ہے۔ ”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعریف کی، ان واقعات کو سامنے رکھ کر عبدالرحیم رافضی علیہ السلام کا الزام دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ وہ ہر جیلہ بہانہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور بغض و عداوت کا ہی سہارا لے گا۔ باقی رہا الزام یہ کہ امیر معاویہ نے علی المرتضیٰ اور امام حسن کو قتل کیا۔ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمار کے قتل کے الزام کے متعلق بھی جواب پیش کیا جا چکا ہے۔ اور امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام بقیہ الزامات کی طرح رافضیوں نے اسے گھڑا ہے۔ اسی لیے اس کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو اہل سنت کی کتب اور کتب تاریخ میں اس کا وجود ہوتا لیکن اس کا وجود صرف تاریخ حبیب میں ہے کہ جس کا مصنف رافضی ہے۔

سوال نمبر (۲۶)

وہ کون ہے؟ جسے علی بہادر خان بی۔ ایس۔ سی علیگ نے ملت تباہ

تخریبِ کاروں کا قائد قرار دیا؟

جواب:

بد باطن کو بد باطن مل جاتا ہے، سو رافضی عبد الرحیم کو اپنے جیسا ایک اور نصیب مل گیا۔ ان خبتاء کی باتوں اور تحریروں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہو گا۔ کہ کسی شریف آدمی پر کتنا بھونکا۔ اور علیؑ بہادر خان علیؑ گڑھی شور مچا دیا۔ کہ فلاں آدمی ہے ہی بڑا۔ دلیل کیا ہے؟ یہ کہ اس پر کتنا بھونک رہا ہے۔ اس مردود اور شرم و حیا سے عاری کا حوالہ ایک طرف اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ﷺ معاویہ کو ہادی و مہدی کر دے، اور ابن عباس کا قول کہ امیر معاویہ صحابی رسول اور فقیہ ہیں۔ ان دونوں اقوال میں سے علیؑ بہادر خان کے قول کو ترجیح دینا اور پسند کرنا دیوبندیت نہیں بلکہ رافضیت کی عمدہ دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کے بارہ میں بغض و عداوت کی جتنی جاگتی تصویر ہے۔

سوال نمبر (۲۷)

وہ کون ہے جس نے حافظ قرآن و سنت عبد الرحمن بن ابوبکر کو زہر دے کر اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہمانی کے بہانے بلا کر گم نام قتل کر دیا۔ اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں ان کا قیمہ رکھ کر تیل ڈال کر جلا دیا؟

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب ہماری تصنیف (دشمنانِ امیر معاویہ جلد ۱ کے الزام نمبر ۵) کے جواب میں لکھا جا چکا ہے بطور اختصار یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ عبد الرحمن بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا واقعہ اگر عبد الرحیم دیوبندی رافضی کسی صحیح روایت سے ثابت کر دے۔ تو ہم اسے منہ مانگا انعام دیں گے۔ ورنہ وان لم تفلحوا

وَلَنْ تَفْعَلُوا مَا تَقُولُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ مِثْش
نظر ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام جو رافضی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دھرتے ہیں، اس کا تفصیلی جواب ”دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ“ جلد دوم میں الزام نمبر ۵ کے تحت تحریر کیا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ اس الزام کا اصل ناقل تاریخ حبیب اللہ کا مصنف ہے۔ جو خود شیعہ ہے۔ اس کی شیعیت پر ہم نے اپنی ایک اور تصنیف ”میزان الکتب“ میں دلائل اور حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ جو زیر تحریر کتاب کے بعد انساں اللہ پریس میں آجائے گی۔ اس الزام کے جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا فی عرصہ بیمار رہنے کے بعد رمضان شریف میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھانجوں اور بھتیجوں نے انہیں لحد میں اتارا۔ تفصیلی واقعہ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸ ص ۶۸ ذکر اذواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ آپ کو ان کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ طبقات ابن سعد میں مذکور صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں اس قدر لوگ جمع ہوئے۔ کہ آج تک اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہ آیا۔ اس کا مفصل ذکر ہماری کتاب ”دو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۲۲۹ تا ص ۲۴۸“ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مستند شیعہ کتب تاریخ مثلاً تاریخ یعقوبی اور منتخب التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرا۔ کہ انہوں نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو دعوت کے بہانے بلوایا۔ اور کھودے گئے ایک گڑھے میں گرا کر ان کو مار دیا۔ پھر بغیر کفن و دفن اور جنازہ کے۔ گڑھے میں پھینک

دیا گیا۔ یہ وہ بہتانِ عظیم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ الزام لگانے والے دنیا انشاء اللہ بد شکل اور کلامنہ ہو کر رخصت ہوئے۔ یہی حشر عبدالرحیم دیوبندی کا بھی ہو گا۔ اگلا الزام محمد ابن ابی بکر کا عبدالرحیم کچیروم شد محدث ہزاروی نے امیر معاویہؓ پر لگایا۔ اس کی اتباع میں اس ناخلف نے بھی قلم اٹھایا۔ اس کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو دشمنانِ امیر معاویہؓ، کی دوسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔ محدث ہزاروی نے پچیس عدد الزامات لگائے جن میں اس الزام کو پندرہویں نمبر پر رکھا ہے۔ اسی نمبر کے مناسبت سے اس کا جواب مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر (۲۸)

وہ کون ہے جسے اتنے قتل و ظلم کے بعد امت کے بے بصیرت لانے صحابی بنانے مجتہد ٹھہرانے اور رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب بھی ہو چکا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد اور صحابی کہنے والے خود ایک عظیم فقیہ و مجتہد صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ بخاری شریف سے ہم نے دو عدد روایات ذکر کیں۔ پوچھنے والے نے حضرت ابن عباس سے امیر معاویہ کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی شکایت کرنے والے کو ابن عباس نے فرمایا۔ وہ مجتہد ہیں۔ عبدالرحیم دیوبندی رافضی موبے بصیرت لانے، کہہ کر آخر کن لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ کیا حضرت ابی عباس رضی اللہ عنہ معاذ اللہ ایسے ہیں۔ پھر امت کے ننانوے فی صد مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، کاتب و وحی تسلیم کرتے ہیں صرف ایک فی صد عبدالرحیم رافضی ایسے ازلی بد بخت کو طر باطنی کا اظہار کر رہے

ہیں۔ اتنی بڑی جماعت پر اللہ کی تائید و نصرت آرتی ہے۔ اور اس سے کٹ کر الگ ہونے والی جہنمی ہے۔ اب یہ کٹ کر الگ ہونے والا عبدالرحیم دیوبندی خود سمجھ جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ”وَمَنْ شَدَّ شِدَّتِي النَّارَ“ وہ آخرت میں کس جگہ جانے کی تیاری کر چکا ہے۔

سوال نمبر (۲۹)

وہ کون ہے؟ جو اسلام اور پیغمبر اسلام اور آل و اصحاب رسول کا بدی دشمن ہو کر بھی اصحاب رسول میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۲۸ کے جواب میں آچکا ہے۔ لہذا دوبارہ لکھنا باعث تکرار ہوگا۔ ہاں جو اس بد بخت رافضی اور عبداللہ بن سبأ کی نسل نے یہ کہا وہ اسلام پیغمبر اسلام آل و اصحاب کا بدی دشمن، یہ ایک بہت بڑا الزام اور بہتان ہے۔ کہ جس کی سزا اس بد بخت بد باطن کو ضرور ملے گی۔ امیر معاویہ کا اسلام دشمن ہونا؟ اس بارے میں علامہ نہبانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت بھری تحریر کافی ہے۔ آپ اپنے دور کے عظیم فقہاء اور اکابر صوفیاء کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

شواہد الحق:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر مزید حسنات کے حامل ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے صرف ایک عمل ہی جو خود یا اپنے ماتحت لشکر کے ذریعہ سرانجام دیا۔ یعنی جہاد کر کے بہت سے شہروں کو دارالاسلام بنایا۔ جبکہ وہ پہلے دارالکفر تھے۔

وَسَبَبِيهِ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ الْوَتَّ الْوَتَّ

كَثِيرَةٌ مِمَّنْ اسْلَمُوا عَلَيَّ يَدِيهِ وَيَدِ مَجِيئُوشِهِ

وَمِنْ ذَرَارٍ يُهْمَرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَلَّةٌ مِثْلَهُ حَسَنَاتِهِمْ
 اَجْمَعِينَ۔ ان کی وجہ سے لاکھوں لوگ مشرت باسلام ہوئے۔ جو یا تو
 خود ان کے ہاتھ یا ان کے لشکر کے ہاتھوں ایمان لائے۔ اور پھر ان کی
 تاقیامت اولاد جو مسلمان ہوگی۔ ان تمام کی مجموعی نیکیوں کی مثل حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔۔۔۔۔ حضرت امیر معاویہ رضی
 اللہ عنہ نے کفار کو مشرت باسلام کیا۔ کیا یہ اسلام دشمنی یا یہ غیر اسلام کی دشمنی کہلائے
 گی؟ اگر ذرا بھی غیرت ایمانی اس دیوبندی رافضی میں ہوتی۔ تو کبھی بھی
 ایسی بات نہ کہتا۔ شراب الخ من ۵۳۱ فصل فی شؤن رؤساء الامویاب۔

سوال نمبر ۰۶۳۔

وہ کون ہے؟ جس کے جادو سے امت مسلمہ کے علماء و مشائخ ایسے خمد
 میں ہیں کہ سورہ نسا کی آیت خبر ۹۲ میں ہے۔ ایک مومن کے عمداً قتل میں ہمیشہ جہنم
 ہے۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے۔
 مگر اس کے ایک لاکھ ستر ہزار مومنوں کے قتل پر اس پر رضی اللہ عنہ پڑھائی
 جا رہی ہے۔

جواب:

الزام میں قرآنی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس رافضی نے حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کو جہنمی، مغضوب اور لعنتی کے الفاظ دیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ
 کے تمام مشائخ و علماء کو بھی معاف نہ کیا۔ اس سے قاری خود اندازہ کر سکتا ہے۔
 کہ امت مسلمہ کے علماء و مشائخ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آیت کا
 مصداق قرار نہیں دیتے۔ صرف عبدالرحیم رافضی اور اس کے ساتھی ہی آیت کا مجمع
 مفہوم سمجھ سکے ہیں۔ گویا یہ چند فریبیوں، مکاروں، کذابوں، دجالوں اور

بعض و عداوت سے بھرے لوگوں کو صحیح عالم ادریخ کا منصب لے رہا ہے۔ جن میں وہ خود بھی شامل ہے۔ اور ان کے مشرب کے خلاف امت کے تمام علماء معاذ اللہ منکر قرآن بلکہ مخالف قرآن ہیں۔ بہر حال حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مہیا کون کی صداقت اس سے نظر آ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دو قرب قیامت ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ ان کا خیال یہ ہو گا کہ وہی حق پر ہیں، اس پیش گوئی اور عبدالرحیم کا بھوکا اس دونوں میں غور کیجئے۔ بات سمجھ میں آ جائے گی۔

سوال نمبر ۱۳۱،

وہ کون ہے جس نے خدائی منصوبہ خلافت جو مرکزِ کربلا کو تباہ کیا یہ ساری امت کی بدخواہی ہے۔ جس کا ارتکاب کیا۔؟

جواب:

”خدائی منصوبہ کو تباہ کر کے ساری امت کی بدخواہی کا ارتکاب کیا، اس الزام میں اور بیعت بڑے بہتان میں وہ حضرات بھی داخل ہو جائیں گے جن پر امت کو تازہ ہے۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ بقول رافضی اس بدخواہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہما) کی حضرت امام حسن و حسین نے بیعت کیوں کی؟ حالانکہ حسین کہ عین کی عادت کر یہ یہ تھی۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکنے۔ سرکٹا دیئے۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ ان حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کرنے خدائی منصوبہ کو غارت کرنے والے کی مدد کی۔ یوں ان دونوں حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ ان دونوں کا بیعت کر لینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہما امارت و خلافت کے اہل تھے۔ امام حسن نے جب خلافت سے دستبردار کی۔ تو تمام امت مسلمہ نے امیر معاویہ

کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ جس میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ پاکیزہ حضرات تو نہ خود گمراہ کی حمایت کرنے والے تھے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں گمراہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار کہنے والا خود سب سے بڑا گمراہ اور مغضوب علیہ ہے۔

سوال نمبر ۳۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ رسول کی نافرمانی اور بناوٹ کی؟ اپنی جا اعلیٰ فی الارض خلیفہ، اس سے پہلے بائیں کون ہے؟

جواب:

اس بات کو سبھی اہل علم جانتے ہیں۔ کہ آیت روانی جا اعلیٰ فی الارض خلیفہ، حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے مخصوص ہے اور حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ حضرات کی امامت و خلافت کو مخصوص من اللہ سبحانہ اور صرف رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ ان کی ایک مشہور کتاب ”مناقب آل ابی طالب“ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے۔ **وَدَوَّحُنَّ لَمْ يَقُلْ اِنِّي رَابِعُ مِنَ الْخُلَفَاءِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ**، (مناقب آل ابی طالب جلد سوم ص ۶۳) جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ صاحب کتاب اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ اس طرح ہیں۔ اول حضرت آدم علیہ السلام، دوم داؤد علیہ السلام، سوم ہارون علیہ السلام اور چہارم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ یہ تمام مخصوص من اللہ ہیں، اس مسئلہ کی تفصیلی ہماری کتاب میں کئی ایک مقامات پر ہو چکی ہے۔ جس کے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ کا مخصوص من اللہ ہونا ہم اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ **”اِنِّي نَبِيٌّ اَعْلَىٰ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةُ“**، آیت کریمہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دلیل کے طور پر پیش کرنا دراصل اسے

منصور من اللہ ثابت کرنا ہے۔ یہی طریقہ عبد الرحیم دیوبندی نے اپنایا۔ اسی لیے بار بار ہم اسے رافضی کہہ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ آپ نے آپ کو حنفی اور دیوبندی کہلاتا ہے مگر آپ کے دیوبندیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ چند دن ہوئے گوہر نوالہ کے ایک دیوبندی مسکت سے تعلق رکھنے والے عالم فاضل نور حسین عارف کے روبرو جب عبد الرحیم مذکور کا ذکر چھڑا۔ کہ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سماعت مخالفت کی ہے۔ تو اس نے حیرانی میں ڈوب کر کہا۔ میں دیوبندی علماء کو کافی حد تک جانتا ہوں۔ مگر عبد الرحیم نام کا کوئی مولوی ہم میں متعارف نہیں۔ ادھر یہ دیوبندی رافضی اپنے آپ کو مفتی، مبلغ مناظر اسلام اور خطیب لاہور ایسے القاب سے شہرت دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ اور بھی حیران ہوا۔ اور کہا کہ وہ کون سا اور کیسا دیوبندی ہے جس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے؟ اس لیے عبد الرحیم کو رافضی ہی سمجھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۳۳۳:

وہ کون ہے جسے ایڈورڈ ٹیگن سید امیر علی پریوری کونسل کے جج نے آڑھ ایل کہا؟

جواب:

ایڈورڈ ٹیگن۔ سے تو عبد الرحیم کا تعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ سید امیر علی کون ہے؟ اگر بقول عبد الرحیم رافضی اس امیر علی نے ایسے کہا۔ تو وہ بھی اس کا ہم نوا ہوا۔ اس کے شجرہ علمی کو کریدنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے بقول اعلیٰ حضرت بزیوی وہ جس نے امیر معاویہ کی گستاخی کی وہ جہنمی کتاب ہے۔ "حضرت امیر معاویہ کے گستاخ خواہ کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ دوزخ کے مستحق ہیں۔"

سوال نمبر ۳۳۴:

وہ کون ہے جس نے رسول اللہ کے فرمان "وَعَلَيْكُمْ دِينُ بَنِي سَعْدِ بْنِ

وَسُنَّةٌ خَلَدْنَا تَرَاثِدَيْنِ الْمُهَدِّبَيْنِ « سے بناوت کی؟

جواب؛

یہ کتاب امیر معاویہ کے بارہ میں پڑھ رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ
فرمان سے کس نے بناوت کی؟ دو حرفی جواب کہ تم نے کی۔ وہ اس طرح کہ
غلام الراشدین میں امام حسن بھی شامل ہیں۔ کیونکہ متفق علیہ حدیث میں آیا۔ دو میرے بعد تیس سال
خلافت ہوگی پھر امارت، تیسواں سال امام حسن کی خلافت پر مکمل ہوتا ہے۔ امام حسن رضی
نے امیر معاویہ رضی کے حق میں دست بردار ہو کر ان کی بیعت کی۔ اور تادم آخر اس
بیعت پر قائم رہے۔ تو جسے امام حسن اپنا قائد اور خلیفہ سمجھیں۔ انہیں یہ عبد الرحیم رافضی
بڑا الجھلا کہے۔ کیا یہ خلیفہ راشد سے بناوت نہیں ہے؟ ملت اسلامیہ کے عظیم
روحانی پیشوا، قطب الاقطاب، عورت اعظم حضرت سید عبدالقادر بغدادی حسنی
حسینی رضی اللہ عنہ کا قول علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرماتے ہوئے لکھا۔

شواہد الحق؛

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان کی خلافت، حضرت علی المرتضیٰ رضی
کے وصال اور امام حسن رضی کی دستبرداری کے بعد صحیح طریقے سے ثابت ہے کہ چونکہ
امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا۔ دو میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے
دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائے گا، امام حسن رضی کی دستبرداری کے بعد
امیر معاویہ رضی کی خلافت بالعداری واجب ہو گئی۔ اسی لیے امام حسن رضی کے علاوہ بھی کسی نے مخالفت
نہیں کی۔ لہذا امیر معاویہ رضی بلا اختلاف پوری امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائے۔
اسی لیے اس سال کو دو عام الجماعۃ، کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس سال تمام اختلافات
ختم ہو گئے۔ اور سب مسلمانوں نے امیر معاویہ رضی کی بیعت کر لی۔ کوئی تیسرا سیدنا
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنازع کرنے والا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے قول میں بھی خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔
 مَدَّ وَدُرِّي الْمُسْلِمِ خَمْسًا وَثَلَاثِينَ سَنَةً أَوْ سِتًّا وَ
 ثَلَاثِينَ أَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِينَ، وَأَمَّا كَرَادِي الرَّحْمِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ
 الْقَوْلُ فِي الدُّيُونِ وَالْخَمْسِ السِّنِينَ الْفَاضِلَةَ مِنَ الثَّلَاثِينَ
 فَهِيَ مِنْ مَجْمَعَةِ خَلْفَةِ مَعَاوِيَةَ إِلَى تَمَامِ تِسْعِ عَشْرَةَ
 سَنَةً وَ تَسْمُوهُ لِأَنَّ الثَّلَاثِينَ كَمَلَتْ بَعَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 مَا بَيْنَنَا.

ترجمہ: اسلام کی چکی پتیس پتیس یا ستیس سال چلے گی۔ چکی سے مراد قوتِ دینی ہے۔ اور تیس سالوں سے زائد پانچ سال یہ وہ ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت کے بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تقریباً انیس سال سے کچھ اوپر رہی۔ اور تیس سال تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہو گئے تھے۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (شواہد الحق ص ۲۷۷ تذکرۃ الغوث الجیلانی مطبوعہ مصر) یہ ارشاد اس عظیم شخصیت کا ہے۔ جس کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت انہوں نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کی۔ لہذا سرکارِ عورتِ پاک کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ”خلافتِ راشدہ“ میں شامل ہے۔ اب قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ عبدالرحیم دیوبندی لافضی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں ایٹری چوٹی کا زور لگا کر وہ خلافتِ راشدہ، کی مخالفت اور اس سے بغاوت کو ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۳۵

وہ کون ہے جو اللہ کے فرمان ”فَقَاتِلِ الْيَتِيمَ تَبِيعًا“ کے زمرہ میں

شامل واجب القتل ہے؟

جواب:

فَقَاتِلْ آلَ قُحَيْشٍ الْبَغِيَّةَ الَّذِينَ هُمْ فِي رُكُوعٍ كَمَا آتَىٰ بِهٖ جِبْرِيلُ
 پورا مفہوم یہ ہے: ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کرا
 دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت کرے تو تم اس گروہ سے لڑو
 جس نے بغاوت کی یہاں تک لڑتے رہے کہ وہ پہلی حالت پر آجائے،“ آیت مذکورہ
 کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول ہے۔ کہ یہ عبد اللہ بن ابی منافق کے بارے میں
 نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر جناب
 سعد بن عبادہ کی عبادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں یہ
 منافق لیٹا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے ہٹ کر گزریں کیونکہ تمہارے گدھے کی بوٹے
 مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 گدھے کی بو تیری بو سے کہیں بہتر ہے۔ اس پر فریقین میں لڑائیاں اور چوٹیاں چل
 پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ختم کرا دیا۔ اس منافق کے پاس بیٹھنے والے
 کچھ مسلمان بھی تھے۔ وہ صرف برادری اور خاندان کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھے
 ہوئے تھے۔ برادری کی وجہ سے لڑائی کا خطرہ ہوا۔ تو مذکورہ آیت کو میرا اثری۔
 تفسیر طبری، کبیر، روح المعانی، درغشور وغیرہ لفظ فروع کافی اور کچھ اہل سنت کی کتب میں
 حضرت امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہونے والی لڑائی کا قبل از وقت ذکر کیا
 گیا۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے اس آیت کے حوالہ سے حضرت امیر معاویہ
 کو ”واجب القتل“ لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ
 عنہما کی اور ہر باغی واجب القتل ہوتا ہے۔ کیونکہ بغاوت کی وجہ سے وہ کافر
 یا مرتد ہو جاتا ہے۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ کیا تم
 ثابت کر سکتے ہو۔ کہ ہر باغی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تو پھر صرف

امیر معادیر رضی ہی نہیں بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی لڑی تھی۔ اور انہیں یہ رافضی بھی کہی مرتبہ دوام المؤمنین

لکھ چکا ہے۔ اور قرآن کریم نے الطيبات للطيبين الخ سے ان کو طیب و طاهر عورت کی سند عطا فرمائی۔ کیونکہ مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طیب کوئی مرد نہیں۔ اور عورتوں میں سے زیادہ طیبہ طاہرہ کوئی دوسری نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا بھی اعلان فرما دیا۔ یعنی سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام لے کر جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

ارشاد نبوی ہے۔ طَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ۔ اس لیے اگر عبدالمجید دیوبندی رافضی کی بات تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر اس کے فتوے کی

زد میں وہ صحابہ کرام میں آجائیں گے۔ جو قطعی جنتی ہیں۔ پھر اس کو رباطن اور بصیرت سے بے بہرے کو آیت مذکورہ کے ابتدائی الفاظ بھی نہ نظر آئے۔ کہ جن میں ان دونوں

گروہوں کو مومن کہا جا رہا ہے۔ وَإِنْ كَانِئْتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا اَمْ اَلْمُؤْمِنُونَ كَالْمُؤْمِنَاتِ لَآ اَنْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ اَمْ اَلْمُؤْمِنُونَ كَالْمُؤْمِنَاتِ لَآ اَنْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ۔

یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری:

فِي تَقْدِيمِ الْفَاعِلِ عَلَى الْفِعْلِ اِشَارَةٌ اَيْضًا اِلَى هَذَا الْمَعْنَى لِأَنَّ كَوْنَهُمَا طَائِفَتَيْنِ مُؤْمِنَاتَيْنِ۔

تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر طبری ج ۲۶

ص ۸۳ مطبوعہ بیروت

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں فعل سے پہلے اس کے فاعل کو ذکر کرنا

بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں گروہ مومن تھے۔

قارئین کرام! آیت مذکورہ کے بارے میں مفسرین کرام کی تفسیر اور خود الفاظ آیت یہ بتا رہے ہیں۔ کہ اس کے مصداق دونوں گروہ مومن ہیں۔ اور اہل سنت من جملہ ان آیات میں سے جو کبیرہ کے مرتکب کو مومن ثابت کرتی ہیں۔ ایک آیت یہ بھی کتب عقائد میں ذکر فرمائی۔ اب دیکھئے! کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ عبدالرحیم دیوبندی، حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو معاذ اللہ مرتدا اور کافر قرار دے کر واجب القتل ہونے کا فتوے صادر کر رہا ہے۔

بے حیاباش ہرچہ خواہی کن

سوال نمبر ۳۶:

وہ کون سے جو رسول اللہ علیہ السلام کے فرمان خلیفہ برحق سے باغی ہو کر
”فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَأَنَّمَنْ حَانَ“، میں شمار ہوتا ہے؟ اسے
تو اسے قتل کر دیا جائے۔

جواب:

خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کرنے والا واجب القتل ہے۔ خارجی لوگ
پچھلے سوال میں مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ خلیفہ برحق
سے مراد یزید اور باغی سے مراد امام حسین اور ان کے ساتھی ہیں۔ جیسا کہ ایک اور
دیوبندی محمد دین بٹ نے ”رشید ابن رشید“ میں لکھا ہے۔ اور عبدالرحیم دیوبندی
اسی آیت سے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو باغی قرار دے رہا ہے۔ خلیفہ
کی مخالفت، بغاوت کب ہوتی ہے؟ اس بارے میں حقیقت یہ ہے۔ کہ
جب کسی خلیفہ کی بیعت پر امت کا اجماع ہو جائے۔ اور اختلاف ختم ہو
جائیں۔ تو پھر اس خلیفہ کے خلاف سر اٹھانے والا باغی کہلاتا ہے۔ اس کے

سابقہ قتال کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ الزام نمبر ۳۴ میں گزرا ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت اکابر صحابہ نے کر لی۔ لیکن اختلاف اٹھا۔ کہ قاتلانِ عثمان کا قصاص فوری یا ٹکڑھ کر لیا جائے۔ اس اختلاف میں ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ لیکن اس کو بغاوت کا نام نہیں دیا جاتا۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی صحیح تھی۔ اس لیے دونوں طرف لڑنے والے باہمی ٹکڑھ گار بھی نہ ہوں گے۔ اور قتل ہونے والے شہید شمار ہوں گے۔ اگر اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر یا مرتد (معاذ اللہ) ہو جاتے۔ تو امام حسن و حسین ان کی ہرگز ہرگز بیعت نہ کرتے۔ (فلا اعتبار وایا اولی الابصار) سوال نمبر ۳۷:

وہ کون ہے۔ جو طیفہ ارشد علی رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت والوں پر خطبہ جمعہ میں لعن طعن کرتا اور کرتا رہا؟

سوال نمبر ۳۸:

وہ کون ہے جو اپنی حکومت کے ستر ہزار دس ممبروں پر علی اور اللہ اور رسول پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا؟

جواب:

ان دونوں الزامات کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے۔ اگرچہ اس کا جواب گزر چکا ہے۔ لیکن چند وضاحتیں اس الزام کے الفاظ کے ضمن میں تحریر کر دینا بہت ضروری ہے۔ دو لعن طعن، کا مفہوم اور معنی کیا وہی ہے جو اردو زبان میں وہ گالی گوبج کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ یا عربی میں اس کے مفہوم میں کچھ فرق ہے؟ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اس لفظ کو رافضی لوگ اردو کے معانی میں لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ جس واقعہ میں یہ لفظ آئے ہیں۔ وہاں اردو مفہوم کے اعتبار سے نہیں

بلکہ عربی زبان میں کسی کو غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ پلانا بھی لعن طعن سے مراد لی جاتی ہے کہ جس کی شاہد حدیث ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف :

جنگ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت عطا فرمائی تھی۔ کہ کل تم جب تبوک کے چشمہ پر پہنچو تو تم میں سے کوئی شخص میرے سینے سے قبل اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اتفاق سے دو صحابیوں نے قافلہ سے آگے نکل کر اس چشمہ پر پہنچ کر اس کا پانی پی لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو بقول راوی "فَسَيِّئًا لِّلنَّبِيِّ" آپ نے ان دونوں کو سب کیا۔
 (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۶ باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "دوسب" کی نسبت کی گئی۔ جس کا عام طور پر معنی دو گالی دینا، آتما ہے۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابیوں کو گالی دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے اس معنی کا اظہار بہت بعید ہے۔ اور اس کو ناجائز قرار دینے والا دائرہ اسلام سے بڑھ کر توہین حضور فارح ہو جائے گا۔ تو جس طرح یہاں "سب" کا معنی ڈانٹ ڈپٹ یا سخت سست وغیرہ مراد ہے۔ اسی طرح منقول ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دو البوترا ب "استعمال کرنے کو دوسب" میں شمار کیا۔ جس پر علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ مجھے اس کنیت پر فخر ہے۔ کیونکہ یہ کنیت مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ تو بالکل لفظ سب کی طرح لعن طعن سے مراد گالی دینا نہیں۔ بلکہ غم و غصہ کا اظہار۔ اور وجہ اس کی یہ

تھی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ برحق عثمان کے قاتلوں سے فوری تعاصم کیوں نہ لیا؟ اس کی مکمل بحث دو تحفہ جعفریہ جلد پنجم ص ۳۰۲ تا ۳۰۷، پر بھی ہا سکتی ہے۔ بلکہ کتب تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لعن طعن کرنے کے واقعہ کو علی الاطلاق ذکر بھی کیا گیا۔ یعنی کسی کا نام لیے بغیر یوں کہا کرتے تھے۔

تو قاتلان عثمان پر لعنت ہو! اب اس سے اگر کوئی جھوٹا وفادار علی خواہ مخواہ یہ مراد لے۔ کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن کیا گیا۔ تو یہ اس نامراد کی مراد تو ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں۔ یہی مراد عبدالرحیم مردود نے لی۔ اور کمال بے حیائی سے لکھ دیا۔ کہ ستر ہزار سے زائد منبروں پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعنت ہوتی تھی! اس ظالم نے بغض و عداوت میں اندھا ہو کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اشرار اس کے رسول کو بھی ملا دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان پر بھی لعن طعن کرتے تھے بے حیا اور بے شرم کو ایسے الفاظ لکھتے ہوئے ذرا بھی دل نے ملامت نہ کی؟ ہاں ایمان ہوتا تو اندر سے ملامت ہوتی۔ ایسے شدید الزامات اور وہ بھی بے سرو پا بلا بند مجمع ذکر کرنے سے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے اور جرأت نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۳۹:

وہ کون ہے جس کے لیے حضور معلم و مقصود کائنات کا فرمان ہے جو میرے صحابی کو ام کو گالی دے اس پر لعنت کرو۔ ایسا کس نے کیا؟

جواب:

خود ایسا کر کے پھر لوگوں سے پوچھتے ہو کہ کس نے کیا؟ کاتبِ وحی، امین خدا اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیا تم نے لعن طعن نہیں کیا۔ جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کو صحابہ ہی نہیں بلکہ فقیہ اور مجتہد بھی قرار دے رہے ہیں۔

سوال نمبر ۴۰:

وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے انسانوں کو خستی کرنے کا حکم دیا؟

جواب:

اس قسم کے بے ہودہ الزامات کوئی بے ہودہ آدمی ہی لگاتا ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ الزام کسی ایسی روایت سے جو سند صحیح کے ساتھ مروی ہو ثابت کر دکھاؤ تو ہمیں ہزار نقد انعام پاؤ۔ **فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفَعَّلُوا فَاِنَّكُمْ لِنَارِ النَّارِ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ النَّخِ-**

سوال نمبر ۴۱:

وہ کون ہے جس نے علی کو مارگٹ بنا کر اللہ رسول اور تمام مومنوں پر سبّ و تمّ لعن طعن کیا اور کرایا۔؟

جواب:

اس الزام کا جواب سوال نمبر ۴۰ کے جواب میں آچکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے

سوال نمبر ۴۲:

وہ کون ہے جس نے اللہ اور رسول کے کافر اور ماں سے بدکاری کرنے والے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا؟

جواب:

اس سوال میں دراصل دو سوالات ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کو ولی عہد مقرر کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ یزید نے اپنی ماں سے بدکاری کی تھی۔ جہاں تک ولی عہدی کا معاملہ ہے یزید کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ نہیں کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ بلکہ ہم اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ اس کے ولی عہد بنائے جانے کے بارے میں تفصیلی بحث تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۲۸ تا ۲۵۹ میں کر دی گئی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا دوسرا الزام یعنی مال کے ساتھ بدکاری کو زنا یہ ایسا الزام ہے جس کی گواہی کا ثبوت ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اور عارۃً محال ہے۔ ایسا الزام لگانے کے بعد ثبوت نہ کر سکنے والے پر مدقذت جاری ہوتی ہے۔ لہذا عبدالرحیم دیوبندی رافضی اس مدعا کا مستحق ہے۔ بہر حال اس کے ولی عہد بنانے کے وقت حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو خلیفہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن خلافت مل جانے کے بعد اس نے ایسے کام کیے۔ جن کی وجہ سے کوئی بھی اسے ”پلید“ سے کم لفظ کے ساتھ یاد کرنے کو تیار نہیں۔ امیر معاویہ نے ولی عہد بناتے وقت اسے کیا سمجھا اور آپ کی کیا نیت تھی؟ اس بارے میں ایک دو حوالہ جات نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ؛

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ نے دورانِ خطبہ دعائنگی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو (یزید کو) اس کی اہلیت کی بنا پر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو میری اس تمنا کو پورا فرما دے۔ اور اگر ملنے سے اس لیے ولی عہد بنایا کہ مجھے اس سے پیار و محبت تھی۔ تو اے اللہ اسے عہدہ ولایت پر ناکام بنا دے۔ اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۸۰) ثم دخل سنة ست وخمسين مطبوعه بيروت

نہ اس؛

حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اس کی اہلیت و استعداد کے پیش نظر خلیفہ بنایا جیسا کہ خود ان سے مروی ہے۔ اے اللہ! اگر یزید ایسا ہی ہے۔ جیسا اس کے بارے میں میرا گمان ہے تو بہتر ہے اگر ویسا نہیں تو تو اسے بہت جلدی موت دے دے۔ اللہ کے حضور حضرت امیر معاویہ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اس یزید کو زیادہ دیر خلافت کرنا نصیب نہ ہوئی۔ اس کی مزید تفصیل تحفہ جعفریہ جلد ۵ ص ۲۴۸ تا ۲۶۲ پر دیکھیں

سوال نمبر ۲۳

وہ کون ہے جو فتح مکہ کے دن پچھلے کفر کے ساتھ اسلام میں ملاطمت کو آیا اور جس کا ایمان بے نفع ہے؟ قرآن نے ان لوگوں کے لیے کلمہ کفر کے ساتھ اسلام میں داخل ہونے اور اسی کفر کے ساتھ اسلام سے نکل گئے۔

جواب:

اس الزام کا تفصیلی جواب دو دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ، کی جلد دوم زیر الزام نمبر ۹ دیا گیا ہے۔ جو تقریباً ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اختصار کے طور پر یہاں بھی ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ الزام سورہ مائدہ کی آیات ۵۹، ۶۰، ۶۱ سے لیا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”فرادیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتابیر! تمہیں ہمارا کیا ملا لگا ہی کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں۔ فرادیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں تمہیں نہ بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ بُرا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹھکانے کی رُو سے وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب فرمایا۔ اور ان میں سے کر دیا گیا بعض کو بندر بعض کو سورا اور بعض کو شیطان کے پجاری۔ یہی لوگ بہت بڑے شریر ہیں اپنے ٹھکانے کے اعتبار سے اور بہت بڑے گمراہ اور پکے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں،“

تفسیر طبری، قرطبی اور دیگر بکثرت تفاسیر میں ہے۔ کہ آیات مذکورہ اہل کتاب میں سے منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ یا اهل الكتاب، کے الفاظ صاف صاف منافقین کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بد باطنی اور بے دینی کے پیش نظر قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو آیات کفار و منافقین

کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہیں کسی نہ کسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر چسپاں کی جائیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر خدا کے غضب کا حقدار کون ہوگا؟ اور پھر وہ چوری پھر سینہ زوری،، کے مصداق بڑے طمطراق سے پرتھتا ہے۔ وہ کون ہے جس نے۔۔۔۔؟ اگر عدل و انصاف کے شیشہ میں دیکھتا۔ تران تمام کون ہے۔

کا جواب اُسے اپنی شکل میں نظر آجاتا

سوال نمبر ۲۴:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن بریدہ دو صحابیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی اور ہمیں بھی دی؟ (مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص ۲۴۷)

سوال نمبر ۲۵:

وہ کون ہے جس کے متعلق عبداللہ بن صاوت صحابی نے مسجد میں اعلان کیا۔ اس نے سو دیا اور کھایا۔ اور وہ دوزخ میں گلے تک ہے؟

جواب:

ان الزامات کا تفصیلی جواب بھی دشمنانِ امیر معاویہ کا علیؑ کا سب جلد دوم میں تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل دیا جا چکا ہے۔ جو الزام ۲۴ کے تحت مذکور ہے۔ یہی الزامات عبدالرحیم دیوبندی کے گرو محمد ہزاروی نے بھی لگائے ہیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ اس طرح کی روایات سخت مجروح ہیں۔ جن میں یہ الزامات آئے ہیں۔ اور اساماء الرجال و علم الحدیث کے ماہر بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجروح روایت سے کسی پر الزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل نے کتاب اصل اور ابو یوسف رازی نے الجرح والتعدیل میں لکھا ہے۔ کہ اگر کسی راوی میں جرح اور تعدیل دونوں ملتی ہوں۔ تو توجیح جرح کو ہوگی۔ ان دونوں الزامات کی روایات کے راویوں پر جرح موجود ہے۔ اس لیے ان کا کوئی وزن نہیں۔

سوال نمبر ۲۶:

وہ کون ہے جس بد نعت ازلی اہدیٰ نے مغیرہ بن شعبہ کا غلام لُو لُو کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو قتل کرایا۔ (مجمع البحرین طبع محمدی پریس دیوبند)

جواب:

قرآن کریم کا ارشاد ہے: "وَالنَّجِیْتُونَ لِلنَّجِیْتَاتِ" ، نصیبت کو اپنا ہم مسلک اور خبیث سے بھرا کہیں سے مل ہی جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح عبدالرحیم رافضی کو اپنی قماش کو کذاب اور دشمنانِ امیر معاویہ مجمع البحرین کے معنی کی شکل میں مل گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ مغیرہ بن شعبہ کو خرید کر اس سے حضرت عمر کو مروا تے۔ کونسا دکھ دیا تھا۔ انہیں حضرت عمرؓ نے؟ آئیے "الاستیعاب" کے ایک دو حوالے ملاحظہ کریں۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس پر خود عبدالرحیم رافضی کو بھی اعتماد ہے۔ تاکہ ان حوالہ جات سے معلوم ہو جائے۔ کہ ان دونوں (امیر معاویہ، عمر بن خطاب) کا باہم کیا تعلق تھا؟

الاستیعاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایسے قریشی نوجوان پر اعتراض کرنے سے بچو وہ ایسا شخص ہے جو غصہ کے وقت ہنستا رہتا ہے اور کوئی چیز اس سے اس کی رضا کے بغیر نہیں لی جاسکتی۔ اور جو کچھ اس سے کوئی لیتا ہے۔ وہ زبردستی سے نہیں بلکہ اس کے قدموں میں پڑ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سرداری سے زیادہ قابل کسی اور کو نہیں پایا۔ ابن عمر سے پوچھا گیا۔ کیا، ابو بکر

عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ میں بھی نہ تھی؟ ابن عمر نے فرمایا۔ خدا کی قسم یہ چاروں حضرات بے شک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے لیکن سرداری میں وہ بڑھ کھٹے۔ ابن عمر کے غلام جناب نافع سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی؟ جواب دیا۔ کہ میرے آقا و مولیٰ کسی اختلاف کے وقت اپنا ہاتھ کسی کو نہ دیتے (یعنی جب امیر معاویہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی۔ تو ابن عمر نے دونوں کو چھوڑ کر علی کی اختیار کر لی۔ کیونکہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا۔ کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو تم اپنی تلوار احد پہاڑ پر مار کر توڑ دینا۔ اس لیے ابن عمر نے ان میں سے کسی سے بیعت نہ کی) امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری پر اختلاف ختم ہو جائے کہ بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور امیر معاویہ بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ (الاستیعاب جلد سوم برصغیر)

الاصابہ ۱۰۱ تمیز الصحابہ حرف میم قسم اول ص ۳۹۸

قارئین کرام! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اگر امیر معاویہ نے شہید کر دیا ہوتا۔ تو ان کی شہادت کے بعد ان کا صاحبزادہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اپنے باپ کے قاتل کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت عمر اور امیر معاویہ میں کوئی دشمنی نہ تھی۔ بخاری شریف میں بھی مذکور ہے۔ کہ ابن عمر نے امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ علاوہ انہیں الاستیعاب جلد دوم ص ۴۶۹ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۷، اور اسد الغابہ جلد ۱ ص ۷۴، اور طبری وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ ابو لؤلؤ غلام نمان لیے حضرت عمر بن خطاب کو شہید کیا۔ کہ میرا مالک منیرہ بن ضعیفہ جو مجھ سے خراج لیتا ہے۔ وہ کم کرا دیں۔ اپنے

فرمایا۔ وہ جس قدر لیتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ تو اچھا کاریگر ہے۔ اور مقررہ خراج دینا تجھے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ عرض کی گئی حضور! ابو لؤلؤ خراج کم دیتا ہے۔ لہذا زیادہ کر دیا گیا۔ بہر حال خراج کی کمی بیشی اصل وجہ نبی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے اس ابو لؤلؤ کو کہا۔ کہ تم ایک چکیتی مجھے بھی بنا دو۔ کہنے لگا۔ ایسی چکیتی بنا کر دوں گا۔ کہ لوگ مشرق و مغرب میں اس کی باتیں کیا کریں گے۔ جس سے اس کی مراد آپ کو شہید کرنا تھا۔ باوجود علم ہونے کے حضرت عمر نے اس کا محاسبہ نہ کیا۔

یہ ہیں وہ تاریخی واقعات جن کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ عبدالرحیم اور محدث ہزاروی ایسے کذاب ان تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پھر بڑی ڈھٹائی سے مکتھے ہیں۔ کہ میرے سوالوں کا جو جواب دے گا۔ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جب سوال کا سر پاؤں ہی کوئی نہیں۔ تو جو اس کا جواب پھر اس پر انعام کی پیش کش عجیب بے ایمانی ہے۔ اور عوام کو بڑے مکارانہ انداز میں دھوکہ دینا ہے۔

سوال نمبر ۲۷:

وہ کون ہے جس کے معتد پیشوا عقبہ بن مرثی اور اس کے اپنے فرزند زید

نے کہا۔ سب جھوٹ ہے نہ فرشتہ آیا نہ وحی؟

جواب:

میں اس سے قبل زید کے بارے میں اپنا نظریہ درج کر چکا ہوں۔ اُسے ولی یا قطب نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پر لگائے گئے الزامات کا جواب دوں۔ رہا عبدالرحیم رافضی کا زید کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے وحی کا انکار کیا، تمام احکام کو جھوٹ کہا وغیرہ۔ میرا خیال ہے۔ کہ زید کا یہ قول کسی صحیح روایت میں

نہیں ہے۔ ورنہ اس کا امام چرچا ہوتا۔ اس لیے اگر انفضی عبدالرحیم خود اپنا یہ الزام روایت مصیحیہ سے ثابت کر دے۔ تو تیس ہزار کا انعام پائے۔

سوال نمبر ۲۸:

وہ کون ہے بے نفع ایمان والا جس کے ازلی کافر باپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا یزیدی یا دشمنیت ہے میں نہیں مانتا جنت و دوزخ کو؟ الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۷

سوال نمبر ۲۹:

وہ کون ہے کہ جس کے مشہور و معروف ذاتی منافق باپ کو جب اسلام میں آیا منافقین کا ماویٰ و ملجا اور جاہلیت میں زندیق تھا؟ (الاستیعاب جلد ۶ ص ۸۹)

جواب:

دونوں الزامات کے لیے حوالہ دو الاستیعاب جلد ۶، کا درج ہے۔ حالانکہ الاستیعاب آج تک چھ جلدوں میں نہیں چھپی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجمع البحرین جسی واہی تباہی کسی کتاب سے عبدالرحیم نے یہ پڑھا ہو گا۔ اور پھر بے سمجھے سوچے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ دونوں اعتراضات صغہ کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے۔

الاستیعاب:

حضرت ابوسفیان کے اسلام کے بہتر اور اچھا ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب یہ اسلام لائے۔ تو بہت اچھا اسلام لائے۔ جناب سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے میدان میں ابوسفیان کو اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے کے نیچے دیکھا وہ لڑ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ! اپنی مدد قریب کر دے۔ یہ بھی مروی ہے

کریرموک کی جنگ میں ابوسفیان ایک اونچی جگہ کھڑے یہ کہہ رہے تھے۔ اشد، اشد، اشد، بے شک تم عرب کا زادراہ ہو اور اسلام کے مددگار ہو۔ اور آپ کے مقابلے میں زادراہ اور انصار مددگار مشرکین ہیں۔ اے اشد! یہ دن تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ اے اشد! اپنے بندوں پر اپنی مدد اتار۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ کہ وہ منافقین کے سرخوئے تھے جب سے اسلام لائے۔ اور جاہلیت میں زندقیت کی طرف منسوب تھے۔..... حسن سے روایت ہے۔ حضرت عثمان کے خلیفہ بن جانے کے بعد ابوسفیان ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے عثمان! تیم اور عدی کے بعد (الو بکر قبیلہ تیم اور عمر بن خطاب قبیلہ عدی سے تھے) خلافت کو ادھر ادھر پھیر۔ اور اس میں بنو امیہ کی میخیں لگا۔ کیونکہ یہ بادشاہیت اس میں جنت و دوزخ کو میں نہیں جانتا۔ عثمان غنی سن کر غضب ناک ہوئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ اٹھ کر دور ہو جا۔ اشد تیرے ساتھ جو چاہے کرے۔ (الاستیعاب جلد ۱۱ بر حاشیہ الامابۃ فی تیز الصحابہ ص ۸۷ حروف سین قسم اول)

الاستیعاب کے دونوں الزامات کی عبارت آپ نے پڑھی۔ جس کا مہارالے کر عبد الرحیم رافضی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے دل کا غبار نکالا۔ صاحب الاستیعاب نے مذکورہ عبارت کے اختتام پر اس کا جو رد لکھا۔ وہ اس عقل و خرد کے اندھے کو نظر نہ آیا۔ علامہ نے لکھا۔

الاستیعاب :

وَلَدٌ أَحْبَابٌ مِّنْ نَّحْوِ هَذَا رِدِيَّةٌ ذَكَرَهَا
 أَهْلُ الْأَخْبَارِ لَمْ آذِ كُرْهَا وَ فِي بَعْضِهَا مَا
 يَدُلُّ عَلَى أَنَّكَ لَمْ يَكُنْ إِسْلَامَهُ سَالِمٌ
 وَالْحِكْمُ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ يَدُلُّ

عَلَى صِدْقِهِ إِسْلَامِهِ (۱۱) سَنَةً جَدِيدَةً ۸۶۰ (برہان صیابہ ج ۱ ص ۱۰۷) میں اس قسم کی لچر اور بھی خبریں ہیں۔ جنہیں اہل انجارج نے ذکر کیا۔ اور میں نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ابوسفیان کا اسلام سالم نہ تھا لیکن حضرت سعید بن مسیب کی حدیث ان کے اسلام کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

قارئین کرام! صاحب الاستیعاب نے عبدالرحیم رافضی کے پیش کردہ مضمون والی روایات کو صراحتاً ردی کہا۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو صحیح کہا۔ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو صحیح اور درست کہا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔ کہ جنگ یرموک کے موقع پر سب کی آوازیں بند ہو گئیں صرف ایک آدمی تھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ اللہ کی مدد! قریب ہو جا۔ جب اس آواز والے کو دیکھا تو وہ ابوسفیان تھے جو اپنے بیٹے کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری کنیت ابو حنظلہ ہے۔ جو ان کے ایک اور بیٹے کی نسبت سے ہے جو غزوہ بدر میں کفر پر مرا تھا۔ ابوسفیان مسلمان ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوئے ان کی ایک آنکھ طائف میں ختم ہوئی۔ ایک آنکھ سے ہی کام لیتے رہے۔ حتیٰ کہ جنگ یرموک میں ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آنکھ کے ضائع ہونے کی بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور اگر اس کی بجائے جنت چاہے تو وہ مل جائے گی۔ ابوسفیان نے عرض کی۔ حضور! مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے (بحوالہ الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۱۷۹ بحوالہ الاستیعاب -) جب

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابرسفیان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے بچے شیدائی تھے۔ اور بوعده حضورِ عنتی ہیں۔ لیکن عبدالرحیم رافضی اندھے کو یہ باتیں کب نظر آسکتیں ہیں۔ اس کی آنکھوں پر بغض و عداوت کی دینر پڑے پڑے ہوئے ہیں۔

ووالاصابہ، کے مذکورہ صفحہ پر ابرسفیان کے بارے میں مزید لکھا ہے۔ ان کا نام صحیح تھا۔ ان کے مناقب میں ابن حجر لکھتے ہیں۔ وَذَكَرَ ابْنُ إِسْحَاقَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَّهَهُ إِلَى مَنَاتٍ فَلَمَّا مَهَا حَضَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيَّ ابْنِ مَنَاتٍ كَمَنَاتٍ بَتِ كِي طَرَفٍ رَوَانَهُ فَرَمَايَا۔ تو انہوں نے جا کر اُسے منہدم کر دیا۔ اسی صفحہ پر سند صحیح سے مروی ہے۔ وَرَوَى بِنُ سَعْدٍ أَيْضًا وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَنِ عِكْرَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى إِلَى أَبِي سَفْيَانَ بْنِ الْحَرَبِيِّ تَمَرًا عَجْوَةً فَكَتَبَ إِلَيْهِ يَسْتَهْدِيهِ أَدَمًا مَعَ عَمْرِو بْنِ أُمِّيَةَ فَتَزَلَّ عَمْرٌ وَعَلَى إِحْدَى إِمْرَأَتِي أَبِي سَفْيَانَ فَقَامَتْ ذُوْنَهُ وَقَبِلَ أَبُو سَفْيَانَ الْهُدْيَةَ وَأَهْدَى إِلَيْهِ أَدَمًا۔

ترجمہ: ثابتاً، لبقات ابن سعد میں بھی یہ روایت ہے۔ اور اس کی اسناد صحیح ہی وہ یہ کہ جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابرسفیان کی طرف عجوہ کھجوروں کا ہدیہ بھیجا۔ اور لکھ بھیجا کہ تم میری طرف عمرو بن امیہ کے ہاتھ چمڑے کا دسترخوان بطور ہدیہ بھیجو۔ ایلچی عمرو جناب ابرسفیان کی ایک بیوی کے پاس گئے۔ وہ ذرا ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی آؤ بھگت کی۔ ابرسفیان نے ہدیہ کو بوسہ دیا۔ (اور رکھ لیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چمڑے کے دسترخوان کا ہدیہ روانہ کیا۔۔۔۔۔ اسی صفحہ پر ایک اور روایت ان

نہ سے منقول ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَلَمْ يَمُرْ بِمَنْ لَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذًا أَوْيَ بِمَكَّةَ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ تَرَجَّحًا

جناب ثابت بنانی سے جعفر بن سلیمان ضعیفی روایت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ امن والا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ شریف میں قیام پذیر ہوتے تو آپ ابوسفیان کے گھر میں تشریف فرما ہوتے۔ قاریین کرام! مدار ابن جریر مستطانی شارح بحاری شریف نے الاما بہ جلد ۲ ص ۱۷۹ احرف مادہ اول میں ابوسفیان کے بارے میں تین روایات نقل کیں ہیں جو آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔ ان سے جناب ابوسفیان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کیسے تعلقات نظر آتے ہیں؟ ان میں سے پہلی روایت کو دیکھئے۔ ابوسفیان اسلام لانے سے قبل اسی منات کے پہاڑی تھے۔ جس کو اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر توڑ رہے ہیں مگر ان کے دل میں سابقہ شرک باقی ہوتا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود کو کبھی نہ توڑے۔ دوسری روایت یہ بتاتی ہے کہ اسلام لانے سے قبل ان دونوں کے مابین ایسے تعلقات تھے۔ جو کسی دوسرے کافر و مشرک کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نہ تھے۔ اسلام لانے سے قبل ایسا معتد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آتے تو قیام کے لیے ابوسفیان کا ہی گھر پسند فرماتے۔ اس سے دونوں کے مابین نسبی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابوسفیان رشتہ میں آپ کے پھوپھی زاد لگتے ہیں۔ اسی خوشگوار رشتہ کے پیش نظر متعدد بات ایک دوسرے کو بھیجا کرتے۔ جب اسلام لانے سے قبل تعلقات کی خوشگوار

کا یہ عالم تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد اس میں کونسی کمی رہ گئی ہوگی۔ اس کی دلیل امتداد کی مذکورہ روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو سفیان جنت کا سردار ہے۔ آنکھ کے بدلہ میں حضور سے جنت طلب کی۔ جو انہیں بموجب عہد دے دی گئی۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر ہر ذی شعور فیصلہ کر سکتا ہے، کہ ابو سفیان واقعی صحیح معنوں میں مسلمان ہوئے۔ یا عبدالرحیم رافضی وغیرہ کے بقول ان کا ایمان منافقانہ تھا (معاذ اللہ) علاوہ ازیں ان حقائق سے عبدالرحیم دیوبندی رافضی کے اگلے سوالات کا جواب بھی آپ کو ملے گا۔ بوقت فروغ اجمالاً ان کا جواب لکھا جائے گا۔

سوال نمبر ۵۰:

وہ کون ہے جس بانی بغاوت ظلم و بدعت مبتدع کے دور حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے هُنَا هُنَا هُنَا مَصَابِ فِتْنَةٍ و فساد فرمایا۔

سوال نمبر ۵۱:

وہ کون ہے جس کی باطنی باطل ظالم سرِ پافتنہ و فساد حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلِكًا حَصُوصًا درندہ شاہی فرمایا۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶ مطبوعہ بیروت)

جواب:

دونوں روایات خصائص کبریٰ سے منتقل ہیں۔ جو امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ان روایات کی کوئی سند مذکور نہیں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے۔ اگر ان کی اسناد مذکور ہوتی۔ تو پھر یہ روایات یقیناً ردی شمار ہوتیں۔ بہر حال اگر ان کی صحت مان لی جائے۔ تو اصل مقام ان روایات کا طرانی ہے۔ جہاں یہ روایت کچھ اس طرح مذکور ہے۔ دوام المؤمنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا؟ تو تیرا کیا حال ہوگا، اس پر ام حبیبہ (امیر معاویہ کی ہمیشہ) نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں فساد ہوگا، اس روایت کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے خلیفہ بننے کا وقت فساد کا زمانہ ہوگا۔ اور ہوا بھی یہی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملہ میں قصاص کے مسئلہ پر مسلمانوں میں شدید اختلاف ہوا۔ بہت سے شہید ہوئے پھر امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ اور اس کے ابتدائی ایام میں بہت بڑا فساد ہونے لگا۔ بہ حال اس کا ہم کافی دشمنی جواب دے چکے ہیں۔ وہ یہ کہ دونوں طرف کے متولین دو شہداء، میں شامل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے متعلق فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ امیر معاویہ کا دور خلافت جا براتہ اور ظالمانہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے صاف صاف معلوم ہوا کہ خلافت امیر معاویہ اللہ کی طرف سے ہوگی۔ مگر انہیں بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب خلافت سنبھل جائے گی۔ تو نہایت مضبوط ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپ کی بیس سالہ خلافت کے دور میں ایک بار بھی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ اور تمام حضرات نے بدل جان آپ کی بیعت کر لی۔ عبدالرحیم درلودری رافضی نے دو درندہ شاہی، جس لفظ کا معنی کیا ہے۔ وہ ”عصوف“ ہے۔ یہ اس لفظ کا یہاں معنی نہیں ہے۔ مرثیہ مکمل ملاحظہ ہو۔ وہ حضرت معاذ بن جبل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ حکومت نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوئی۔ پھر پر رحمت و خلافت بن جائے گی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ عصوف آئے گا۔ اس کے بعد امت میں فتنہ اور جبریت ہوگی۔ جب شراب، شرم گاہیں اور ریشم کو حلال جانیں گے۔ اور اس پر مدد حاصل کریں گے۔ اور انہیں ایسا ہی

برتنے کو دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات ہوگی، (بحوالہ خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۱۶)

حضرت علیؑ نے حکومت اسلامی کے تین دور ذکر فرمائے۔ پہلا دور نبوت و رحمت کا دور جو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا۔ دوسرا دور خلافت اور رحمت کا دور جو خلفائے راشدین کا دور ہے۔ اور اس میں امام حسن اور امیر معاویہ کی خلافت کا کچھ حصہ بھی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم با دلائل بیان کر چکے ہیں (تیسرا دور حضور بادشاہ کا ہے۔ اس سے مراد اگر حضرت امیر معاویہ رض کا دور خلافت لیا جائے تو حضور کا معنی وہ نہیں جو عبدالرحیم نے خبت باطنی سے کیا۔ بلکہ بحوالہ المنجد ص ۸۱۱ حروف عین کی بحث دیکھیں۔ وہاں اس کا معنی مضبوطی بھی کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ فلاں نے دانتوں سے گرہ لگائی۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رض کے دور حکومت کو مضبوط دور سے تعبیر فرمایا۔ اور واقعی ان کا دور نہایت مضبوط دور تھا۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ملکہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور مملکت اسلامیہ کی حدود میں اضافہ ہوا۔ روایت مذکورہ تو امیر معاویہ رض کے دور خلافت کو عمدہ اور اچھا بتا رہی ہے۔ لیکن عبدالرحیم رافعی نے حضور سے اسے مورد الزام بنا لیا۔ ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ تم نے جس کتاب سے یہ روایت ذکر کی۔ کیا اس کے مصنف کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ علامہ السیوطی صاحب خصائص کبریٰ ص ۱۱۶ پر رقمطراز ہیں۔ ابن عساکر سے مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو میرے بعد میری امت کا والی بنے۔ فَا قَبِلْ مِنْ مَّحْسِنِهِمْ فَتَجَا وَرَعَتْ مَسِيئَتِهِمْ فَمَا زِلْتُ اَرْحَبُ وَهَا حَتَّى قَمْتُ مَقَامِي هَذَا تو ان لوگوں میں سے نیکیوں کو ساتھ رکھنا اور برہوں سے درگزر کرنا پس

میں اس (خلافت و ولایت) کا امیدوار رہا۔ حتیٰ کہ میں اب وقت کا خلیفہ ہوں۔ اس کے بعد ایک اسی کتب پر روایت جس کے راوی امام حسن ہیں۔ اپنے والد علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَذْهَبِ الْيَاْمُ وَاللَّيَالِي حَتَّى يَمْلِكَ مَعَاوِيَةَ۔ میں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔ یہ زمانہ اس وقت تک ختم نہ ہوگا۔ جب تک معاویہ بادشاہ نہ بنے گا۔ اسی جگہ طبقات ابن سعد، ابن عساکر دونوں مسلم بن مخلد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے

اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَمَكِّنْهُ فِي النَّبَلَةِ وَقِيعَةِ الْعَذَابِ

اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما۔ اور اس کو حکومت میں مضبوطی عطا فرما۔ اور عذاب سے اسے بچائے رکھ۔

قارئین کرام! رافضی عبدالرحیم کے لگائے گئے الزامات آپ دیکھ لیں۔ کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر بالفرض وہ تسلیم بھی کر لیے جائیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ حضرت امیر معاویہ کے گناہوں میں یہ باتیں شامل ہوں گی۔ تو کیا گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی؟ چلو اپنی مانگی ہوئی توبہ نہ قبول ہی اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی گئی اس کے لیے توبہ بھی قبول نہ ہوگی؟ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ میں توبہ کرنے والے کی برائیوں کو جیکوں میں تبدیل کر دیتا ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا سے اللہ! اسے جہنم سے بچا۔ نیز صرف دعا نہیں وعدہ ہے کیونکہ آپ کی دعا رد نہیں کی جاتی کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے اگر غلطیاں بھی کیں۔ تو یہی ان کی

معافی ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کا معاملہ بہت سی جگہ مذکور ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو معاف کیا اور خاصاً کبیری جلد دوم ص ۱۷۷ پر ایک واقعہ مذکور ہے۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ کہ عروہ ابن رویم نے بیان کیا۔ ایک اعرابی آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی کر کے اگر آپ مجھے بچھاؤں تو آپ کو نبی مان لوں گا۔ امیر معاویہ رضو کھڑے ہو گئے۔ اور کہا۔ میں اسے بچھاؤں تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔

لَنْ يَغْلِبَ مُعَاوِيَةَ أَبَدًا قَسْرِيحَ الْأَعْرَابِيِّ فَكَفَا
كَانَ يَوْمَ صَفَّيْنِ قَالَ عَلِيٌّ لَوْ ذَكَرْتُ هَذِهِ الْحَدِيثَ
مَا قَاتَلْتُ مُعَاوِيَةَ۔

معاویہ کو کوئی بھی ہرگز نہیں بچھاؤں گے گا۔ وہ اعرابی شکست کھا گیا۔ پھر جب جنگ صفین ہوئی۔ تو علی المرتضیٰؑ نے فرمایا۔ اگر مجھے یہ حدیث پاک یاد ہوئی۔ تو میں معاویہؓ سے کبھی قتال نہ کرتا۔

مختصر یہ کہ عبدالرحیم رافضی ایسے ہزاروں آؤ جمع ہو کر سورج کی روشنی کو مٹانا چاہیں۔ تو انہیں سوائے ناکامی و نامرادی کے کچھ بھی نہ ملے گا۔ امیر معاویہؓ کے فضائل و مناقب کا وہ سورج ہیں۔ جنہیں روشنی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ لہذا ان پر الزامات لگانے والا اپنا منہ کالا کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھتا ہے۔

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے مرتے دم پیپیر اسلام کے سب معروکوں کے بدلہ لینے کی بسر کر دی۔ مسلم بن عقبہ سب حراموں کو ظلال جاننے ماننے والے صریح کافر بیٹے یزید کو حرم مدینہ کو غارت و تباہ کرنے کی وصیت کی۔ (فیذ القلوب معنوں علی بن ابی

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس نے اپنے کافر بیٹے کافر زید کو حرمین شریفین کی تباہی کا مشورہ بطور نصیحت دیا پھر اس میں اس منافق مسلم بن عقبہ کو اپنا سب سے بڑھ کر معتد و مرتب کہا؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ جذب القلوب کی مذکورہ روایت چونکہ مجہول ہے۔ لہذا ایسی روایات کسی پر تنقید یا جرح کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی جہالت ملاحظہ ہو۔ جذب القلوب ص ۶۱، ابن ابی خثیمہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں: ”مدینہ منورہ کے بوڑھے لوگ باتیں کرتے ہیں، مدینہ کے بوڑھے جو باتیں کرنے والے ہیں۔ وہ سنی سنائی تھیں۔ یا آنکھوں دیکھی تھی۔ یا یو نہی قصہ کہانی کے طور پر بیان کرتے تھے۔ تو جب کہ ان سے بیان کرنا خود ان کا آنکھوں دیکھا حتمی طور پر واقعہ نہیں۔ تو ان کی روایت کی کیا حیثیت ہوگی؟ پھر شیخ عبدالحق مصنف جذب القلوب کا اس بارے میں اسی روایت کے مطابق نظریہ ہوتا۔ تو اسکی توثیق کرتے۔ حالانکہ شیخ موصوف نے اپنی تصنیفات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

اشعة اللمعات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیمت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں درویش گئے۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔ یعنی دونوں ہی دین اسلام کا دعویٰ کریں گے۔ اور اپنی حقانیت

کا دعویٰ کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے اعتقاد میں حق پر ہوگا۔ ان دو گروہوں سے مراد حضرت علیؑ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ان کے متبیین کی جنگ ہے۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اخواننا بغوا علینا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے یعنی ہم دین اسلام میں دونوں بھائی ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ (اشعة اللمعات جلد چہام ص ۲۱۶ تا ۲۱۷ باب الملاحم)

اشعة اللمعات؛

ابن عباس سے سوال کیا گیا۔ کیا تجھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میلان و محبت ہے۔ باوجود اس بات کے کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں ابن عباس نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے اعتقاد میں صداقت پر ہیں۔ کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔ دوسرا کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ دور ہو جاؤ صحابی رسول ہیں اس پر اعتراض جائز نہیں۔ شیخ کے الفاظ یہ ہیں۔ "اعتراض ممکن اور ازیرانکہ دے محبت داشته است با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم" ان پر اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

افسوس صد افسوس اس اندھے دیوبندی رافضی پر کہ ایسی واضح اور مرید احادیث فضائل و مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چھوڑ کر مجہول اور بے سند روایات کی طرف کیوں دوڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی۔

سوال نمبر ۵۲

وہ کون ہے جس میں ہزار وجوہ و اسباب و کفر پائے جانے کے

باوجود اس کے نمک حلال مانے اور رسول اللہ سے بیگانے اسے صحابی بنانے اس پر رضی اللہ عنہ پڑھنے پڑھانے پر لفتد ہیں۔

سوال نمبر ۵۵

وہ کون ہے۔ جسے بغاوت پرست ملائوں نے محض باطل پر مجتہد بنا رکھا ہے؟ محقق علماء مشائخ نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچے تھے۔

جواب:

اس کا جواب وہی ہے جو ہم سوال نمبر ۵۴ کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ بحوالہ بخاری ترمذی امیر معاویہ رحمہ کو مجتہد اور فقیہ اور صحابی کہنے والے کون ہیں؟ وہ عظیم صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو جرأت، فقیہ امت اور مجتہد ہیں۔ اس نمک حرام رافضی سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔؟ لیکن کوئی بعید نہیں۔ یہ گستاخ ابن عباس رحمہ کو بھی اتنی الفاظ کا مستحق قرار دے دے جو اس کے دیگر علماء امت امیر معاویہ کے بارے میں کہتے ہیں۔ اگر اس کے الزام میں کوئی تقویٰ سی صداقت ہوتی۔ تو چند علماء و مشائخ کے نام لیتا۔ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ امیر معاویہؓ کو صحابی کہنے والوں میں سرکار غوث پاک، امام غزالی، شعرانی وغیرہ شامل ہیں۔ نہ جانے یہ کن علماء اور مشائخ کی بات کرتا ہے۔ جن کی نہ خبر اور نہ اتنے پتہ معلوم۔؟ اللہ سے شرم و حیا عطا کرے۔

سوال نمبر ۵۶

وہ کون ہے جس کے اجتہاد کی ٹکڑی براہِ راست خلیفہ راشد سے ہوئی۔؟ حالانکہ ایسا اجتہاد قطعاً بغاوت اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ ابلیس کا جہاد خلیفہ سے ہوا

جواب: دراصل عبدالرحیم رافضی کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ

نے اجتہاد کیا۔ اور اس کے نتیجے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی۔ علی المرتضیٰ خلیفہ راشد تھے۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد دراصل کفر اور بغاوت بنتا ہے لہذا اس اجتہاد کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر و باغی، ہوئے ہم پر چھتے ہیں کہ اگر اس رافضی بد باطن کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو صرف امیر معاویہ ہی نہیں ان کے سبھی ساتھی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے تمام صحابی اسی حکم میں شامل ہوں گے۔ جن میں سے حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ کے نام سرفہرست ہیں۔ حالانکہ طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کی وجہ سے قطعی بنتی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کے بارے میں خود قرآن کریم نے فرمایا۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ۔ ان کے لیے بخشش اور باعزت اجر ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ مجاہدین سے مقابلہ کرنے کی پاداش میں یہ رافضی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و باغی کہہ رہے ہیں۔ وہ خود یعنی علی المرتضیٰ انہیں اپنا ہم دین، ایک قرآن کے مننے والا اور ایک خدا و رسول پر ایمان لانے والے فرما رہے ہیں۔ کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس رافضی کو لڑائی کی تکلیف پہنچتی ہے؟

سوال نمبر ۵۷

وہ کون ہے جس نے بھونڈے اجتہاد سے وتر کی تین رکعت کو ایک بنا لیا اور عبادت و اطاعت کے دو حصے برباد کر دیئے (بخاری شریف)

سوال نمبر ۵۸

وہ کون ہے جس کے ایک وتر کے مقابلہ میں اجتہاد کو ملاحظہ کر کے ابن عباس نے اسے گڑھا کہا۔

(طحاوی فیض الباری)

جواب:

جہاں تک تین رکعت کی بجائے ایک رکعت وتر پڑھنے کی بات ہے اس کا ثبوت ہے۔ لیکن عبادات و طاعات کے دو حصے کر دینا، بخاری شریفین یا کسی اور حدیث کی کتاب کے الفاظ نہیں۔ یہ عبدالرحیم رافضی کی پچھریں وتروں کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ ایک، تین، پانچ اور نو تک مذکور ہے۔ وتر کی تین رکعت احناف کے نزدیک جیسا کہ نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھنے پر دو گدھا کہا۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ آپ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت وتر کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور دوسرے کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا۔ وہ فقیہ ہیں۔ یہ دونوں بخاری کی ہی روایات ہیں۔ ان کو چھوڑ کر تیسری روایت ہی کو مطیع نظر بنالینا کہاں کی عقلندی ہے۔ مذکورہ روایت عمران بن حصیر کی ہے۔ امام طحاوی نے گدھے والی روایت کے بعد لکھا۔ حدثنا عمران و ذکرنا سنادہ مثله الا انه لعرقہ الخمار عمران نے ہی ہم سے روایت کی۔ اور اسی اسناد کے ساتھ لیکن اس میں دو گدھے، کا لفظ نہ کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی کی تحقیق یہ ہے کہ جس روایت میں دو گدھا، کا لفظ آیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس رافضی کو چونکہ شرم و حیا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ورنہ گدھے والی روایت دیکھی ہوتی۔ تو اس کے اگلے صحیحے والی روایات بھی دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نظر یہ قائم کرتا۔ طحاوی شریفین میں یہ روایت جلد اول ص ۲۸۹ باب الوتر آئی ہے۔ جس کا مطبع بیروت ہے۔ تاریخین کلام

فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ امام طحاوی کی نسبت گدھے والی روایت کہاں تک درست ہے؟
سوال نمبر ۵۹:

وہ کون ہے جس نے اجتہاد کے بغاوت کی اور خلیفہ راشد سے غازیے جنگ۔ باغیانہ کیے اور ایک لاکھ ستر ہزار حافظ قرآن و سنت قتل کیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما اولاد کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلادیا۔؟

جواب:

اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس گدھے کی جہالت دیکھئے۔ کہ خود تسلیم کر رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہوئی اور مجتہد کی خطا پر کیا حکم لگتا ہے؟ سب امت متفق ہے۔ کہ مجتہد اجتہادی غلطی پر بھی ایک نیکی کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ کجا نیکی کا ثواب اور کجا عبد الرحیم رافضی کا اجتہادی خطا تسلیم کر لینے کے بعد اسے بغاوت و کفر قرار دینا۔؟ اسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ قَتَلَايَ وَ قَتَلَايَ مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔ میری اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقبول جنتی ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۲۵۷ جز ۹ باب ما جاء في معاوية و ابی سفیان) حضرت علی المرتضیٰ ان حضرات کو شہید فرمائیں جو امیر معاویہ کی طرفداری میں لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اور عبد الرحیم رافضی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور کافر قرار دے کر ان کے ساتھیوں کے جہنمی کہنے پر مصر ہے۔ درحقیقت یہ شخص علی المرتضیٰ کی تردید کر کے انہیں تکلیف دے رہا ہے۔

سوال نمبر ۶۰:

وہ کون ہے جسے حنفی تفسیر احکام القرآن نے ائمۃ الکفر سے لکھا۔ اس کے باپ اور اس کے گروہ کو کہا۔ بِمَنْ كَرِهْتَنِّي فَاَكْبَهُنَّ

وہ کہ جن کے دلوں کو اللہ نے کفر سے پاک نہ کیا؟

جواب:

عبدالرحیم رافضی نے اس الزام کو بھی ناممکن اور مہمل طریقہ سے پیش کیا۔
 مگر اپنا مطلب پورا کر کے۔ اسے بھی امام طحاوی کی طرف سے نقل کیا اس
 اعتراض کی حقیقت کیا ہے؟ ایسے پہلے یہ دیکھ لیں۔ سورہ برآة کے دوسرے
 رکوع میں ”فَقَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ“ (کفر کے اماموں کو مارو) کے الفاظ
 مذکور ہیں۔ اس آیت کے تحت ابو بکر رازی فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد سرداران
 قریش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مکھا۔

احکام القرآن:

هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ رَوَايَةَ مَنْ رَوَى ذَلِكَ فِي
 رُؤْيَا قُرَيْشٍ وَهِيَ اللَّهْمُّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ
 قَوْمًا مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ كَانُوا أَظْهَرُوا الْإِسْلَامَ
 وَهِيَ الْإِطْلَاقُ مِنْ نَحْوِ أَبِي سَعْيَانَ وَاحْتِزَّ اسْمُهُ
 مِنْ لَمِينٍ قَلْبَهُ مِنَ الْكُفْرِ.....

وَجَاءَ أَنْ يَكُونَ مَرَادُهُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرْنَا
 وَسَائِرِ رُؤْيَا الْعَرَبِ الَّذِينَ كَانُوا مَعًا وَفِي
 قُرَيْشٍ..... وَقَدْ قِيلَ إِنَّ هَذَا الْآيَةَ نَزَلَتْ
 فِي الْيَهُودِ الَّذِينَ كَانُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَشُوا مَا كَانُوا
 آعْطَوْا مِنَ الْعَهْدِ - (احکام القرآن جلد سوم ص ۱۶)

زیر آیت فقاتلوا ائمة الكفر الخ

تَرْجَمَاتُ:

یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ جس آدمی نے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد قریشی سردار ہیں۔ وہم ہے۔ ہاں یہ معنی ممکن ہے۔ بہرہ مراد قریش میں سے کچھ لوگ ہوں۔ جو اسلام کو ظاہر کرنے والے اور فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ۔ اور کچھ اور لوگ کہ جن کے دل کفر سے پاک نہ ہوئے تھے۔ (لیکن اللہ ہر کلمہ کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ یہ تاویل بہت مشکل سے درست ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ انتہائی ضعیف تاویل ہوگی۔) اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد یہودی ہیں۔ وہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد و پیمانے توڑ دیئے۔ اور اپنے ہر وعدے پر قائم نہ رہے۔

قارئین کرام۔ دو احکام القرآن، نے صاف صاف لکھ دیا۔ کہ وہ ائمۃ الکفرہ سے مراد قریش لینا وہم ہے۔ اور اللہ ہر کلمہ کے لفظ سے اس تاویل کو ذکر کر کے اس کے نہایت ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اگر مراد قریشی رئیس ہی ہوں۔ تو سبھی نہیں بلکہ ابوسفیان وغیرہ اور رؤساء عرب جو قریش کے معاون تھے کیونکہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور یقیناً قریشی سردار جنگ بدر میں ختم کر دیئے مگر یہ تاویل بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے۔ کیونکہ اسے ایک تو وہ اللہ ہر سے ذکر کیا گیا۔ دوسرا ایسے ائمۃ الکفرہ کو قتل کرنے کا قرآن نے حکم دیا۔ جنہوں نے عہد توڑا۔ اور وہ تو اس آیت کے نزول سے پہلے ہی قتل کر دیئے گئے۔ اور اگر ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان ہی مراد ہو جاتا جو باقی رہ گیا تھا۔ تو ابوسفیان کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن ہر اس کے خلاف

کہ ابرسفیان کو قتل کرنے کی بجائے رسول اللہ سے اس نے عہد لے لیا۔ کہ حضور! میں جس طرح پہلے کفار کی طرف سے سپہ سالار بن کر مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا اب مجھے اسی طرح مسلمانوں کا سپہ سالار بنایا جائے۔ اس کی شہادت بخاری شریف سے بھی ملتی ہے۔ ابرسفیان نے اس کے بعد کئی ایک جنگیں لڑیں۔ تبوک حنین وغیرہ۔ جنگ حنین میں انہوں نے ایسی پامردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ کہ حضرت عباس تا زندگی ان کی تعریف کرتے رہے۔ جنگ حنین میں تقریباً سارے ہی صحابہ کرام پشت و بیکر بھاگ گئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا نَجَّبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ فَكَمَّرْتُمُوهُمْ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ جب تم نے اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا۔ پھر وہ تمہارے کسی کام نہ آسکی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ”ائمۃ الکفر“ سے مراد ابرسفیان لینا غلط بلکہ باطل ہے۔ خود ابو بکر جصاص اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے لکھا۔ کہ کہا گیا ہے۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ ائمۃ الکفر کو قتل کرنے کی وجہ بد عہدی بد شکنی تھی۔ اور یہ یہودیوں سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ تفسیر جمل اور صاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اختیار کیا۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ لہذا اس سے مراد قریش کے علاوہ دوسرے قبائل عرب ہیں۔ کیونکہ قریش نے جو عہد شکنی کی تھی۔ اس کا معاملہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا۔ اس لیے ختم شدہ معاملہ کے متعلق قرآن کریم یوں کہے۔ ”و اگر وہ عہد توڑ دیں تو ان سے قتال کرو،“ بے معنی رہ جاتا ہے۔

تفسیر جمل:

وَ اِنَّمَا كَانَ ثَوَابٌ هَذَا الْقَوْلِ لِانَّ
هَذَا الْآيَاتِ نَزَلَتْ بَعْدَ نَقْضِ قُرَيْشِ الْعَهْدِ

وَ ذَٰلِكَ قَبْلَ فَتْحِ مَكَّةَ لِأَنَّ بَعْدَ الْفَتْحِ
كَيْفَ يُقَالُ لَيْشِي قَدْ قَضَىٰ - (تفسیر جمل

جلد دوم ص ۳۶۷)

توجہ کیا، یہ قول درست اس لیے ہے۔ کیونکہ یہ آیات اس وقت
نازل ہوئیں۔ جب قریش عہد توڑ چکے تھے۔ اور یہ فتح مکہ سے
قبل کا واقعہ ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایک
شئی جو ہو چکی اب جب پھر ہو تو قتال کرو۔

یہی بات امام نے تفسیر معاوی جلد دوم ص ۱۳۰ پر لکھی ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ عبدالرحیم رافضی نے اپنا آئو سیدھا کرنے کے لیے اور صحابی رسول
کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے اس الزام کو ظاہر کر کے دراصل اپنے آپ کو
ظاہر کر دیا۔ اور کمال چالاکی سے اسے صاحب احکام القرآن کی طرف منسوب
کر دیا۔ حالانکہ صاحب احکام القرآن نے اسے ہرگز نہ قبول کیا۔ اور نہ ہی
اس کی تصحیح کی۔ بلکہ اس کے خلاف کی تائید اور وہ بھی دلائل کے ساتھ کی۔

سوال نمبر ۶۱:

وہ کون صاحب ہے۔ جو اللہ رسول کے حکم دین ایمان سے بغاوت کی بنا

پر دین ایمان سے خارج ہوا۔ اور ملت میں تفرقہ کا موجب بنا؟

سوال نمبر ۶۲:

وہ کون صاحب ہیں جو ملت کے پہلے باغی ہیں؟ اگر مسلمان ان کے متعلق

غلط فہمی رنج کر کے انہیں ملت سے پہلا باغی جانیں تو تفرقہ نہ رہے۔ علماء
مشائخ اور دانشورا اور حکام متعلقہ کا فرض ہے کہ اس تحریک بغاوت و فساد

کو بلا تاخیر ختم کرنے کا بندوبست کریں ورنہ کوئی نہ کہے خبر نہ ہوئی۔

جواب:

ان دونوں سوالوں کا جواب بارہا گزر چکا ہے۔ اس رافضی کا طریقہ واردات یہ ہے۔ کہ ایک ہی سوال کو کئی طریقوں سے پیش کر کے بتانا یہ چاہتا ہے کہ میں نے امیر معاویہ پر جس قدر الزامات تراشے۔ کس دوسرے کی قسمت نے اتنا مدد اس کی نہ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہلا باہمی، کہنا عبدالرحیم رافضی کے پیرو مرشد محدث ہزاروی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ہم نے اس کی تفصیلی بحث محدث ہزاروی کے الزام غبرہا کے تحت ”دشمنان امیر معاویہ جلد دوم“ میں مذکور ہے۔ اس الزام کے بعد جو عبدالرحیم رافضی نے یہ لکھا کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام امت بائنی تسلیم کرے۔ تو تمام تفرقہ بازی ختم ہو جائے۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے۔ کہ امیر معاویہ کی اجتہاد کی بناوٹ پر سب متفق ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ان پر لعن طعن کرو۔ ان کے متعلق ملاد و مشائخ اہل سنت کا مسلک ہے کہ آپ صحابی رسول ہیں۔ کتاب و وحی خدا ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ لہذا ان کے بارے میں نازیبا لفظ کہنے کی اجازت نہیں۔ لعن طعن تو بہت دور کی بات ہے اہل حضرت فاضل برغوی نے کہا۔ کہ گستاخ امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی وادی باویہ کا مستحق ہے اور دوزخی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور جو کچھ یہ رافضی بکے جا رہا ہے۔ وہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ پوری امت کا اجماع ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بیعت پر اس وقت کے تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی۔ جن میں حسنین کو بھی بیعت کی تھی۔ حسنین کو بھی نے جس کی بیعت کی اسے مرتد و کافر کہنے والا خود کافر اور مرتد ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی متابعت اور صحت اسلام پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ صرف چند بد ماخ اور بد باطن عبدالرحیم دیوبندی رافضی اور محدث ہزاروی

ایسے لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کی بجائے حسد و بغضِ امیر معاویہ رچا ہوا ہے۔ اس لیے ان چند نام نہاد و مستغفوں کو ملا اور مشائخ کی صف میں کھڑا کرنا علماء اور مشائخ کی توہین کے مترادف ہے۔ یہ چند کھوٹے سکے اور پھلجھڑیاں پھوڑنے والے پٹاخے اگر اپنی کھوٹ پہچان جائیں اور پھلجھڑیاں گرانے سے باز آجائیں۔ تو تفرقہ ختم ہو سکتے ہیں۔

قارئین کرام!؛ یہ تھے وہ الزامات کہ جو عبدالرحیم دیوبندی رافضی نے بڑے طمطراق سے پیش کیے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان پر ندامت کے اُسو بہا مانا۔ اور شرم کے مارے ڈوب مرتا۔ لیکن کمال بے حیائی اور بد باطنی اور بے شرمی سے آخر میں ان الفاظ سے چیلنج کیا۔

اعلانِ عام؛

ان علماء و مفتیان کی طرف سے دس سال تک جو عالم عرب و عجم سے ان لائل کا حوالہ بحوالہ رد و جواب کرے مبلغ دس ہزار روپیہ پاکستانی انعام کا مستحق ہے جو روزِ کر کے نہ جواب دے سکے پھر بھی بغاوتِ ظالموں بدکاروں غداروں کو صحابہ کرام میں دیکھ کر ان پر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے نہ شرمائے نہ باز آئے تو اسے ہر مذہب جاہلِ گمراہ اور اس کے اربابِ من دون اللہ ہر دس ہزار برس تک روزانہ صبح و شام وہ جو اللہ نے اس سے پہلے باطنی پر خود مقررہ کر رکھی ہے۔ الی یوم الدین۔

جوابِ اعلانِ عام؛

اعلانِ عام،، میں حوالہ بحوالہ رد و جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان کرنے والے نے ہر سوال کا حوالہ بوجہ تمسید منقولہ و جزو دیا ہوگا۔ لیکن ہم نے اس کے تمام سوالات آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں۔ جو من گھڑت ہیں۔ کسی کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وجود نہیں،

اور جو حوالہ جات نقل بھی کیے۔ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہیں۔ بہر حال ہم نے
کوشش کی کہ اسے لاؤ فرار نہ لے۔ خواہ کسی سوال کا حوالہ دیا یا اسے ذہنی بغض و عداوت
کا شاہکار بنایا۔ آپ نے اس کے باسٹھ سوالات بھی پڑھے اور ان کے جوابات
بھی ملاحظہ کیے۔ اور قسیدہ سے اپنی خیانت کا علم ہے۔ اگر یہ خود یا اس کتاب کے
ناظرین اللہ تعالیٰ کو عظیم و بصیر جانتے ہوئے ہمارے جوابات کو دیکھیں گے۔ تو
پکاراٹھیں گے۔ کہ سوالات کا جواب اگیا۔ تو بموجب اعلان عبدالرحیم دیوبندی
کو دس ہزار روپے پاکستانی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ نظریات
اور مؤلف سے توبہ کرنی چاہیے۔ دس ہزار کا مطالبہ صرف اس کے اعلان پر کہ
رہا ہوں۔ ورنہ مجھے یہی انعام کافی ہے۔ کہ میں نے ایک ازلی بد بخت، دشمن صحابی اور
کاتب وحی سے بغض و عداوت رکھنے والا کا منہ توڑ جواب دے کر سیدھے
سادھے مسلمانوں کو اس کے مکرو فریب سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں
امید رکھتا ہوں۔ کہ جس خلوص نیت سے میں نے یہ جوابات لکھے۔ اللہ تعالیٰ ضرور
مجھے اس کا صلہ عطا فرمائے گا۔ اور میرے جوابات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
روح خوش ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، جناب غوث پاک، امام شعرانی امام غزالی
امام نووی اور اعلیٰ حضرت خصوصاً میرے سلسلہ عالیہ روحانیہ کے آباؤ اجداد
پیر کبلائی اور شیربانی اور مجدد الثانی ایسی پاکیزہ شخصیات کی ارواح بھی خوش ہوں گی۔ اور
میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے خیر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری اس
پر خلوص کاوش کو مقبول فرمائے۔ اور عوام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین بجاہ بنی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

السلام اہل تشاہد ولایت تجلید سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیذاوالی سرکار کا
سایہ تا دم آخر فقیر کے سر پر قائم دائم رہے کہ جن کی خصوصی شہزادہ داروں کے صدقے فقیر اس بار شہزادہ

گستاخِ دوم

مردودی کے امیر معاویہ پرست عدو اعتراضات

اعتراضِ اول

امیر معاویہ نے ولد الزنا زیاد بن سمیہ کو اپنا حقیقی

بھائی قرار دیا۔ مردودی

حقیقت کا ابادہ اوڑھ کر دیوبندیت کا عمار سجا کر اور صحابہ کرام کا مدح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ایک مغیب عبد الرحیم کا عقیدہ آپ نے پڑھا۔ اس کے ایک اور ساتھی جناب مردودی علیہما علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو موردِ طعن بنایا گیا۔ اگرچہ بہت سی باتیں کہی گئی۔ لیکن ہم ان کو اٹھ کی تعداد میں بیان کیا ہے ان میں سے بعض کا جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم اور جلد پنجم میں دیا جا چکا ہے۔ اس لیے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اور بقیہ باتوں کا اب جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی ایک کاپی تادار عبارت ملاحظہ ہو۔

خلافت و ملوکیت

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ کے ان افعال میں سے ہے جس میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی تفسیر و تزیین کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لڑکی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب

ابوسفیان نے اس لڑائی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ ماٹھ تھی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد، انہی کے لطف سے ہے۔ جو ان ہو کر شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کے زماہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا۔ اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا۔ کہ زیاد، انہیں کا والد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ منکر ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک مرتبہ ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی پاک ﷺ کا مات حکم موجود ہے۔ بچا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور زانی کے لیے کٹھنہ تھریں۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس سے پردہ

(خلافت و طو کیت ص ۱۷۵)

فرمایا۔

جواب اول:

اسلماق زیاد کی روایت کسی سند صحیح کے ساتھ مذکور نہیں

اسلماق زیاد، یعنی زیاد کو امیر معاویہؓ نے اپنا بھائی بنا کر اپنا وارث میں شامل کیا۔ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے ہر مخالف نے ذکر کیا

لیکن اس واقعہ کے جہاں تک قابل اعتبار ہونے کا معاملہ ہے۔ تو کسی شخص نے اس کی سند ذکر نہیں کی۔ پھر ایسی بے سند اور غیر معیاری باتوں سے حضرات صحابہ کرام کے شخصیات کو داغدار کرنا نہایت بے عقل ہے۔ واقعہ آپ نے موروثی کے قلم سے پڑھا۔ ذرا عقل کو دستک دو۔ اور اس سے پوچھو۔ کیا وہ درجات جو زیاد کو اپنے ساتھ لانے اور خلافت کے امور میں شرکت کرنے پر بیان کی گئی ہیں۔ وہ تسلیم ہیں؟ کہا گیا ہے۔ کہ چوتھو زیاد بڑا قابل اور مدبر تھا۔ اور امیر معاویہ اس کو امارت میں شریک کرنا چاہتے تھے اس پر آپ نے یہ طریقہ نکالا۔ کہ اس کو پہلے اپنا بھائی ثابت کیا جائے۔ اور پھر شریک امارت کر دیا جائے۔ کیا کسی کو شریک امارت کرنے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا امیر معاویہ جو نائب رسول تھے۔ انہیں ایسا کرتے خود سمجھ نہ آئی۔ اگر کسی کو حامی اور مددگار بنانے کے لیے فرضی رشتہ کی ضرورت ہوتی۔ تو حقیقی رشتہ دار بالکل معاون اور مددگار ہونے چاہئیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی جناب عقیل نے اپنے بھائی کی بجائے امیر معاویہ کی طرف داری کی تھی؟ اور محمد بن حنفیہ نے باوجود اس کے کہ امام حسین کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہذا عقل ہی کہتی ہے۔ کہ جو شخص کسی کا مخالف ہو۔ اسے اپنا بھائی یا اپنے نسب میں شامل کر لینا یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس کی مخالفت ترک کر کے اس کا حامی نامہ ہو گیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے۔ تو صرف یحییٰ نہیں بلکہ ہزاروں کے تعداد میں حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ خود کاتب وحی اور طویل القند صحابی ہیں۔ پھر اس منصب پر متمکن کہ جہاں قدم بھونک بھونک کر کنا پڑتا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کام کیا۔ اور پھر اس پر موجود تمام صحابہ کرام میں سے کبھی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور موروثی والی حدیث ان میں سے کسی کی یاد نہ تھی۔ ایسا الحاق عام مسلمان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ قرآن کریم کی تکمیل اور شریعت مطہرہ

کی تہشیر کے بعد کا ہے۔ لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسا بزرگ صحابی یہ کب برواشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ محض اپنے فائدے کی خاطر ایک شرعی حکم کو پس پشت ڈال دیں گے۔ مختصر یہ کہ اگر زیاد واقعی وللا لڑنا ہوتا تو پھر اس کو اپنے خاندان میں شامل کرنے پر اس وقت کے تمام مسلمان امیر معاویہ کے مخالف ہو جاتے۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہوتی۔ اور باعث نقصان ہوتی۔

جواب دوم:

امیر معاویہ کا اپنے بازو مضبوط کرنے کے لیے زیاد

کو بھائی بنانے کا الزام بے بنیاد ہے۔

زیاد کو بھائی بنانے کا واقعہ ۳۲ھ میں بتلایا گیا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے وقت کچھ اذہان متردد تھے۔ اور ان میں تلخیاں تھیں لیکن اس ابتدائی دور میں جب تلخیاں اور مخالفتیں موجود تھیں۔ آپ نے زیاد کو اپنا شریک نہیں بنایا۔ اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور جب حالات سازگار ہو گئے۔ اور تلخیاں ختم ہو گئیں۔ تو آپ نے اس کی معاونت کا حصول چاہا۔ جبکہ بالکل ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دورِ خلافت میں جب ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا ہم نوا بنانے کی بجائے اس پر سختی کی۔ اور اس کی شہادت کامل ابن اثیر میں ۴۴۴ جلد دوم اور طبری جلد پنجم میں ۹۶، ۹۵ پر مختصر یوں ہے۔

.. حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے زیادہ علاقہ فارس کا گورنر چل اٹھا۔ امیر معاویہ نے آغاز خلافت میں اس کو بیت المال میں خرید کر لے کر آنے کے الزام میں زیاد کی جواب طلبی کی۔ لکھا کیا تو صفائی پیش کرو۔ یا مال واپس کرو۔ زیاد نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس تھوڑی سی رقم بھی ہے۔ جو میں نے اس لیے رکھی ہوئی ہے۔ کہ لوگوں کے بوقت ضرورت کام آئے۔ اس کے علاوہ بقیہ مال میں نے سابق امیر المؤمنین کو دے دیا تھا۔ اس پر جناب معاویہ نے لکھا۔ کہ اگر حقیقت یہی ہے۔ تو پھر تم ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے بارے میں غور کر کے بہتر فیصلہ کریں گے۔ لیکن زیاد نے نہ آیا۔ امیر معاویہ نے بصرہ کے عامل بسرین ارطاة کو مودت مال لکھی۔ اس نے زیاد سے کہا۔ کہ یا تو تم امیر المؤمنین کے ہاں حاضر ہو جاؤ۔ یا پھر تمہارے اہل و عیال کی خیر نہیں۔ جب اس پر بھی زیاد نہ آیا۔ تو اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی ابو بکر نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر اس کی صفائی پیش کی۔ اور اس نے بچوں کو آزاد کرنے کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے بسرین ارطاة کو حکم دیا کہ زیاد کے بچوں کو رہا کر دیا جائے۔ اور زیاد کی بھی مدد کر دی جائے۔“

اب ایسے شخص کو جس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ اور امیر معاویہ کی خلافت کے ابتدائی ایام اس بات کے متقاضی تھے۔ تو پھر آپ نے اسے ساتھ لانے کی بجائے اس پر سختی کرنے کا کیوں حکم دیا۔ اور اس سے باز پرس کیوں کی؟ اس وقت زیاد کو اپنا ہم نوا بنانا بہت آسان تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ زیاد کا چار سال بعد استلحاق سیاہی بنا پر نہ تھا۔ اس لیے مودودی کا اسے سیاسی غلطی کہنا خود غلط ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ استلحاق قرآن و شواہد کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ کی نظر میں درست

ہو گا۔ تب آپ نے موجود صحابہ کرام کی موجودگی میں ایسا کیا۔ اور "اولد لفراس" حدیث کوئی چھپی ہوئی نہ تھی اسے تمام صحابہ کرام جانتے تھے۔ اس کی مخالفت کرتے ہوئے۔ اگر امیر معاویہ زیاد کو اپنے لب میں شامل کرتے۔ تو اس میں کئی قباحتیں نکلیں گی۔ خود زیاد کوئی جاہل نہ تھا۔ اسے بھی یہ حدیث یاد تھی۔ پھر اس نے چپ کر کے اپنا لب تبدیل کر لیا امیر معاویہ نے خلیفہ وقت ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بالکل خلاف کیا۔ اور تمام موجود صحابہ کرام نے اس پر کوئی احتجاج نہ کیا۔ صرف امیر معاویہ پر ہی اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کی حدود دائیں بائیں دور دور تک پھیلتی ہیں۔ اور پوری امت مسلمہ کو اپنے دامن میں لپیٹتی ہیں۔ اس لیے ان مفاسد کے اثبات کی بجائے یہی محفوظ دامن براستہ ہے۔ کہ ایسی روایات محض امیر معاویہ کو بدنام کرنے کے لیے تراشی گئی ہیں۔

ایک طرف عقلاً اس واقعہ کے ناممکن وقوع ہونے کی صورت ہم نے بیان کی۔ اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت کیسا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو واقعہ میں ایک صحابی امیر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے چار مرتبہ اقرار نہ کیا۔ ہر مرتبہ آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ چار دفعہ اقرار کے بعد اپنے پوچھا۔ تو دیوانہ تو نہیں۔ عرض کی نہیں۔ پوچھا شادی شدہ ہو کہا ہاں۔ فرمایا اسے رجم کر دو۔ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے زنا کرنے کی نفی یا اس میں شبہ کے وقوع کو تلاش کر کے مد جاری کرنے سے پہلو تہی کرنی چاہی۔ اسی لیے آپ نے ہر دفعہ منہ پھیرا اور دیوانہ کہا اور شادی شدہ ہونے کا دریافت کیا۔ گویا آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح گنجائش نکل آئے۔ اور اللہ کی حد سے بچ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک پرانے قصہ کو تازہ کو لکھ کے لیے لا روہ بھی زنا کا قصہ لگا دیا لے رہے ہیں۔ یعنی ڈھونڈ ڈھونڈ کر زنا ثابت کرنے

کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس دور کی گواہیاں جب اسلام کی روشنی میں بھی پھیلی تھیں۔ امیر معاویہ کو اس کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ جبکہ کوالا استیعاب جناب مغیرہ ابن شعبہ پر دو روئے فاروقی میں تین آدمیوں نے بدکاری کی گواہی دی۔ زنا کی گواہی نامکمل ہونے کی بنا پر ان تینوں پر حد قذف جاری کی گئی۔ تو امیر معاویہ کے سامنے ابوسفیان کے زنا کرنے پر کیا ایسی ہی چار گواہیاں موجود تھیں۔ جو سمیہ اور ابوسفیان کو اس حالت میں دیکھ رہے تھے۔ جیسا سرمدانی میں سلائی ڈالی جاتی دیکھ رہے ہوں۔ محض ادھر ادھر کی باتوں سے زنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ اور واقعہ بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ان گواہیوں کی بنا پر زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زنا کی گواہیوں کی کیفیت سے بھی بے خبر تھے؟

جواب سوم:

ولد الزنا کو اپنا بھائی بنانے کا الزام اہل تشیع

کی ایجاد ہے

تاریخ ابن خلدون۔

وَ كَانَ أَكْثَرُ شَيْعَةٍ عَلِيٍّ يَنْكِرُونَ ذَاكَ وَيَقْعُونَ
عَلَى مُعَاوِيَةَ حَتَّى انْعَوَى أَبُو بَكْرٍ وَ كَتَبَ زِيَادٌ
إِلَى عَائِشَةَ فِي بَعْضِ الْأَخْيَانِ مِنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ
يَسْتَدْعِي حَبَوَاتِهَا بِمَذَاقِ النَّسَبِ لِيَكُونَ لَهُ حُجَّةٌ
فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ مِنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى ابْنِهَا
زِيَادٍ وَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ يَبْغِضُ زِيَادًا وَ قَالَ

يَوْمًا لِبَعْضِ أَطْحَابِهِمْ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ ابْنِ سَمِيَةَ يُبَيِّحُ
 أَثَارِيَّ وَيَعْتَذِرُ عَمَّا لِي لَقَدْ هَمَمْتُ لِقَسَامَةٍ مِنْ
 قُرَيْشٍ أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ لَمْ يَرَ سَمِيَةَ فَأَخْبِرَ زِيَادٌ
 بِذَلِكَ فَأَخْبَرَ بِهِ مُعَاوِيَةَ فَأَمَرَ جَابِدَةَ أَنْ تَبْرُدَهُ
 مِنْ أَقْطَافِ الْأَبْوَابِ وَشَكَوْا إِلَيْكَ إِلَى يَزِيدٍ فَرَكِبَ
 مَعَهُ فَأَدْخَلَهُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا رَأَاهُ قَامَ مِنْ
 مَجْلِسِهِ وَدَخَلَ إِلَى بَيْتِهِ فَقَالَ يَزِيدٌ نَعَيْدُ فِي
 أَنْبِطَارِهِ فَلَمْ يَرَلْ حَتَّى عَدَّ ابْنُ عَامِرٍ مَآكِنَ
 مِنْهُ مِنَ الْقَوْلِ وَقَالَ إِنِّي لَا تَكْثُرُ بِزِيَادٍ مِنْ قَلْبِهِ
 وَلَا تُعَزِّزُ بِهِ مِنْ ذِلَّةٍ وَلَكِنْ عَرَفْتُ حَقَّ اللَّهِ فَوَضَعْتُهُ
 مَوْضِعَهُ -

(ابن خلدون جلد سوم صفحہ نمبر ۱۰۱-۱۰۲ استلحاق زیاد)

ترجمہ:- اہل تشیع کی اکثریت اس بات کا رد کرتی ہے۔ اور امیر معاویہ پر اس سے

احترام پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ امیر کا بھائی ابوبکرؓ بھی۔ ایک مرتبہ اسی

زیاد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عنوان سے رقعہ لکھا۔ دو زیاد

بن ابی سفیانؓ گویا۔ وہ ان الفاظ کو لکھ کر مائی صاحبہ سے اپنے اس

نسب کی صداقت چاہتا تھا۔ تاکہ بوقتِ ضرورت یہ عجت ہو سکے اس کے

جواب میں مائی صاحبہ نے اُسے یوں لکھا۔ دو عائشہ ام المومنین اپنے بیٹے

زیاد کو خط لکھ رہی ہے، بلکہ یعنی اس کے مطلوبہ نسب کی تصدیق نہ کی۔

عبداللہ بن عامر کو زیاد سے بعض تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ساتھیوں

میں سے کسی کو کہا۔ کون ہے عبدالقیس ابن سمیہ جو میرے کاموں کے کپڑے

کہتا ہے۔ اور میرے کارندوں کے اڈے آتا ہے۔ میں نے قریش سے اس بات پر تمہیں لینے کی ٹھانی ہے۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لوزندی کو دیکھا تک نہیں۔ جب زیاد کو اس کی خبر ملی۔ تو اس نے معاویہ کو یہ بتایا۔ اس پر معاویہ نے حکم دیا۔ کہ آخری دور کے دروازے سے اسے واپس کر دو۔ اس نے یزید کے ہاں اس کی شکایت کی۔ یزید اس کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ کے پاس آیا۔ جب امیر معاویہ نے اسے دیکھا۔ تو اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ یزید کہنے لگا۔ ہم آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے ہیں۔ دیکھ کر بعد امیر باہر تشریف لائے۔ اور ابن عامر نے وہی باتیں کہنا شروع کر دیں۔ جو پہلے کہیں تھیں امیر نے اس پر فرمایا۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ لے کر قلت کو کثرت نہیں بخشی۔ اور نہ ہی ذلت کو عزت دی۔ لیکن جب میں نے اللہ کا حق جان لیا تو اسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دیا۔

توضیح:

ابن خلدون نے استلحاق زید کے واقعہ کو درست سمجھا۔ لیکن اہل تشیع کا اس واقعہ کو غلط رنگ دینا واضح کیا۔ بعد ازاں ابن عامر نے جب اس استلحاق کے خلافت آواز اٹھائی۔ اور یہاں تک کہا کہ میں ایسی بیسیوں گواہیاں پیش کر سکتا ہوں۔ کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لوزندی کو نہیں دیکھا۔ تو اس پر جناب معاویہ نے کہا۔ بھائی دیکھو میں نے کسی طمع اور لالچ کے طور پر استلحاق نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کا حق سمجھ کر اسے اپنا مقام دیا ہے۔ یعنی ابوسفیان نے سمیہ سے زنا نہیں بلکہ نکاح کیا اور اس سے زیاد پیدا ہوا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کہ قریش میں سے کسی معزز کا ایک لوزندی سے نکاح کو بونا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حق، حق ہی ہے۔

کمال ابن اثیر:

فَقَالَ يَا ابْنَ عَامِرٍ أَمَتَ الْقَائِلِ فِي زِيَادٍ مَا قُلْتَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ
 عَلِمْتَ الْعَرَبَ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ مَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَّ
 الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْ دِينِي إِلَّا عِزًّا وَإِنِّي لَمْ أَتَكَلَّرْ بِزِيَادٍ مِنْ
 قَلَّةٍ وَلَمْ أَتَعَزَّزْ بِهِ مِنْ ذَلَّةٍ وَاللَّيْنُ عَرَفْتُ حَقَّالَهُ
 فَوَضَعْتُهُ مَوْضِعَهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ نَرْجِعُ
 إِلَى مَا يَحِبُّ زِيَادٌ قَالَ إِذَا تَرَجَّحَ إِلَى مَا تَحِبُّ فَمَا خَرَجَ ابْنُ عَلِيٍّ إِلَى زِيَادٍ
 فَتَرَضَاهُ - (کمال ابن اثیر جلد سوم ص ۴۲۲ ذکر اسلحاق معاویہؓ زیادؓ کے)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اے ابن عامر! تو نے زیاد کے بارے میں
 جو کچھ کہا۔ وہ ہم نے سن لیا ہے۔ خدا کی قسم! تمام ہر بات کو جانتے
 ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جاہلیت میں بھی عزت عطا فرمائی تھی۔ اور اسلام کے بعد
 میری عزت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت
 کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت بنایا۔ لیکن میں نے اس کا حق جانتے
 ہوئے اُسے اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ یہ سن کر ابن عامر نے کہا اے امیر المؤمنین
 ہم اس بات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور قبول کرتے ہیں۔ جو زیاد کو پسند ہے
 امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم بھی تمہاری پسند کی طرف رجوع
 کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلا۔ اور زیاد کے پاس آکر
 اُسے راضی کر لیا۔

تبصرہ:

ابن خلدون اور کمال ابن اثیر کی مذکورہ تحریر اس واقعہ کو بالکل صاف صاف بیان

کردیتی ہے۔ کزیر باد کے بارے میں لوگوں کے اندر اگرچہ مختلف باتیں تھیں۔ کوئی اسے ابن سبیہ کہتا۔ کوئی ابن ابی اور کوئی کسی اور طرح انہیں بلاتا ہے۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف یہ حضرت معاویہ اپنی سابقہ عزت کا حوالہ دے کر اسلام کی وجہ سے اس میں اضافہ کی بات کرتے ہیں۔ اب ان دونوں باتوں کو ذرا باہم ملا کر دیکھیں۔ اگر زیادہ واقعی ولد الزنا تھا تھا۔ تو ایسے شخص کو اپنا بھائی بنانے میں عزت کا جنازہ نکلا کرتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا امیر معاویہ یہ کہہ رہے ہیں، کہ اگرچہ لوگوں میں زیادہ کے بارے میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں۔ اور ایسے میں اسے اپنا بھائی بنانا نہایت ذلت کا باعث ہوگا۔ لیکن اس عارضی مخالفت کی بنا پر میں حقیقت سے منہ کیسے موڑ سکتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کزیر باد میرے والد کے لطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ لطفہ حلال تھا۔ اس لیے حتیٰ جب یہ ہے۔ تو اسے اس کا مقام ملنا چاہیے۔ میرے سامنے احقاقِ حقیقت ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے اس کو ساتھ ملا کر کوئی مفاد حاصل کرنا ہے۔

اس مقام تحقیق پر ذہن دو باتوں کی طرف پلٹنا ہے۔ اول یہ کہ اگر زیادہ حقیقت میں ابن سفیان کا بیٹا تھا۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی توثیق کی بجائے اسے اپنا بیٹا کہہ کر حجاب کیوں دیا؟ دوسری یہ کہ سیدہ ام حبیبہ نے اس زیادہ سے پردہ کیوں کیا؟

ان دونوں باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ سیدہ عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما دونوں کے پاس اس بات کا ثبوت یقینی نہ تھا۔ کزیر باد واقعی ابوسفیان کے لطفہ حلال کی پیداوار ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے مبلغِ علم کی بنا پر عمل کرتے ہوئے ایسے کیا۔ سیدہ عائشہ نے اسے اپنا بیٹا کہہ کر اس کی دلجوئی کی۔ اور ام حبیبہ نے یقینی محرم نہ ہونے کے علم کی بنا پر پردہ ایسے فریضہ اسلام پر عمل کیا۔ ان دونوں کے برعکس چونکہ امیر معاویہ کو حقیقتِ کامل تھا۔ اس لیے انہوں نے زیادہ کے نسب کا اقرار کیا۔ اگرچہ لوگوں میں اس کے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جواب چہارم:

زیاد کے ابوسفیان کی جائز اولاد ہونے پر
شہادتیں

الاصحاب فی تمیز الصحابہ:

وَ كَانَ اسْتِلْحَاقُ مُعَاوِيَةَ لَهُ فِي سَنَةِ آرْبَعٍ
وَ آرْبَعِينَ وَ شَهِدَ بِذَلِكَ زِيَادُ بْنُ اِسْمَاعِيلِ الْحَرَمَازِيُّ
وَ مَالِكُ ابْنُ رَبِيعَةَ السَّلُولِيُّ وَ الْمُنْذِرُ ابْنُ الزَّبِيرِ
فِي مَا ذَكَرْنَا مِنْ اِسْمَائِهِ وَ زَادَ فِي الشُّهُودِ
جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ اَبِي سَفِيَانَ وَ الْمَسُورِيُّ ابْنُ اَبِي قَدَامَةَ
الْبَاهِلِيُّ وَ ابْنُ اَبِي النُّصْرَةَ الشُّقْفِيُّ وَ زَيْدُ ابْنِ نَفِيلِ
الْاَزْدِيُّ وَ شُعْبَةُ بْنُ الْحَلْقَمِ الْمَازِنِيُّ وَ رَجُلٌ مِنْ
بَنِي عَمْرِو بْنِ شَيْبَانَ وَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْمِصْطَلِقِ
شَهِدُوا وَ اَكْثَلُهُمْ عَلِيُّ ابْنُ سَفِيَانَ اَنَّ زِيَادَ ابْنَةَ الْاَلْمُنْذِرِ
فَشَهِدَ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ اَشْهَدُ اَنَّ اَبَا سَفِيَانَ
قَالَ ذَاكَ فَخَطَبَ مَعَاوِيَةَ فَاسْتَلْحَقَهُ فَتَكَلَّمُوا
زِيَادًا فَقَالَ فَيَا مَنْ كَانَ مَا شَهِدَ الشُّهُودُ حَقًّا

قَالَ حَمْدُ اللَّهِ وَإِنْ يَكُنْ بِأَهْلًا فَقَدْ جَعَلْتَهُمْ بَيْنِي
وَبَيْنَ اللَّهِ -

الإصابة في تمييز الصحابة جلد اول ص ۵۱ حرف الزاء

القسم الثالث

ترجمہ: استلحاق کا واقعہ ۲۴ھ میں ہوا۔ اس کی گواہی دینے والے یہ لوگ ہیں۔

زیاد ابن اسماء الحرمازی، مالک بن ربيعہ السلولی،

المنذر بن ابی الزبیر۔ ان کا نام مائسی نے اپنی سندوں کے ساتھ

ذکر کیا۔ گواہوں میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا۔ جو یہ بنت ابی

سفيان، مسور بن ابی قدامہ الباهلی، ابن ابی النصر

الثقفی زید بن ذفیل اذدی، شعبہ بن علقمہ مازنی

بن شیبان اور بنی عمرو بنی مصطلق کا ایک ایک آدمی۔ ان تمام نے ابوسفیان

کے متعلق گواہی دی کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ صرف منذر نے یہ گواہی دی

کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ سے سنا ہے۔ وہ کہتے کہ۔ میں اس بات

کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ ان گواہوں

کے بعد حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔ اور زیاد کو اپنے نسب میں بلائید

زیاد نے کچھ گفتگو کی۔ اور کہا کہ اگر ان گواہوں کی گواہی سچی ہے۔ تو اللہ کا

شکر اور اگر باطل ہے۔ تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ

کو رکھا۔

متنبہ:

بجسرت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ نے زیاد کو اپنا بیٹا

بنایا۔ اس حوالہ سے "وللہ الحرام" کی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان گواہیوں میں

مالک بن ربیع صحابی بھی بن محمد دل ہونے کی بنا پر غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ اور جناب منذر نے تو حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی پیش کی۔ کہ انہوں نے ابوسفیان کی خود زبان سے زیاد کو بیٹا کہتے سنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سرچشمہ ولایت، خدا کی خدائی کے غیب دان ہیں۔ جب شیعہ انہیں ہر خفی و جلی کا عالم کہتے اور مانتے ہیں۔ تو پھر ان کے اس ارشاد کو تسلیم کیوں نہیں کیا جاتا؟ لہذا یہ کہنے والے کہ زیاد ولد الحرام ہے۔ جبکہ حضرت علی سے حلال کہیں) خود اپنی غیر منائیں۔ ان حالات میں امیر معاویہ کا ان کو بھائی بنا نا کوئی عیب کی بات نہیں۔ اسی لیے زیاد نے بھی ان شرعی شہادتوں پر اشد کاشت کراد کیا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے ان کے متعلق مختلف لوگوں کی طرف نسبت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب پنجم: حضرت علی زیاد کو والد الزنا نہیں سمجھتے تھے

گزشتہ حوالہ میں زیاد کے فرزند ابوسفیان ہونے کی گواہی دینے والوں میں جناب منذر بھی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کی گواہی نقل کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے زیاد کو یمن کے قذح کے خاتمہ کے لیے بھیجا تھا۔ جب زیاد کامیاب لوٹا۔ اور واپس آکر خطبہ دیا۔ تو عمر و ابن العاص نے اس کے خطبہ کو سن کر کہا کہ اگر یہ نوجوان قبلی ہو تا۔ تو عرب کو اپنی لالچی سے ہانکتا۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ میں اس لڑکے کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علی نے ابوسفیان سے پوچھا وہ کون ہے کہتے لگا۔ وہ میں ہوں۔ (الاستیعاب جلد اول ص ۵۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زیاد کو ولد الحرام نہیں سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر خلافت فاروقی کے بعد دور عثمانی آیا اور گزر گیا۔ پھر جب حضرت علی المرتضیٰ کا اپنا دور آیا۔ تو آپ نے اسے

فارس کا گورنر مقرر کیا۔ اور شہادتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک زیاد ان کے ساتھ رہا۔

الْاِسْتِيعَابُ :

ثُمَّ صَارَ زِيَادٌ مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاسْتَعْمَلَهُ عَلَى
بَعْضِ اَعْمَالِهِ فَلَمَّ يَزَلُ مَعَهُ اِلَى اَنْ قَتَلَ عَلِيًّا
رَحْمَةً اَللّٰهُ

(الاستيعاب بر الاصابه في تمييز الصحابه حوت الزيادة جلد اول ص ۵۶۸)
توجہ پھر دور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں زیاد حضرت علی کا ہمنوا ہو گیا۔ آپ نے
اسے بعض اعمال پر عامل مقرر کر دیا۔ ان دونوں کی رفاقت، شہادت
علی تک رہی

خلاصہ کلام :

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں ”ما فی الا رحام“ کا علم اہل تشیع ثابت کرتے
ہیں۔ وہ زیاد کو ولد الحرام نہیں کہتے۔ بلکہ اسے اپنے دور خلافت میں اہم ذمہ داریاں سونپتے
ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے گورنری
تفویض کرتے ہیں۔ یمن کے فساد پر قابو پانے کے لیے اسے بھیجتے ہیں۔ دور امیر معاویہ
میں بہت سی شہادتیں ایسی موجود تھیں جنہوں نے زیاد کے ابوسفیان کا بیٹا ہونا ثابت
کر دیا تھا۔ ان حالات میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ زیاد ان کا بھائی ہے
ورنہ کسی کو اپنے نسب میں شامل کرنے کے لیے سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ یہی
وجہ تھی کہ امیر معاویہ نے ان کے استلحاق کو ایک ”حق“ کے طور پر تسلیم کیا۔ نہ کوئی دوسری
غرض یا مقصد تھا۔ آگے چل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی زیاد کے بیٹے سے اپنی بیٹی کی
شادی کرتے ہیں۔ زَوْجٌ مَعَاوِيَةُ ابْنَتُهُ مِنْ اَبْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي

ان تصریحات کے بعد مودودی وغیرہ کا کیچڑا چھاننا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ بڑی بے باکی سے لکھا۔ کہ امیر معاویہ کا ایسا کرنا اخلاقی طور پر مکروہ تھا۔ اور شرعی قانونی حیثیت سے یہ ایک صریح ناجائز فعل ہے۔ لیکن صحابی رسول پر یہ الزام دھرتے وقت خود کس اخلاقی قدر کا اہتمام کیا۔ اور کون سے قانونی و شرعی نقطہ کو سامنے رکھ کر یہ لکھا۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ جو اخلاقی ضابطے اور قانون اصول مودودیت کے ہیں۔ وہ امیر معاویہ نے پورے نہیں کیے۔ اور یہی مودودیت ہے۔ کہ اکابر سلف کو اپنے ضابطوں کا مخالفت بنا کر پیش کیا جائے۔ اگے سینے۔ کیا کہہ گئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲

امیر معاویہؓ نے قانون کی بالادستی کا خاتمہ کر دیا

— مودودی —

خلافت و ملوکیت؛

سب سے بڑی مصیبت جو ملوکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں قانون کی بالادستی کا اصول توڑ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اسلامی ریاست کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا... یہ پالیسی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ امام زہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چار خلفائے راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا۔ نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمرو بن عبدالعزیز نے اگر اس بدعت کو موقوف کیا مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔

دالبدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۳۹) حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہؓ نے بدل دیا سنت کو۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود یعنی شروع کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۳۹) (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

جواب:

صاحب تصنیف خلافت و ملوکیت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر دو الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا۔ کہ انہوں نے اسلامی قانون کی برتری ختم کر دی تھی۔ الزام اول یہ کہ اسلامی قانون میں کافر و مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ لیکن امیر معاویہ نے مسلمان کو کافر کا وارث بنانے کا قانون نافذ کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ ذمی کے قتل پر دیت مسلمان کے قتل کے برابر تھی۔ لیکن امیر معاویہ نے ذمی کی دیت نصف کر دی۔

الزام اول کے لیے ثبوت مودودی نے امام زہری کی روایت بحوالہ البدایہ والنہایہ ذکر کر کے قارئین کو یہ تاثر دیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ رویہ کو ابن کثیر اور امام زہری نے خلاف سنت کہا ہے۔ لیکن اس میں کمال چالاکی سے کام لیتے ہوئے حقیقت حال کو چھپانے اور اپنے لغزش کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تسلیم کہ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت البدایہ والنہایہ میں ذکر کی۔ لیکن یہ واقعہ نقل کرتے وقت ابن کثیر نے امیر معاویہ پر اسے طعن کے طور پر پیش نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی بدعات میں شمار کیا ہے۔ بلکہ بات یہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ حضرت امیر معاویہ بھی اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے۔ اور یہ واقعہ انہوں نے ان کی اجتہادی بصیرت کے ثبوت کے طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ایک مجتہد کو جب وہ کسی نوپید مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ تو اگر وہ صواب ہو۔ تو مجتہد مستحق اجران ہوتا ہے۔ اور اگر صواب نہ ہو تو اس کی محنت رائے گال نہیں جاتی۔ بلکہ ایک اجر کا حقدار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن کیا کہیں کہ مودودی کو اپنی دشمنی نے بجائے اس کے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اسے بصیرت اجتہادی نظر آتی۔ اسے یہ بات ان کی قازن نشکنی کی سورت میں نظر آئی۔ اور اسے بدعات میں سے شمار کر دیا۔ اگر یہ واقعی قازن نشکنی اور بدعت کے ذمے میں شامل ہے تو ہر اس کے مؤیدین حضرات کو بھی

انہی دو لفظوں سے یاد کرنا پڑے گا۔ جو ”ملکِ اسلام“ کی تکفیر و تدبیر کا شاہکار ہوگی۔ آئیے مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کی بات اور اختلاف کرنے والوں کی نشاندہی بجوالہ دیکھیں۔

احکام القرآن:

بَعْضُ ذَٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَبَعْضُهُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَمَا
 اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَنَّ الْكَافِرَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمَ وَأَنَّ الْعَبْدَ
 لَا يَرِثُ وَأَنَّ الْقَاتِلَ الْعَمْدَ لَا يَرِثُ وَقَدْ بَيَّنَّا مِيرَاثَ
 هَٰؤُلَاءِ فِي سُورَةِ الْبَقْرَةِ . مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ مِنْهُ وَمَا
 اِخْتَلَفُوا فِيهِ وَاخْتَلَفَ فِي مِيرَاثِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ وَمِيرَاثِ
 مِنَ الْكَافِرِ وَمِيرَاثِ الْمُرْتَدِّ فَأَمَّا مِيرَاثُ
 الْمُسْلِمِ مِنَ الْكَافِرِ فَإِنَّ الْأَيْمَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ
 مُتَّفِقُونَ عَلَى نَفِي الثَّوَارِثِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ قَوْلُ
 عَامَّةِ التَّابِعِينَ وَفُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ وَوَيْ شَعْبَةَ عَنْ
 عُمَرَ وَبْنِ أَبِي الْحَكِيمِ عَنْ أَبِي بَابَاهُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ
 يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدَّوَلِيِّ قَالَ (مَعَاذُ بَنِي جَبَلٍ قَالَ)
 كَانَ مَعَاذُ بَنِي جَبَلٍ بِالْيَمَنِ قَارًا تَفَعَّوْا إِلَيْهِ فِي يَهُودِيَّتِهِ
 مَاتَ وَفَرَكَ أَسْنَانَهُ مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ بِيَدٍ وَلَا يَنْقُصُ .

احکام القرآن جلد دوم ص ۱۰۱ باب من یحرم المیراث مع وجود النسب
 ترجمہ: میراث کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر تمام کا اتفاق اور کچھ دوسری
 مختلف فیہ ہیں۔ متفقہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان
 فوت ہو جائے تو کافراں کا وارث نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ کہ

غلام وراثت نہیں ہوتا۔ اور تیسری یہ کہ غلام کا قاتل وراثت نہیں ہوتا۔ ہم نے ان لوگوں کی میراث کا ذکر سورۃ بقرہ میں کر دیا ہے۔ اور وہاں اجماعی اور اختلافی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ ان صورتوں میں سے کہ جن میں اختلاف ہے ایک یہ ہے کہ کافر مر گیا۔ تو اس کی وراثت مسلمان کو ملے گی؟ اور مرتد کی میراث ہو گی؟ بہر حال کافر کی میراث مسلمان کے لیے تو اس صورت پر ائمہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں طرف سے وراثت نہیں ہوگی۔ اور یہی عام تابعین اور ہر دور کے فقہاء کا قول ہے۔ شعبہ نے عمرو بن ابی الحکیم انہوں نے ابی باباہ انہوں نے یحییٰ ابن یعمر انہوں نے اسود دولی سے روایت کی ہے کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جب مین کے قاضی (گورنر) تھے تو ان کے پاس ایک فیصلہ طلب لایا گیا۔ وہ یہ کہ ایک یہودی مر گیا ہے اور اس کا صرف ایک بھائی باقی ہے۔ اور وہ بھی مسلمان ہے۔ کیا اس یہودی کی میراث اس بھائی مسلمان کو ملے گی؟ حضرت معاذ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اسلام زیادہ دیتا ہے اور کمی نہیں کرتا۔

یعنی اسلام کی وجہ سے اس کے بھائی کو وراثت ملے گی۔

تفسیر مظہری:-

حُكِيَ عَنِ مَعَاذِ وَابْنِ الْمَسِيْبِ وَالنَّخَعِيِّ أَنَّ يَرِيكَ الْمُسْلِمِ
الْكَافِرَ وَلَا عَكْسَ كَمَا يَكُونُ مَوْجِ الْمُسْلِمِ الْكَلْبَانِيَّةَ
مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ۔

تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۲۰۴ زیر آیت وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

وَيُعَدِّ حُدُودَ اللَّهِ شَرًّا فَنُصِرْنَا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (نمبر ۱۱)

ترجمہ: حضرت معاذ جبل، سعید بن المسیب اور امام نخعی سے منقول ہے کہ مسلمان، کافر کا وارث ہو گا۔ لیکن کافر، مسلمان کا وارث نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ایک مسلمان کتبی عورت سے توشادی کر سکتا ہے لیکن کتبی مرد، مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

توضیح:

دونوں حوالہ جات میں میراث کی ایک صورت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی یہ کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو اس کے حمایت کرنے والوں میں حضرت معاذ بن جبل، سعید بن المسیب، امام نخعی، امام زین العابدین، مسروق، عبداللہ بن مغفل، امام شعبی، یحییٰ ابن معمر اور امام اسحاق کے نام کتب متداولہ میں موجود ہیں۔ حوالہ کے لیے معنی جلد ۶ ص ۶۰ تا ۶۶ اور الام جلد ۷ ص ۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔

اس حقیقت حال کے سامنے آنے کے بعد مودودی کا حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس دور میں قانون کی بالائری کا اصول توڑ دیا گیا تھا، ذرا ان سے یا ان کے قائم مقام ابوالہوسوں سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ وراثت کا مختلف فیہ مسئلہ، دو قانون، کی تعریف میں آتا ہے؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی لگا یا لگتا کہ انہوں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ اپنی سیاسی اغراض پوری کر سکیں۔ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ اس اجتہادی مسئلہ میں کون سی سیاسی اغراض تھیں۔ جو اس کے خلاف میں فوت ہونے کا خطرہ تھا۔ امیر معاویہ کے دور مارت میں اس قسم کی باتیں بنانے والے خود مواصل اسلامی، کو پامال کر رہے ہیں۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ کو مختلف فیہ کی دو قانون، بنا کر قارئین کو ام کے سامنے پیش کرنا پر لے درجے کی دہائی، نہیں۔ اپنی اغراض کی خاطر جلیل القدر صحابی کاتب وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مقبول، کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے شرم نہیں آتی۔

اس مسئلہ یعنی کافر کا وارث مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں کی تحقیق میں دونوں طرف کے دلائل موجود ہیں۔ اور دونوں طرف اکابر حضرات ہیں۔ اس معاملہ میں صرف تفسیر کبیر کا ایک حوالہ پیش کر دینا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:

حُجَّةُ الْاَوْلِيَانِ عَمُّومٌ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ
 اَهْلُ مِلَّتَيْنِ وَحُجَّةُ الْقَوْلِ الثَّانِي مَا رَوَى اَنْ مَعَاذًا
 كَانَ بِالْيَمَنِ فَذَكَرُوا لَهُ اَنْ يَلْمُذِيَّاتٍ وَ
 تَرَكَ اَخًا مُسْلِمًا فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ الْاِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ تَرَكَدُوا
 ذَالِكَ بِاَنْ قَالُوا اِنَّ ظَاهِرَ قَوْلِهِ يُؤْصِيكُمْ اللهُ فِي
 اَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ لِطَرَفِ الْاَنْثِيَّانِ يَمْتَضِي
 تَوَارِيثَ الْكٰفِرِيْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
 اِلَّا اَنْ اَخَصَّصْتَاهُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ
 مِلَّتَيْنِ لِاَنَّ هَذَا الْخَبْرُ اَخَصُّ مِنْ تِلْكَ الْاَيَةِ وَالْاَخَصُّ
 مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِّ فَكَذٰهُمْنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ اَخَصُّ مِنْ قَوْلِهِ لَا يَتَوَارَثُ
 اَهْلُ مِلَّتَيْنِ فَوَجَبَ تَقْدِيمُهُ عَلَيْهِ بَلْ هَذَا
 التَّخْصِيصُ اَوْلَى لِاَنَّ ظَاهِرَ هَذِهِ الْخَبْرِيَّتِ كَذٰهُمْنَا اَيُّهُ وَالْخَبْرُ الْاَوَّلُ
 لَيْسَ كَذٰلِكَ وَاَقْصَى مَا قِيلَ فِي جَوَابِهِ اِنَّ قَوْلَهُ
 (عَلَيْهِ السَّلَامُ الْاِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ لَيْسَ
 نَصًّا فِي وَاِقْعَةِ الْمِيْرَاتِ فَوَجَبَ حَمْلُهُ عَلَى

سَائِرِ الْأَحْوَالِ -

دقتسیر کبیر جلد نہم ص ۲۰۹ زیر آیت یُوَصِّیْکُمْ اللّٰهُ... الخ

ترجمہ:

وہ حضرات جو سکہ میراث میں یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ کے خلاف کہنے والوں (یعنی مسلمان، کافر کا وارث ہو سکتا ہے) کی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں گورز تھے۔ تو ان کے سامنے ایک یہودی کے مرنے اور اپنے پیچھے ایک مسلمان بھائی چھوڑنے کا ذکر ہوا۔ (اور پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بھائی اس کا وارث ہوگا؟) آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا۔ پھر اس کی ان حضرات نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُوَصِّیْکُمْ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ الخ۔ بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ مسلمان اور کافر باہم وارث ہوں۔ مگر ہم نے اس عموم کی تخصیص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کی ہے۔ وہ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، کیونکہ آپ کی یہ حدیث اس آیت سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم بھی ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ وہ اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، آپ کے سابقہ قول وہ دو ملتوں والے باہم وارث نہیں ہوتے، سے خاص ہے۔ لہذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ بلکہ یہ دوسری تخصیص پہلی کی نسبت اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا ظاہر، مذکورہ آیت

کے عموم سے تائید پاتا ہے۔ اور پہلی حدیث ایسی نہیں ہے۔
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ودا اسلام بڑھاتا ہے کم
 نہیں کرتا، کے متعلق جو جواب میں کہا گیا ہے۔ وہ بالآخر یہ ہے کہ آپ کا
 ارشاد گرامی ودا اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا، کوئی میراث کے معاملہ میں بطور
 نص وارد نہیں ہوا۔ لہذا اس کا تمام احوال پر محمول کرنا ضروری ہوگا۔
 ان دلائل وحقائق کو پیش نظر رکھیں۔ اور پھر اس کے متعلق مودودی کا طرز
 تحریر سامنے لائیں معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب خواہ مخواہ حضرات صحابہ کرام
 کے درمیان غلط اور صحیح کا فیصلہ کرنے آن دہمکا ہے۔ اور یوں لگتا ہے
 کہ قارئین کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام سے میں (مودودی) زیادہ
 عقل مند اور قوت فیصلہ کا مالک ہوں۔ اسی لیے اس کا گستاخانہ انداز
 اس عبارت کو لکھنے پر مجبور ہوا۔ یہ نہیں کر سکتا کہ غلطی والے کی غلطی
 نہ کہوں، گویا جسے فکر مودودی کا طرز تحریر غلط سمجھا وہ غلط اور جسے صحیح گردانا وہ
 صحیح کہہ سکتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی یاد نہ رہی۔
 مَنْ إِذَا هُنَّ فَتَنَهُ إِذَا فِئَ وَمَنْ إِذَا فِئَ فَتَنَهُ إِذَا فِئَ لَعَنَ اللَّهُ
 فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

جس نے صحابہ کرام کو دکھ دیا۔ اس نے مجھ محمد رسول اللہ کو دکھ دیا۔ اور جس
 نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو رنج دیا۔ دنیا اور آخرت میں اس پر
 خدا کی پھینکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ میراث جو مختلف فیہ تھا۔ اس کی حقیقت ہم نے واضح کر دی۔ اب الزام
 کے دوسرے حصہ کی طرف آئیے۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس
 بیت کو بدل دیا۔ جو سنت پیغمبر تھی۔ یعنی معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر تھی یہی

انہوں نے آسے نسبت کر دیا۔ اور باقی نصف خود اپنے لیے رکھ لی۔ مودودی نے اس الزام کو بھی ایسے انداز سے ذکر کیا۔ کہ قاری یہ سمجھے کہ یہ الزام اس کا نہیں بلکہ ابن کثیر کا ہے اور مودودی اسے صرف نقل کر رہا ہے۔ اس الزام کی حقیقت یوں ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر نے امام زہری کی روایت نقل کی ہے۔ اور اس روایت کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صرح یا اعتراض کی نیت سے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسے ذکر کرنے کے بعد ابن کثیر نے امیر معاویہ کو بدعتی وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام بنا کر پیش کرنے کی جسارت مودودی نے ہی کی ہے رہا اس الزام کا آخری حصہ کہ امیر معاویہ نے باقی نصف دیت اپنے لیے رکھ لی تھی۔ تو اس مفہوم و مراد کے لیے عربی لفظ *دینتفسدہ*، مذکور ہے۔ یہ لفظ اپنے مفہوم کے لحاظ سے یہ احتمال بھی رکھتا ہے۔ کہ اس سے مراد مد اپنی ذات کے لیے) ہو۔ یعنی اپنے مصرف میں لایا جائے۔ کسی دوسرے کا اس میں تصرف و حق نہ رہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے آسے اپنے پاس رکھا ہو۔ لیکن اس کو خرچ دوسرا پر کیا جائے۔ اور آپ اس کی نگرانی کی جائے۔ جس طرح بیت المال کی نگرانی اور حفاظت خلیفہ وقت کی ہوتی ہے تو اس طرح معنی یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ نصف دیت بیت المال میں اپنی نگرانی میں جمع کرادیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے اپنی مواجد کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں معانی میں سے دوسرا معنی یہاں مراد ہے جس کی تصدیق البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۴۴ طبع ثالث مصر اور ذیہقی شریف وغیرہ کتب کرتی ہیں۔ مؤخر الذکر کے الفاظ پیش خدمت ہیں۔

بیلیقی شریف:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ دِيَّةَ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ
فِي مَنْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ

وَإِنِّي بَخِيرٌ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَقَلَّمَا
كَانَ مَعَاوِيَةَ آعْطَى أَهْلَ الْمَقْتُولِ النَّصْفَ وَأَلْفَى
النِّصْفَ فِي بَيْتِ الْمَالِ - (بیہقی شریف جلد ۱، باب دینہ اہل
الذمہ ص ۱۰۲ مطبوعہ دکن)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے۔ کہ یہودی اور نصرانی کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہی طریقہ ابو بکر، عمر اور عثمان غنی
رضی اللہ عنہم کے دور میں رائج رہا۔ پھر جب امیر معاویہ خلیفہ بنے۔ تو آپ
نے اس پوری دیت کا نصف مقتول کے وارثوں کو دیا۔ اور بقیہ نصف
بیت المال میں رکھا۔

توضیح:

مودودی کی عبارت کے آخری حصہ کا رد امام بیہقی کے حوالہ سے آپ نے ملاحظہ
فرمایا۔ یہ کس قدر بددیانتی ہے۔ کہ جس لفظ کا مفہوم و مراد شارحین کرام ثقہ لوگوں سے متعین
کریں۔ مودودی اُسے تسلیم کرنے سے بھاگتا ہے۔ اور وہ مفہوم بیان کرتا ہے۔
جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھالنے کا بہانہ ملتا ہے۔ یہ بغض صحابہ
نہیں تو اور کیا ہے۔ ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ آپ نے نصف نہیں بلکہ دیت مکمل ہی رکھی
تھی۔ صرف مقتول کے ورثاء کو نصف دیتے تھے۔ بقیہ نصف بیت المال میں جمع کرتے
تھے۔ اسے اگر یوں بیان کیا جاتا۔ کہ امیر معاویہ نے معاہدہ کی دیت تو پوری وصول
کرتے تھے۔ لیکن مقتول کے ورثاء کو نصف دیتے تھے۔ تو کسی حد تک بات درست
ہوتی۔ لیکن بغض صحابہ کی وجہ سے بصیرت اندہی ہو گئی تھی۔ اسے یہ کس طرح نظر آ
سکتا تھا۔

علاوہ ازیں امام زہری نے جو یہ کہا ہے۔ کہ معاہدہ کی دیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو بکر و عمر و عثمان کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ یہ کوئی نص مریخ نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات موجود ہیں۔ بعض روایات سے مساوی دیت اور بعض سے کم کا پتہ چلتا ہے۔ اسی اختلاف روایات کی وجہ سے عہدِ صحابہ سے فقہاء کرام اور محدثین کے دور میں اس بارے میں اختلاف منقول ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم اور عثمان غنی سے مروی ہے کہ انہوں نے نصف سے بھی کم دیت وصول کی۔ ایک مجوسی کی دیت اٹھ سو درہم مقرر فرمائی۔ امام مالک نصف دیت کے قائل ابو حنیفہ مکمل کے قائل ہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن :

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدُ وَزُفَرُوعُ وَعُثْمَانُ
وَسَفِيَانُ ثَوْرِيٌّ وَحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ دِيَّةُ الْكَافِرِ مِثْلُ
دِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ النُّزَيْدِ أَهْلُ الْكِتَابِ عَلَى النِّصْفِ مِنَ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ دِيَّةُ
الْمَجْجُوسِيِّ ثَمَانَ مِائَةَ دِرْهَمٍ وَدِيَّاتُ نِسَائِهِمْ
عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ ثَلَاثُ الدِّيَةِ..... وَقَدْ رَوَى عَنْ سَعِيدِ
بِْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ
وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ الْآلِافِ دِرْهَمٍ وَدِيَّةُ الْمَجْجُوسِيِّ
ثَمَانُ مِائَةِ قَالَ السَّعِيدُ وَكَذَا عُثْمَانُ فِي دِيَّةِ
الْمُتَعَاهِدِ يَرْبَعَةَ الْآلِافِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَقَدْ رَوَى
عَنْهُمَا خِلَافٌ ذَلِكَ وَقَدْ ذَكَرْنَا مَا نَحْتَجُّ الْمُتَعَاهِدِ
بِمَانَ وَاهُ عَمْرُو بْنُ شَعِيبٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ حَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ
مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ قَالَ فِي خُطْبَةٍ وَدِيَّةُ الْكَافِرِ نِصْفُ
دِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَمَا رَوَى عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا
ابن لهيعة عن يزيد بن حبيب عن أبي الخير عن عتبة

بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المجرمين
ثمان مائة - (احكام القرآن باب دية اهل الكفر جلد دوم ص ۲۳۴-۲۳۵)
ترجمہ: امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، عثمان، سفیان ثوری، حسن بن صالح نے
کافر کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیا۔ اور امام مالک بن انس نے
اہل کتاب کی دیت، مسلمان کی دیت کا نصف قرار دیا۔ اور

اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم تھی۔ اور ان کی عورتوں کی دیت اس کے نصف
کے برابر قرار دی۔ امام شافعی نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت ایک تہائی
ہے۔۔۔۔۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم
ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ حضرت
عثمان نے قرظی کی دیت چار ہزار درہم مقرر کی۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ حضرت
عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ ہم اسے
ذکر کر چکے۔ اور مخالف نے اپنی دلیل میں وہ روایت پیش کی جو عمر بن شعیب
نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں غلبہ دیتے
ہوئے فرمایا تھا دو کافر کی دیت، مسلمان کی دیت کے نصف کے برابر
ہے، اس کے علاوہ ان کی دلیل عبد اللہ بن صالح کی روایت بھی ہے

وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یزید بن جبیب نے ابراہیم اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو مجوسی کی دیت اٹھ سو درہم ہے۔“

توضیح :

۱۔ احکام القرآن کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ۔
۱۔ معاہدہ اور کافر کی دیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف روایات ملتی ہیں۔

۲۔ اس مسئلہ میں صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا بھی اختلاف ہے۔
۳۔ یہودی، نصرانی کی دیت کی طرح مجوسی کی دیت میں بھی اختلاف ہے۔
۴۔ اختلاف کرنے والے دونوں دھڑوں کے پاس واضح دلائل ہیں۔
ان امور کے پیش نظر اس مسئلہ کو متفق علیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی ایک مغالطہ تھا جو قارئین کو مودودی نے دے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑا اچھالا۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا۔ صرف طریقہ یہ اختیار کیا گیا۔ کہ کمال جلال کی سے یہ الزام حافظ ابن کثیر کے نام سے لکھ کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی دو اعلیٰ کوشش کی گئی۔ حافظ ابن کثیر کا یہ قطعاً ارادہ نہیں۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوگت تارِ سنتِ رسولؐ کے طور پر پیش کریں۔ بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیت کا مذکورہ مسئلہ لکھنے کے بعد انہوں نے جو لکھا۔ وہ ان کی حیثیت اور مقصد کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ جسے مودودی نے دیدہ دانستہ ہرپ کر لیا۔ اور اپنے بغض کو ظاہر کر کے دلی کدورت کی پیاس بجھائی۔

ایسے ابن کثیر کی عبارت دیکھیں :

البيد ايدة والنهائة؛

قال ابو اليمان عن شعيب عن الزهري مَضَتِ السُّنَّةُ
 أَنْ لَا يَرِثَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ
 وَأَنَّ مَنْ وَرَثَ الْمُسْلِمَ مِنَ الْكَافِرِ مَعَاوِيَةَ
 وَقَضَى بِذَلِكَ بَنُو أُمَيَّةَ بَعْدَهُ حَتَّى كَانَ
 عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَرَا جَعَ السُّنَّةَ وَأَعَادَ
 هَشَامٌ مَا قَضَى بِهِ مَعَاوِيَةَ وَبَنُو أُمَيَّةَ مِنْ
 بَعْدِهِ وَبِهِ قَالَ زُهْرِيُّ مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ
 دِيَّةَ مُعَاهِدِ كَدِيَّةِ الْمُسْلِمِ وَكَانَ مَعَاوِيَةَ
 أَوَّلَ مَنْ قَصَرَهَا إِلَى النِّصْفِ وَأَخَذَ النِّصْفَ لِنَفْسِهِ
 وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ
 سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ
 لِي اسْمَعْ يَا زُهْرِيُّ مَنْ مَاتَ مَجْبُولًا لِأَبِي بَكْرٍ وَعَمْرُو
 حُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَشَهِيدِ الْعَشِيرَةِ بِالْجَنَّةِ وَتَرَحَّرَ
 عَلَى مَعَاوِيَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُنَاقِشَهُ
 الْحَسَابُ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّلِيعَانِيُّ فِي سَمْعَتِهِ
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ يَقُولُ تَرَابٌ فِي أَفْئِ مَعَاوِيَةَ
 أَفْضَلُ مِنْ عَمْرُو بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَقَالَ مُحَمَّدُ
 بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعَاوِيَةَ
 فَقَالَ مَا أَقُولُ فِي رَجُلٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ هَتَّالَ خَلْقَهُ رَبَّنَا وَكَالْحَمْدِ

فَقِيلَ لَهُ أَيُّمَا أَفْضَلُ هَوَاؤُ وَعَمْرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
 فَقَالَ لَتُرَابٌ فِي وَثْقِي مَعَاوِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَبْنِ عَبْدِ الزَّيْنِ وَقَالَ
 غَيْرُهُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ مَعَاوِيَةَ عِنْدَنَا مَبْخُتَةٌ
 فَمَنْ رَأَى نِيَاهُ يَنْظُرْ إِلَيْهِ شَذًّا لَأَتَيْنَاهُ عَلَى
 الْقَوْلِ يَعْثُو صَحَابَةً وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنُ عَمَارٍ الْمَوْصِلِيُّ وَغَيْرُهُ سَأِلَ الْمَعَاوِيَةَ ابْنَ عَمْرٍو
 أَيُّمَا أَفْضَلُ مَعَاوِيَةَ أَوْ عَمْرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
 فَغَضِبَ فَقَالَ لِسَائِلٍ أَتَجْعَلُ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ
 مِثْلَ رَجُلٍ مِنَ التَّابِعِينَ مَعَاوِيَةَ صَلَحِبَهُ
 وَصِهْرَهُ وَكَاتِبَهُ وَأَمِينَهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ
 وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاؤِي
 أَصْحَابِي وَأَصْحَابِي قَمَنْ سَبَّ مَرْفَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ
 وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَكَذَا قَالَ
 الْفَضْلُ بْنُ عَثِيْبَةَ وَقَالَ أَبُو قُوبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ
 نَافِعِ الْجَلْبِيِّ مَعَاوِيَةَ يَسْتُرُ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَإِذَا
 كَشَفَ الرَّجُلُ السِّتْرَ اجْتَرَعَ عَلَى مَا رَوَاهُ
 وَقَالَ الْمَيْمُونِيُّ قَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَا أَبَا الْحَسَنِ
 إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَذْكُرُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ
 بِسُوِّ فَإِنَّهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَقَالَ الْفَضْلُ بْنُ زِيَادٍ
 سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ يَنْقُصُ مَعَاوِيَةَ

و عسر و بن العاص آیتاً لہ دافضتی فقال انہ
 لم یجترک علیہما الا ولہ نخبیۃ السور ما
 انتقص احد اعدا من الصحابة الا ولہ
 داحلۃ سوء وقال ابن المبارک عن محمد بن
 المسلم عن ابراهیم بن المیسرہ قال ما راہت عمرو
 بن عبد العزیز ضرب انسا ناقطاً الا انسا ناشتم
 معاویۃ فیا نہ ضربہ اسواطاً و قال بعض
 السکت بینما انا علی جبل بالشام اذ سمعت
 هاتفا یقول من ابغض الصدیق فذلک یندب
 ومن ابغض عمر فالی جہنم زمراً ومن ابغض عثمان
 فذلک خصمہ الرحمن ومن ابغض علیاً فذلک خصمہ النبی
 ومن ابغض معاویۃ سجدتہ الربانیۃ الی جہنم
 حامیہ یرجی یم فی العامیۃ الحاویۃ۔

دالبدایۃ و النہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۰-۱۳۱ (۱)

ترجمہ:

زہری سے بواسطہ شعیب، ابوالیمان نے کہا یہ طریقہ اسلام میں چلا آتا ہے
 کہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہ ہوتا تھا۔ اور سب سے پہلا
 شخص کہ جس نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ وہ امیر معاویہ تھے۔
 بنو امیہ نے پھر ہی طریقہ اپناٹے رکھا۔ یہاں تک کہ عمرو بن عبد العزیز
 نے اپنے دور میں پھر وہی پہلی سنت کی طرف رجوع کر لیا۔ ان
 کے بعد مشام نے پھر سے حضرت معاویہ کے عمل کو اپنا لیا۔ پھر

بعد کے خلفاء میں یہی طریقہ معمول رہا۔ امام زہری نے یہ بھی کہا کہ معاویہ کی دیت، مسلمان کی دیت کے برابر تھی یہی طریقہ پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ اس کو سب سے پہلے نصف کرنے والے بھی امیر معاویہ تھے انہوں نے نصف مقتول کے ورثاء کو دیا۔ اور نصف اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ زہری سے بواسطہ مالک ابن وہب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے سعید بن مسیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے اے زہری! غور سے سنو۔ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان و علی کا محب ہوتے ہوئے فوت ہو گیا۔ اور دسوں بنتی صحابہ کے بنتی ہونے کی گواہی پر فوت ہو گیا۔ امیر معاویہ پر رحمت کی دعائیں مانگتا فوت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو حساب و کتاب میں نہ ڈالے۔ سعید بن یعقوب طالقانی کہتے ہیں۔ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا۔ جو شخص عمرو بن عبد العزیز کو امیر معاویہ سے افضل کہتا ہے۔ وہ سن لے۔ کہ امیر معاویہ کی ناک کی گز عمرو بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا۔ کہ معاویہ کیسے تھے؟ کہنے لگے۔ میں اس شخص کے بارے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع اللہ لمن حمدہ کے جواب میں۔ بِنَا لِكَ الْحَمْدُ کہا پھر ان (عبد اللہ بن مبارک) پوچھا گیا۔ کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا عمرو بن عبد العزیز؟ کہنے لگے کہ امیر معاویہ کی ناک کی مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میت میں پڑی ہو وہ عمرو بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ اسی طرح معافی بن عمران نے اسی سوال کے جواب میں سائل پر غصے

ہو کر فرمایا۔ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کھ بیغیر صحابی
 (تابعی) کی طرح برابر کرتا ہے۔؟ حضرت معاویہ آپ کے صحابی ،
 سالا، کاتب اور وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما رکھا ہے
 کہ میرے صحابہ اور رشتہ دینے والوں کو بڑا بھلا مت کہو۔ جو انہیں
 بڑا کہے گا۔ اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انبیاؤں کی لعنت ہے اسی طرح
 فضل بن عتبہ نے ریح بن نافع سے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی پردہ پوشی کی ہذا شخص ان کی پردہ دری کرے گا۔ وہ دراصل ان روایات
 پر اعتراض کرتا ہے۔ جو ان کی پردہ پوشی کے متعلق آئی ہیں۔ میمون نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا
 کہ جب تجھے کوئی ایسا شخص نظر آئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو برائی سے ذکر کرتا ہو تو
 اس کے اسلام پر قیمت لگا دو۔ فضل بن زیاد کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص
 معاویہ اور عمر بن العاص کی تنقیص کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ کیا اسے رخصتی کہا جائے؟
 فرمانے لگے ایسی جرأت وہی کرے گا جو بد باطن ہوگا۔ کوئی شخص کسی صحابی کی برائی بیان کرتا ہے
 تو وہ بد باطن ہے۔ ابن مبارک نے ابراہیم سے بیان کیا۔ کہ میں نے عمرو بن عبد العزیز کے
 ہاتھوں کسی کو مار کھاتے نہ دیکھا۔ مگر وہ شخص جس نے حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کو بڑا کہا تھا۔ آپ نے اُسے ڈنڈے سے مارا۔ بعض
 سلف کا کہنا ہے۔ کہ ملک شام کے ایک پہاڑ پر تھا۔ کہ ہاتھ کی
 آواز سنائی دی۔ یہ کہا گیا۔ کہ جو شخص ابو بکر صدیق سے بغض رکھتا
 ہے۔ وہ زندیق ہے۔ جو عمر بن الخطاب سے بغض رکھتا ہے۔ تو جہنم
 اس کا مرجع ہے۔ اور جو عثمان سے بغض رکھتا ہے۔ اس پر
 خدائے برتر غصے ہے۔ جو علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہو۔ وہ رسول اللہ
 کا دشمن ہے۔ اور جو امیر معاویہ سے بغض رکھتا ہو۔ دوزخ کے

درہان اسے ہادیہ میں ڈالیں گے۔ جو دوزخ میں سب سے نچلے طبقہ ہے۔

ملحد فکریہ:

ماقظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی بصیرت کے ضمن میں چند اجتہادی مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل کے ذکر کرنے سے ابن کثیر کی ہرگز وہ نیت نہ تھی۔ جو مودودی کی ہے۔ اگر دونوں (ابن کثیر اور مودودی) کے مقاصد کا موازنہ کیا جائے تو مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ مودودی کے نزدیک سب سے پہلا شخص جس نے شریعت توڑی وہ امیر معاویہ ہیں۔

۲۔ اس ابتداء کے بعد پھر سے شریعت کو نافذ کرنے والے عمرو بن عبدالعزیز ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عمرو بن عبدالعزیز کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔

۳۔ ابن کثیر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی بصیرت ذکر کرتے ہوئے دو مختلف فیہ مسائل میں ان کی رائے و اجتہاد کا ذکر کیا۔ لیکن مودودی اسے شریعت توڑنا کہتا ہے۔

۴۔ ان دونوں مسئلوں میں حضرات صحابہ کرام اور تابعین و ائمہ کا اختلاف منقول و مروی ہے۔ لیکن مودودی اسے دو اصول اسلام، قرار دیتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر نے ان مسائل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان پر بہت سے اکابر کے اقوال نقل کیے۔ تاکہ ان کی شخصیت کے بارے میں درہان کھولنے سے پہلے ان کے تمام مقام و مرتبہ کا خیال کر لیا جائے

ایسا اس لیے کیا۔ کہ اس دور میں بھی کچھ ذہن گندگی سے بھرے ہوئے یہ سوچتے ہوں گے۔ کہ ایسا کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بیخ کنی کی ہے۔ لیکن مودودی کو اگلی عبارت بھنم کر نا ہی مناسب نظر آئی۔ تبھی گستاخانہ لہجہ اختیار ہو سکتا تھا۔ اگر وہ حوالہ جات اور اکابر کے ارشادات قارئین کی نظر کر دیتا۔ تو نقد پورا نہ ہوتا تھا۔ عمرو بن عبد العزیز کی شخصیت قابل احترام و عقیدت ضرور ہے لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تک ان کی رسائی نہیں۔ یہی عمرو بن عبد العزیز ہیں۔ جن کو ڈرے مارتے ہوئے صرف اس حالت میں دیکھا گیا۔ کہ ڈرے کھانے والے نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی کی ہوئی تھی۔ یہی «ابو الاعلیٰ» اگر حضرت عمرو بن عبد العزیز کے دور میں ہوتا۔ اور پھر ایسی باتیں کہتا۔ جو خلافت و طو کیت میں اس نے امیر معاویہ کے متعلق کہی ہیں۔ اور ان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ عمرو بن عبد العزیز افضل ہیں۔ تو یہی عمرو بن عبد العزیز اس کی لاطھیوں اور ڈنڈوں سے ایسی پٹائی کرتے۔ کہ وہ تجدید و احیائے دین، کی عمارت و مہرام سے نیچے آگرتی۔ ہم انشاء اللہ اگے ایک پوری فصل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کریں گے۔ جہاں ابن کثیر کی بقیہ عبارت انشاء اللہ درج ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض سوہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت (مذہبی)

خلافت و ملوکیت:

ملوکیت کا آغاز اسی قاعدہ کی تبدیلی سے ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں۔ اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ بہر حال وہ خلیفہ بنا چاہتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے۔ اور جب وہ خلیفہ بن گئے۔ تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی پارہ کار نہ تھا۔ اس وقت اگر ان سے بیعت نہ کی جاتی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے۔ بلکہ اس کے معنی خونریزی اور برہنہ کی تھی۔ جسے امن و نظم پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری ربیع الاول ۴۰ھ کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور صحابہ امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اس کو عام الجماعت اس بنا پر قرار دیا۔ کہ کم از کم باہمی فائدہ جنگی تو ختم ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس پوزیشن کو اچھا طرح سمجھتے تھے۔ اپنے زمانہ خلافت کے آغاز میں انہوں نے مدینہ طیبہ

میں تقریر کرتے ہوئے خود فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي وَاللَّهِ مَا وَكَيْتُ أَمْرَكُمْ حِينَ وَكَيْتُهُ
وَأَنَا عَلِمُهُ تَكْرُمًا لِّسُرْوَانِ بَوْلَايَتِهِ وَلَا تَحِبُّونَهَا
وَإِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنِّي خَا
لَسْتُكُمْ بِسَيِّئِي هَذَا مَخَالَسَةً وَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي
أَقْوَامٍ بِحَقِّكُمْ كَيْلَهُ فَأَنْتُمْ أَمِيَّتِي بِبَعْضِهِ -

(البدایة والنہایة جلد ۷ ص ۳۲) اور لفظ ترجمہ معاویہ

ترجمہ یعنی بخدا میں تمہاری زمام کار اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے
ناواقف نہ تھا کہ تم میرے برسرِ اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔ اور
اسے پسند نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں جو تمہارے دلوں میں تھا اسے
میں خوب جانتا ہوں۔ مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور سے تم
کو مغلوب کر کے اسے لیا ہے۔ اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق
پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی ہو۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸ تا ۱۵۹)

تردید اول

اس اعتراض میں چار امور اور ان کے ترتیب وار

جوابات

مذکورہ حوالہ سے دراصل چار باتیں ایسی ذکر کی گئیں۔ جن کے ذریعہ موودوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مورد طعن ٹھہرایا ہے۔

امرا اول : امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ مذکورہ حاصل کی تھی۔

امردوم : ان کی بیعت عوام نے اس لیے کی تاکہ خون ریزی سے بچا جاسکے۔

امرسوم : آپ کے دورِ خلافت کو عام الجماعت اس لیے کہا گیا۔ کہ اس میں فائدہ جنگی ختم ہوئی تھی۔

امرچہارم : لوگوں کی ناراضگی کا امیر معاویہ کو بھی علم تھا۔

جواب امرا اول :

دو خلافتِ مذکورہ حاصل کرنا، دراصل اس جملہ سے موودوی یہ کہنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیت لاطنی کے زور سے منوائی۔ اہلیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ امیر معاویہ خلافت کے ہر دور میں اس کا وہا منوا چکے تھے۔ فاروقِ اعظم نے انہیں شام کا گورنر مقرر کیا۔ دور عثمانی میں بدستور آپ شام کے گورنر رہے۔ گویا بیس سال تک یہ گورنری

کے ہمدہ پر فائز رہے۔ اور ان کی برطرفی یا معزولی نہ ہوئی۔ نہ ہی ان کے خلاف عوام کی طرف سے کوئی ایسی شکایت سننے میں آئی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری فرمائی۔ اس کے بعد سے بیس سال تک پوری مملکت اسلامیہ کے امیر و خلیفہ رہے۔ اگر لڑکر اپنی اہلیت ثابت کرتے تو اتنا طویل عرصہ امن و امان سے نہ گزرتا۔ آپ کے دورِ خلافت میں امن و انصاف کی حضرات صحابہ کرام نے بھی گواہی دی۔ ابن کثیر کے الفاظ سے سنیے۔

البدایة والنهاية:

قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا بَكِيرٌ عَنْ بَشْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عَثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّ مَنْ صَاحَبَ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مَعَاوِيَةَ

(البدایة والنهاية جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان غنی کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صحیح فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کی کیفیت ابن کثیر ص ۱۳۳ پر یوں بیان کی۔

وَاللَّهِ عَلَى ذَٰلِكَ مَا كُنْتُ لَأُخَيِّرَ بَيْنَ اللَّهِ وَعَدُوِّهِ
إِلَّا اشْتَرَيْتُ اللَّهَ عَلَى عَدُوِّهِ مِمَّا سَوَّاهُ -

فدا کی قسم! جب بھی مجھے اللہ اور اس کے غیر کے درمیان فیصلہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ تو میں نے غیر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حق میں فیصلہ کرنا پسند کیا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

کے مطابق فیصلہ کرتا رہا۔

مودودی نے خود دھوکہ کھایا۔ اور عوام قارئین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی ضرور ہوئی تھی۔ لیکن خلافت کے حصول پر نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ میں تھی۔ رافضی جو مودودی سے کہیں بڑھ کر امیر معاویہ کے دشمن ہیں۔ یہ اعتراض انہیں بھی نہ سوجھا۔ انہوں نے بھی لڑائی کی یہی وجہ بیان کی۔

بیچ البلاغہ وغیرہ کتب میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

نیرنگ فصاحت :-

اکثر شہروں کے معززین کو حضرت علی نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں اجرائے جنگ صغین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات یعنی لڑائی کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی کیا تھی۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے۔ جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلا تے ہیں۔ ویسا ہی ہم بھی خدا پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل زیادتی کے طلب گار ہیں ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بڑی تھے۔ (نیرنگ فصاحت ص ۶۷ مطبوعہ یوسفی دہلی)

معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان جو لڑائی ہوئی۔ وہ حصول خلافت کے لیے نہ تھی۔ بلکہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ پر ہوئی تھی۔ اس میں حضرت امیر معاویہ کا مطالبہ تھا۔ کہ قاتلان عثمان کو اس ناسحق قتل کی سزا فوراً ملنی چاہیے۔ لیکن حضرت علی کچھ مہلت دینے کو بہتر سمجھتے تھے امیر معاویہ کی یہ اجتہاد ہی غلطی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق وہ لوگ جو قاتلان عثمان میں سے تھے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی فوج

میں تھے۔ بلکہ بعض کو بعد میں گورنری بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ مالک بن اشتر اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ مودودی بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ پر دوسرے اعتراضات کے جوابات بن سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کو گورنری سپرد کرنے کا اعتراض اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ گو باخود تسلیم ہے۔ کہ کچھ امور علی المرتضیٰ کے ایسے تھے جو مجھے سمجھ نہیں آئے۔ بہر صورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص اور طلحہ و زبیر ایسے حضرات کی رائے یہ تھی۔ کہ قاتلانِ عثمان سے فوراً قصاص لیا جائے۔ اس بات پر لڑائی ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی لڑائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن کے وقت یا ان کے بعد یا ان سے پہلے لڑی ہو۔ تو اس کی نشاندہی مودودی کے ذمہ ہے۔ ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ شیعہ سنی دونوں کتب میں یہی ہے۔ کہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ محض فرضی باتوں سے ایک جلیل القدر صحابی پر اتہام ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

جوابِ امر دوم:

دو لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعتِ خونریزی سے بچنے کے لیے کی "نہایت قبیح اور گندمی ذہنیت کی عبارت ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے جب تک امیر معاویہ کی بیعت نہ کی تھی۔ اس وقت تک کسی نے ان کی بیعت نہ کی۔ جب امام حسن کو واضح ہوا۔ کہ میرے شیعہ غدار ہیں۔ اور اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر بھی نظر تھی۔ کہ میرا یہ بیٹا دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ تو انہوں نے صلح و صفائی سے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اگر امیر معاویہ کی بیعت اور کردار زیند کی طرح ہوتا۔ تو یہ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں سمیت کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو کر ان کی بیعت نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ لوگوں کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے

بیعت کرنا کسی خون ریزی سے بچنے کی خاطر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حسنین کو یمن نے ان کی بیعت کر لی تھی۔

بغض و حسد کی وجہ سے مودودی کا اپنا ذہنی توازن بھی درست نہ رہا۔ اولاً یہی عملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، حضرت صحابہ کرام کی شخصیات اور امیر معاویہ ایسے جلیل القدر خلیفہ سے اپنا معنی بے نکالا۔ ابتداء میں یہ کہا کہ لوگوں نے خون ریزی سے بچنے کی خاطر بیعت کی یعنی وہ راضی نہ تھے۔ پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ..... تمام صحابہ و تابعین اور صلحاء امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔ گویا یہ بیعت اجماع امت کے طور پر تھی۔ اگر یہی بات درست مان لی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ اس وقت کے موجود تمام صحابہ و تابعین اور صلحاء امت نے غلط بات پر اتفاق کیا۔ اور ان کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے خلاف ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں ”میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی، اگر گمراہی پر اتفاق کہا جائے۔ تو صرف امیر معاویہ نہیں بلکہ اس وقت کے تمام اکابر مسلمانوں کو گمراہ کہنے کی جسارت کی جا رہی ہے۔ اور اگر ان کا اتفاق و اجماع صحیح تھا۔ تو پھر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو ”اجماعی طور پر مسلم خلافت“ تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو مودودی کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ صحابہ کرام کی گستاخی، تابعین سے بے باکی اور احادیث رسول کی بے ادبی سب منظور، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے سے باز نہیں آئیں گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب امر سوم:

”مام اجماعت“ نام اس لیے رکھا گیا کہ خانہ جنگی نہ ہوئی، یہ بھی سراسر دھوکہ اور کذب بیانی ہے۔ لوگوں کا ڈر کہ امیر معاویہ کی بیعت کرنا اس کا

جواب گزر چکا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ کہ جب ڈر کے مارے بیعت ہو گئی۔ تو خانہ جنگی نہ ہوئی۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جب دلیل ہی بے معنی اور غلط ہے تو پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہو گا۔ ”عام الجماعت“ کی وجہ تسمیہ یہ تھی۔ کہ جس طرح پہلے خلفاء کے دور میں مسلمان متفق اور متحد ہو کر فتوحات کے دروازے کھول چکے تھے۔ درمیان میں کچھ روکاؤں میں آنے کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اب جبکہ تمام مسلمانوں نے بالاتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے نظریہ اُڑا تھا۔ کہ فتوحات کا دور پھر شروع ہو گا۔ تو عام الجماعت اس لیے ہوا۔ کہ اب تمام مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد ہو گیا تھا۔ یہی بات ابن کثیر نے لکھی ہے۔

البدایة والنهاية؛

قَالَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ دَحِيمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ
 بِنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَمَّا قُتِلَ حُثَمَانُ لَمْ
 يَكُنْ لِلنَّاسِ غَايَةٌ تَغْزُوا حَتَّى كَانَ
 عَامَ الْجَمَاعَةِ فَأَغْزَا مَعَاوِيَةَ أَرْضَ الرُّومِ
 سِتَّةَ عَشَرَ عَشْرًا.

(البدایة والنهاية جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ تو لوگوں میں جہاد کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب عام الجماعت آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ نے ارض روم پر سولہ مرتبہ جہاد کیا۔

اسی بات کو بطریقہ احسن واکمل علامہ نہبانی نے بیان کیا ہے۔

شواہد الحق:

وَمُعَاوِيَةَ مَعَ فَضْلِ الصُّعْبَةِ لَهُ حَسَنَاتٌ
كَثِيرَةٌ لَا تُعَدُّ وَلَا تُحَدُّ مِنْ أَجْلِهَا جِهَادُهُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ وَإِمَّا بِجَيْوشِهِ حَتَّى
فَتَحَتْ بِلَادَ كَثِيرَةٍ وَصَارَتْ الدِّارَ إِسْلَامٍ بَعْدَ
أَنْ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَسَبَبِهِ دَخَلَ إِلَى الْإِسْلَامِ
أَكْثَرُ أَكْثَرِ كَثِيرَةٍ مِمَّنْ أَسْلَمُوا عَلَى يَدِهِ وَيَدِ
جَيْوشِهِ وَمِنْ ذُرَارِ يَوْمِ الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَهُ
مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ -

دشواہد الحق صفحہ نمبر ۳۱۵ فصل ۱۳۱ ام ان معاویہؓ فی ذہبتنا مطبوعہ مصر
ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کے علاوہ اور بہت سے
فضائل حاصل تھے۔ ان تمام میں سے عظیم یکی جہاد تھا۔ اپنے
بغضبہ بھی اور اپنے لشکر کے ساتھ دونوں طرح جہاد کیا۔ جس کی وجہ سے
بہت سے علاقہ جات فتح ہوئے۔ اور اب وہ دار الکفر کی بجائے
دار الاسلام کہلانے لگے۔ اور ان کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں افراد
طلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور کچھ
ان کے لشکریوں کے ہاتھوں پر۔ پھر ان کی اولاد اور اولاد قیامت
تک مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ ان تمام کی مجموعی نیکیاں حضرت امیر معاویہؓ
کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔

جواب امر چہارم:

وہ لوگ امیر معاویہ کی بیعت پر خوش نہیں تھے، مودودی نے البدایہ والنہایہ کی عبارت درج کرتے وقت چالاکی یہ کی۔ کہ درمیان سے کچھ عبارت جان بوجھ کر چھوڑ دی۔ تاکہ جو مقصد اس کے سامنے تھا۔ اُسے ثابت کرنے میں آسانی ہے اگر یہ بددیانتی اور چالاکی نہ کی جاتی۔ تو وہ مفکرِ اسلام، ہ کے لیے امیر معاویہ کی ذات پر الزام تراشی کرنے میں وقت محسوس ہوتی۔ ایسے اس ڈھول کا پول کھولیں۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایة والنهاية:

قال محمد بن سعد حدثنا خالد ابن مخلد
البيجلي حدثنا سليمان بن بلال حدثني
علقمة ابن ابي علقمة عن امة قالت قدم
معاوية ابن ابي سفيان المدينة فان سأل ابي
عائشة عن ان سئل بانبيجانية رسول الله
صلى الله عليه وسلم وشعره فان سئل به
معنى اخيمله حتى دخلت به عليه حتى
فأخذ الانبيجانية فلبسها وأخذ شعره
فدعا بماء فغسله وشربه وأفاض الى جلده
وقال الاصمعي عن الهزلي عن الشعبي قال لما
قدم معاوية المدينة عام الجساعة تلقته
رجال من وجوه قرئت فقالت الحمد لله الذي

أَحَبُّ نَصْرِكَ وَأَعْلَى أَمْرِكَ فَمَارَدَ عَلَيْهِمْ حَبِيبًا بَابًا
حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَقَصَدَ الْمَسْجِدَ وَعَلَا
الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَشْفَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ
..... إلى الآخر

(البداية والنهاية جلد ۷ ص ۱۳۲)

ترجمہ: علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ میری والدہ نے بیان کیا۔
جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے سیدہ
عائشہ صدیقہ کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر
شریف اور آپ کے بال مبارک دیئے جائیں۔ تو مائیں صاحبہ رضی اللہ عنہا
نے میرے ہاتھ پر دو نون امیر معاویہ کے پاس بھیجیں۔ جب میں ان کے
پاس پہنچی۔ تو انہوں نے چادر شریف لے کر تبرگ اڑھلی۔ اور بال شریف
ہاتھ میں لیا۔ اور پانی منگو کر اسے بال شریف سے متبرک کر کے غسل
کیا اور کچھ پی لیا۔ اور بقیہ جسم پر کل لیا۔ احمعی نے ہنری سے اور انہوں نے
شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ
تشریف لائے۔ وہ سال عام الجماعة کا تھا۔ تو انہیں قریش کے جانے
پہچانے افراد ملے۔

انہوں نے انہیں کہا۔ اس اللہ پاک کے لیے تمام تعریفیں جس نے
تمہاری مدد کی اور تمہارا معاملہ بلند کر دیا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے ان کا
کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد
مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں منبر پر چڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثناء کے بعد کہا..... قارئین کرام یہ ہے پوری عبارت لہذا یہ

ابدایۃ و النہایۃ کی پوری عبارت اس عبارت کے ساتھ مل کر پڑھی جائے۔ جو
 مودودی نے ذکر کی ہے۔ تو ایک عام آدمی بھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ
 اس عبارت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما
 کے نہ پہلے ہرے زبردستی ان کے خلیفہ بن گئے۔ بلکہ اس کے خلاف یہ بت ماننے
 آتی ہے۔ کہ آپ کا منصب خلافت سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ مدینہ منورہ تشریف
 لانا، اس پر اہل مدینہ کے مشاہیر نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اور آپ کی تعریف
 کی۔ اور آپ کی کامیابی یا خلافت ملنے پر اس کا شکر ادا کیا۔ بھلا زبردستی خلیفہ
 بننے والا ان تعریفی کلمات کا مستحق ہوتا ہے؟ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ تعریفی کلمات
 کہنے والے امیر معاویہ کے نزدیک تھے۔ منافق تھے۔ اور موقع پرست تھے۔ تو مودودی
 کی بات ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن ان قریشی مشاہیر کو پھر اسلام سے خارج کرنا پڑے
 گا۔ اور ان پر منافقت کا لیبل چسپاں کرنا پڑے گا۔ اور صحابیت و تابعیت کے
 اوصاف سے یکسر محروم کرنا پڑے گا۔ کیا بعید کہ مودودی اپنے مذموم مقاصد کی خاطر
 یہ سب کچھ ماننا ہو لیکن کہنے سے ڈرتا ہو۔ جب امیر معاویہ ایسے بزرگ صحابی کو وہ
 اپنی علمی طاقت سے تار تار دیا۔ تو پھر اس سے کیا بعید کہ ان سردارانِ قریش کے
 بارے میں وہ سب کچھ مان لے جو ہم نے اوٹا ابھی بیان کیا۔ و سيعلمو الذین
 ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

وہی یہ بات کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہما زبردستی خلیفہ بنے تھے۔ تو آپ نے
 دورانِ خطبہ یہ الفاظ کیوں کہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تم میرے خلیفہ بننے پر خوش نہیں
 ہو رہے، تو اس کا جواب تو خود اسی عبارت کے اندر موجود ہے۔ وہ یہ کہ اگر ناخوش
 تھے۔ تو انہوں نے امیر معاویہ کے خلیفہ بننے پر اللہ کی حمد و ثنا کی صورت میں خوشی کا
 اظہار کیوں کیا۔؟ کیونکہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ

دو ذوں کا مطلب جو ملتا جلتا نکل سکتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے ان کی تعریفی باتیں سن کر فوراً اس کے بدلہ میں کوئی کلمہ نہ کہا۔ بلکہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریفات لاکر پھر ان کے تعریفی کلمات کا جواب دیا۔ اس انداز کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپ نے ان کے ادا شدہ کلمات پر اعتماد اور اعتقاد کا موقعہ بہم کیا۔ کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی تم اس پر قائم ہو۔ اور میں واقعی ویسا ہوں۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ جب اس کی تسلی ہو چکی۔ تو آپ نے مذکورہ کلمات کہے۔ ایسے حالات میں ایسے کلمات کہنا دراصل انکساری اور تواضع کا مظہر ہوتے ہیں۔ نہ کہ حقیقت مراد ہوتی ہے۔ اس کے کئی ایک شواہد قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ مودودی و غیرہ کو اس بارے میں وہ حدیث یاد کرنی چاہیے تھی جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے فرمایا۔ جاؤ ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھاٹے۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ حضور جب وہ مصلیٰ کو آپ سے خالی پائیں گے۔ تو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اس لیے آپ امامت کا حکم فاروقِ عظیمؓ کو دیں۔ تو اس سے اگر کوئی یہ معنی نکالے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود ان کی صاحبزادی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں۔ کہ وہ امامت نہیں کرا سکتے۔ یعنی وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔ تو اس سے بڑا بے وقوف اور نابلد کون ہو گا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔ کہ شاید کسی کے دل و دماغ میں یہ بات اُٹے۔ کہ ابو بکر کو امامت کا حکم خواہ مخواہ دیا گیا۔ کوئی التزام اور تبحر نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے دوبارہ عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ! میرا حکم یہی ہے کہ ابو بکر نماز پڑھاٹے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکساری اور تواضع بجا لاتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن مودودی ان الفاظ کو ان پر الزام کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس خطبہ کے مخاطب جب ان الفاظ سے امیر معاویہ کی کسر نفسی سمجھ رہے ہیں۔ اور ان کی بعد میں بھی تعریفیں کر رہے ہیں۔ تو پھر کسی ایرے غیرے

ذاتی طرف سے مطلب، نیکانے کی کیا تکلیف تھی۔ حضرت سعد بن وقاص نے جو جیتے جی بنتی تھے۔ ان کے متعلق فرمایا۔ کہ حضرت عثمان کے بعد صحیح حق دار فیصلہ کرنے والا امیر معاویہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھا۔ قارئین کرام یہ تھی حقیقت اس خطبے کی جسے مودودی نے باعث الزام بنایا۔ اور ادھر ادھر کی لالچنی باتیں بنائیں۔

تردید دوم

ابن حجر مکی کے قلم سے

صواعق محرقہ،

وَتَأَمَّلْ آتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُ مَعَاوِيَةَ
بِأَنَّهُ يَمْلِكُ وَأَمْرُهُ بِالْإِحْسَانِ تَحِيدٌ فِي الْحَدِيثِ
إِشَارَةٌ إِلَى صِحَّةِ خِلَافَتِهِمْ وَأَنَّهَا تَقْبَلُ بَعْدَ أَتَمِّ
مَهَالَةٍ بِنُزُولِ الْحَسَنِ لَهَا عَنْهَا فَإِنَّ أَمْرَهُ
بِالْإِحْسَانِ الْمُرْتَبِعَ عَلَى الْمَلِكِ يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ
مَلِكِيَّةِ وَخِلَافَتِهِمْ وَصِحَّةِ تَصَرُّفِهِمْ وَتَقْوَى
أَفْعَالِهِمْ مِنْ حَيْثُ بَصَحَّةِ الْخِلَافَةِ لِأَنَّ مَنْ حَيْثُ
التَّغْلِبُ لِأَنَّ الْمُتَغْلِبَ فَاسِيئٌ مَعَا قَبْلَ لَا يَسْتَحِقُّ
أَنْ يُبَشَّرَ وَلَا أَنْ يَوْمَرَ بِالْإِحْسَانِ فِي مَا تَغْلِبُ
عَلَيْهِ بَلْ إِذَا يَسْتَحِقُّ الرِّجْزَ وَالْمَقْتِ
وَالْأَعْلَامَ بِقِيَّحِ أَقْبَعِ إِلَيْهِ فُسَايَ أَخُو إِلَيْهِ فَلَوْ كَانَتْ

مَعَاوِيَةَ مُتَعَلِّبًا لَشَارَلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى ذَلِكَ أَوْ صَرَّحَ لَهُ بِهِ فَلَمَّا لَمْ يُشِيرْ لَهُ فَضَلَّ
عَنْ أَنْ يُصَرِّحَ إِلَّا بِمَا يَدُلُّ عَلَى حَقِيقَةِ مَا هُوَ
عَلَيْهِ عَلِمْنَا أَنَّهُ بَعْدَ نَزْوِلِ الْحَسَنِ لَهُ خَلِيفَةٌ
حَقٌّ وَإِمَامٌ صِدْقٌ وَيُشِيرُ إِلَى ذَلِكَ كَلَامُ أَحْمَدَ
فَقَدْ أَخْرَجَ البيهقي وابن عساکر عن ابراهيم بن
سويد الارمني قالنَ قُلْتُ لِأَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ
مِنَ الْخُلَفَاءِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعِثْمَانُ وَعَلِيٌّ
قُلْتُ فَمَعَاوِيَةُ قَالَ لَمْ يَكُنْ أَحَدًا أَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ
فِي نَعَانِ عَلِيٍّ مِنْ عَلِيٍّ فَافْتَرَكُوا لِمَا إِنْ مَعَاوِيَةَ بَعْدَ
زَمَانَ عَلِيٍّ آتَى وَبَعْدَ نَزْوِلِ الْحَسَنِ لَهُ أَحَقُّ النَّاسِ
بِالْخِلَافَةِ - (صواعق محرقة ص ۲۱۹ مطبوعه
مصر ۱۳۸۵) ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة

ترجمہ: ذرا غور تو کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ خبر دی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
حاکم بنیں گے۔ اور آپ نے انہیں احسان کا بھی حکم دیا۔ یہ حدیث
پاک تھی یہ بتلاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت
وہ خلافتِ حقہ، تھی۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہو
جانے کے بعد ان سے بڑھ کر امارت و خلافت کا اور کوئی حق دار
نہ تھا۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں احسان کا حکم دینا
اور وہ بھی جو حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس امر پر دلالت
کرتا ہے۔ کہ ان کی حکومت و خلافت حق تھی۔ اور ان کے تصرفات

بھی تھے۔ اور ان کے احکامات بھی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے صحیح تھے۔ یہ نہیں کہ آپ نے ان کی تعریف اس لیے فرمائی کہ وہ بزورِ خلیفہ بن گئے۔ کیونکہ زبردستی خلیفہ و امیر بننے والا فاسق اور قابلِ سزا ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اسے خوش خبری کا حق دار سمجھنا چاہیے۔ اور نہ ہی ایسے کو احسان کا حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو زجر اور سزا کا حق دار ہوتا ہے۔ اور بڑے کاموں اور کرتوتوں کی بنا پر اس کی تشہیر ضروری ہوتی ہے۔ لہذا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زبردستی خلیفہ بنے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف ضرور اشارہ فرماتے یا اس کی تصریح فرمادیتے۔ اور جبکہ آپ نے اس طرف اشارہ نہ فرمایا۔ چہ جائیکہ تصریح کی بلکہ اپنے ان کی خلافت کی تہمت ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہونے کے بعد وہی خلیفہ برحق اور امامِ صدق تھے۔ امام احمد کا کلام بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے بیہمتی اور ابنِ عساکر نے ابراہیم بن سوید ازمنی سے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا۔ خلیفہ کون کون تھے؟ کہنے لگے۔ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم میں نے پوچھا معاویہ؟ کہنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ میں علی المرتضیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔ تم احمد بن حنبل کی یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ یعنی امام حسن کی دست برداری کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی امامت و خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

فقیر: ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متدرجہ کے حوالہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو مدحت و صدق، ثابت کیا۔

حضور نے ان کے بارے میں ہادی اور مہدی بنائے جانے کی اللہ سے دعا کی تھی۔ اور آپ نے انہیں حاکم ہونے کی بشارت دی اور تاکید کی کہ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منظور و قبول فرما کر امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنایا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر بھی فرمائی۔ ان اور ان جیسی دیگر احادیث سے امیر معاویہ کی خلافت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اب مودودی وغیرہ سے کوئی پوچھے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاسق اور ظالم کے لیے بشارت دی۔ اور اس کے لیے ہادی اور مہدی ہونے کی دعائیں فرمائیں؟ ابن حجر مکی نے ان تمام باتوں کی تردید فرماتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احادیثِ مصطفویٰ کا عملی ثبوت ثابت کیا۔ اور مودودی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ زبردستی خلیفہ بن گئے تھے۔ لوگ ان کی خلافت پر ہرگز راضی نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔ گویا مودودی نے سلف صالحین کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اور محض اپنے مذموم مقصد کے اثبات کے لیے ان تمام منکرات کا ارتکاب کیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض چھاروا

امیر معاویہ نے آزادی رائے کا خاتمہ کر دیا
(مودودی)

خلافت و ملوکیت:

اس دور کے تغیرات میں سے ایک اور اہم تغیر یہ تھا۔ کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی۔ حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا۔ اور اسلامی معاشرہ دریاست کا صحیح راستہ پر چلنا اس پر منحصر تھا۔ کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر بڑے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں۔ اور حق بات بڑھلا کہہ سکیں۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین اس کی نہ صرف اجازت دیتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کی ہمت افزائی کرتے تھے ان کے زمانے میں حق بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں تعریف و تحسین سے نوازے جاتے تھے۔ اور تنقید کرنے والوں کو دبا یا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر مکمل چڑھا دیئے گئے۔ اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ مونہہ کھولو تو تعزیر

کے لیے در نہ تپ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زور دار ہے کہ تم حق کوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں۔ تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدی کے قتل سن ہجری ۱۷ سے ہوئی۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۶۳)

جواب :-

گزشتہ الزام کے تحت ہم ان احادیث کا اجمالاً ذکر کر چکے ہیں۔ جن سے حضرات ائمہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت کو مدحتی صدق، ثابت کیا ہے۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امیر معاویہ کے بارے میں ایک دعا بھی تھی۔ اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ جب بات مودودی و عینہ کو بھی تسلیم ہے۔ کہ آپ کی ذات مستجاب الدعوات تھی۔ اور یہ کہ مذکورہ دعا آپ کی اللہ نے قبول فرمائی۔ تو پھر خدا جانتے انہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہادی و مہدی، فرمائیں۔ یہ انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مخالف ثابت کریں۔ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روکنے والا ہادی و مہدی ہوتا ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مودودی کا یہ الزام احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لیے مردود و نامقبول ہے۔ اب دوسری طرف آئیے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے امیر معاویہ صبیحِ حلیفہ ہوئے۔ تو کیا ان کی زندگی مودودی اور مہدی، کی نمونہ تھی؟ یعنی کیا انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنایا۔ یا بقول مودودی اسپر

بندش لگا دی؟ اور یہ کہ کیا اپنے حق سنا موقوف کر دیا۔ اور کسی کو حق بات کہنے کی اجازت نہ دی؟ دو تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تطہیر الجنان:

رَمَتْهَا مَا جَاءَ بِسَنَدٍ رَجَالَهٗ ثَنَاتٌ اِنَّهٗ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
 فَقَالَ اِنَّمَا الْمَالُ مَالُنَا وَالْفَيْءُ فَيْئُنَا فَمَنْ شِئْنَا
 مَعْنَاهُ فَلَمْ يُجِبْهُ اَحَدٌ ثُمَّ خَطَبَ يَوْمَ جُمُعَةٍ
 الثَّانِيَةِ فَقَالَ ذَا لِكَ فَلَمْ يُجِبْهُ اَحَدٌ اَيْضًا فَعَلَّ
 فِي لِسَانِي كَذَّ اِلَيْكَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ
 ذَلَّلَا اِنَّمَا الْمَالُ مَالُنَا وَالنَّبِيُّ فَيْئُنَا فَمَنْ حَالَ
 بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَاطَمْنَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِأَسْيَافِنَا
 فَمَضَى فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمَّا وَصَلَ مَنْزِلَهُ اَدَّ سَلَّ
 لِلرَّجُلِ فَقَاتُوا هَلَاكًا ثُمَّ وَاخَوْا فَوَحَبَدُوهُ جَالِسًا
 مَعَهُ عَلَى سَرِيرٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ هٰذِهِ اَحْيَا فِي اَحْيَاةِ
 اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَوَسَلَّمَ
 يَقُوْلُ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِي اُمَّةٌ يَقُوْلُوْنَ فَلَا يَرُدُّ
 عَلَيْهِمْ يَتَّخِذُوْنَ فِي النَّارِ كَمَا تَتَّخِذُ الْقِرَدَةُ
 وَاِنِّي تَكَلَّمْتُ اَوَّلَ جُمُعَةٍ فَلَمْ يُرِدَّ عَلَيَّ اَحَدٌ
 وَخَشِيتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْهُمْ ثُمَّ فِي الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ
 فَلَمْ يُرِدَّ عَلَيَّ اَحَدٌ فَقُلْتُ اِنِّي مِنْهُمْ ثُمَّ
 تَكَلَّمْتُ فِي الْجُمُعَةِ الثَّلَاثَةِ فَقَامَ هٰذَا الرَّجُلُ
 فَرَدَّ عَلَيَّ فَاَحْيَا فِي اَحْيَاةِ اللّٰهِ تَعَالَى فَتَأَمَّلْ

هَذِهِ الْمُنْتَبَهَةُ الْجَدِيدَةُ الَّتِي انْقَرَبَتْ بِهَا مَعَاوِيَةُ إِذْ لَمْ
يَرِدْ عَنْ أَحَدٍ مِثْلَهَا فَرَأَى أَنَّهَا أَخْلَصَتْ قَصْدَكَ
وَتَحَدَّثَتْكَ تَرَفِيقَكَ حَمَلَكَ عَلَى أَنَّكَ تَعْتَقِدُ كَمَا
لَدُنَّ وَتَرْضَى عَنْهُ وَتَعْلَمُ أَنَّكَ كَانَتْ حَرِيصًا عَلَى الْعَمَلِ
لَمَّا سَبَعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا أَمْكَتَكَ وَإِنَّكَ كَانَتْ مِنَ الْخَائِفِينَ عَلَى
نَفْسِهِ أَنْ تُؤْبَدَ مِنْهُ أَدْنَى فَرَطْنَا فَحَمَاهُ اللَّهُ
وَآمَنَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔

(تظہیر الجنان ص ۲۷ مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ھ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں سے ایک یہ
روایت جو ایسے راویوں کی سند کے ساتھ مروی ہے جو تمام ثقہ ہیں
واقعہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے ایک جمعہ کو خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا۔ کہ یہ
مال ہمارا مال اور یہ مال غنیمت ہمارا مال غنیمت ہے۔ لہذا جسے ہم چاہیں
اس سے منع کر دیں (ہمیں حق پہنچتا ہے) یہ سن کر کوئی اس کے خلاف
نہ بولا۔ پھر دوسرے جمعہ کو بھی آپ نے یہی کہا۔ اس واقعہ ہی حاضرین
میں سے کوئی نہ بولا۔ تیسرے جمعہ کو جب یہی آپ نے کہا تو ایک آدمی
کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ مال ہمارا سب کا
مال ہے۔ اور یہ مال غنیمت ہم تمام کا مشترکہ ہے۔ لہذا جو شخص ہمارے
ان حقوق کے درمیان فعلی اندازی کرے گا۔ ہم اس کے خلاف
اللہ کے لیے تلواریں لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آپ نے خطبہ مکمل
کیا۔ پھر جب گھر تشریف لے گئے۔ تو اس آدمی کو بلوا بھیجا۔ لوگوں

نے کہا۔ اب اس کی خیر نہیں۔ پھر جب لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ آپ نے اُسے اپنے ساتھ تختِ خلافت پر بٹھایا ہوا ہے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شخص نے مجھے زندگی عطا کی۔ اللہ اسے زندگی دے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جن کی باتوں کو ٹکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ آگ میں ٹلے جائیں گے جیسے چھڑی آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ میں نے پہلے روز جمعہ کو گفتگو کی۔ اس کا کسی نے جواب نہ دیا۔ تو مجھے خوف ہوا۔ میں ڈر کر کہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے تو نہیں ہوں؟ جب دوسرے جمعہ پھر وہی کچھ کہا۔ اور کوئی بھی نہ بولا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر تیسرے جمعہ جب میں نے وہی کچھ کیا۔ تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میری بات کی تردید کر دی۔ سو اس نے مجھے زندگی دی۔ اللہ اسے بھی زندگی عطا کرے۔ اے پڑھنے والے! تو امیر معاویہ کی اس یکتا منقبتِ جلیلہ کو دیکھ کر۔ اور اس میں غور کر کے تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں کس قدر حریص تھے۔ اور وہ اپنی ذات کے بارے میں کس قدر خوف زدہ تھے۔ کہ کہیں اس سے کوئی معمولی سی زیادتی بھی سرزد نہ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں امن میں رکھا۔

توضیح:

یہ نانا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آزادیِ رائے اور اظہارِ حق کی یہ مثال قدرِ عظیم ہے۔ آپ ایسے دور میں اس بات کے لیے کوشاں تھے۔

کہیں آزادی رائے کا سلب میرے دور میں نہ ہونے پائے۔ اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق نہ بن جاؤں۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آزادی رائے کا اہتمام کرنے نظر آتے ہیں۔ اور لوگوں کو آزماتے ہیں۔ کہ کیا وہ اپنی رائے دینے میں ہچکچاہٹ تو محسوس نہیں کرتے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ کہ کچھ مردانِ خدا اب اعلانِ حق سے باز نہیں آتے۔ کہ وہ اپنی رائے دینے میں آزادی تو اسے اپنی زندگی قرار دیا۔ یہ واقعہ مودودی کی کج فہمی اور گستاخی کا منہ چڑا رہا ہے۔ امیر معاویہ ڈریں۔ اور مودودی ان پر وہی ازام دھرے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے مطابق کہ آزادی رائے سلب کرنے والے حکمران دوزخی ہیں کہ بخوبی (معاذ اللہ) مودودی کا عقیدہ یہ ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ نے اس کی ابتداء کر کے خود دوزخ کی راہ ہموار کی۔ اور بعد میں آنے والے تمام حکمرانوں نے انہوں نے اس آزادی کو سلب کیے رکھا کے لیے ایک بڑی مثال چھوڑنے کی وجہ سے ان تمام کا مجموعی گناہ بھی ان کے ذمہ ہے۔ آزادی رائے اور اظہارِ حق کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

حلیۃ الاولیاء:

حدثنا احمد بن محمد بن محمد بن الفضل قال حدثنا
 ابو العباس السراج قال حدثنا الزبير بن بكار
 قال حدثنا عبد العزيز عن يسين بن
 عبد الله بن عروہ عن ابي مسلم الخولاني
 عن معاوية بن ابي سفيان انه خطب الناس
 وقد حبس الاخطاء شريين او قلائد
 فقال له ابيو مسلم يا معاوية ان هذا المال ليس بآل ولا لآل

أَيْبِكَ وَلَا مَالَ أُمِّكَ فَأَشَارَ مَعَاوِيَةَ إِلَى النَّاسِ إِنْ
 أَمْكُثُوا وَنَزَلَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا
 أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَبَا مُسْلِمٍ ذَكَرَ أَنَّ هَذَا الْمَالَ لَيْسَ بِمَالِي
 وَلَا بِمَالِ أَبِي وَلَا أُمِّي وَصَدَّقَ أَبُو مُسْلِمٍ إِذْ سَمِعْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا يَقُولُ (الْغَضَبُ
 مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ مِنَ النَّارِ وَالنَّارُ وَالْمَاءُ يُطْفِئُ
 النَّارَ فَإِذَا اغْتَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْتَسِلْ) أَعْدُوًّا
 عَلَى عَطَايَاكُمْ عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ -

(حلیۃ الاولیاء جلد دوم ص ۱۳۰-۱۶۸، ابو مسلم خولانی)
 ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ نے دو تین ماہ تک لوگوں کے
 وظیفہ جات بند رکھے۔ ایک مرتبہ دورانِ خطبہ میں (ابو مسلم خولانی) کھڑا
 ہو گیا۔ اور کہا۔ اے معاویہ! یہ مال نہ تیرا نہ تیرے باپ اور ماں کا
 ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے لوگوں سے کہا۔ اسے فرار روک رکھو۔
 اور تم خود خاموش ہو جاؤ۔ غصہ نہ کرو۔ پھر خود منبر سے اتر کر غسل کیا اور واپس
 آکر کہنے لگے: ابو مسلم خولانی نے کہا ہے کہ یہ مال نہ میرا نہ میرے باپ
 کا اور نہ میری ماں کا ہے۔ سنو! اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے
 اور شیطان آگ سے ہوتا ہے۔ اور پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ لہذا جب
 تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ جاؤ اپنے اپنے
 وظیفے لے لو۔ اللہ کی برکت تمہارے شامل حال ہو۔

توضیح: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر و حلیفہ تھے۔ ان کی موجودگی میں

بھرے مجمع میں ابوسلم خولانی نے جو کچھ کہا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسے الفاظ اگر مودودی کو کوئی کہتا۔ کہ امیر صاحب! لوگوں کی قربانیوں کی کھا لوں گا پیسہ بچندہ، سعودی حکومت کی مالی امداد اور دوسری مدات سے حاصل ہونے والا پیسہ تمہارے باپ تمہاری ماں اور خود تمہارا نہیں بلکہ یہ دو ہمالا، ہے۔ کراتنی جرات کرنے پر کسی کو معافی نہ ملتی اگر نہیں یقین آتا۔ تو ڈاکٹر اسرار، امین احسن اصلاحی اور کوثر نیازی وغیرہ محرمین کے اخراج کی وجوہات پوچھئے۔

البدایة والنهاية :

قال عبد الملك بن مروان يَوْمَ مَا ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ
مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ فِي حِلْمِهِ وَكَرَمِهِ وَقَالَ قَبِيصَةُ
بن جابر مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا وَلَا أَكْثَرَ سَوَادًا
وَلَا أَبْعَدَ عِنَانًا وَلَا أَلْيَنَ مَخْرَجًا وَلَا أَرْهَبَ عَن
مُعَاوِيَةَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَسْمَعَ رَجُلًا مُعَاوِيَةَ كَلِمًا
سَيِّئًا شَدِيدًا فَيَقِيلُ لَهُ تَوَّ سَطَوْتَ عَلَيْهِ فَقَالَ
إِنِّي لَا سَتِّي مِنْ اللَّهِ أَنْ يَضِيقَ حِلْمِي عَنْ ذَنْبِ أَحَدٍ
مِنْ رَحِيَّتِي وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا أَعْلَمَكَ فَقَالَ إِنِّي لَا سَتِّي مِنْ اللَّهِ
أَنْ يَكُونَ جَوْمٌ أَحَدٍ أَعْظَمَ مِنْ حِلْمِي وَقَالَ
الاسماعي عن الثوري قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةَ إِنِّي لَا
لَا سَتِّي أَنْ يَكُونَ ذَنْبٌ أَعْظَمَ مِنْ هَفْوِي أَوْ جَهْلٍ
أَكْبَرَ مِنْ حِلْمِي -

توجہ نہ: ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے وقت عبدالملک بن مروان نے کہا۔ میں نے ان جیسا بڑا بار اور کریم شخص نہیں دیکھا قیسہ بن جابر نے کہا کہ میں نے امیر معاویہ ایسا آدمی حلیم اور تکبر سے دور نہیں دیکھا۔ وہ بہت بار عیب اور خداتر س آدمی تھے۔ بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک شخص کے بارے میں سخت قسم کی باتیں سنیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ اگر وہ آدمی تمہارے قبضہ میں آجائے؟ فرمایا۔ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ کہیں میری بردباری اور علم پر کسی کا گناہ غالب نہ آجائے ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ اسے امیر المؤمنین! آپ کتنے حلیم ہیں۔ یہ سن کر اپنے کہا۔ میں اللہ سے شرماتا ہوں کہ کسی کا جرم میرے علم پر غالب نہ آجائے۔ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ کہا کرتے تھے۔ میں شرم کرتا ہوں کہ کہیں کسی کی غلطی میری معافی سے اور کسی کی نادانی میرے علم سے بڑھ نہ جائے۔

لمحہ فکریہ:

بار بار خوفِ خدا کا اظہار اور اپنی رعایا کی غلطیوں کی وجہ سے عفتہ کو پی جانا۔ اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرنا ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ پر یہ الزام کرنا اور اسے سلب کر لی تھی۔ کس قدر بھیانک الزام ہے۔ جس کا دل خوفِ خدا سے لبریز ہو۔ اور جو غلطیوں کو بھی معاف کر دینے والا ہو۔ بھلا وہ شخص اظہارِ حق پر ناراض ہوگا۔ اور خدا کے خوف کو رخصت کر دے گا۔ عقتل کو ہاتھ مارو۔ بغض کی بھی حد ہوتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کے بالکل برعکس تھا۔ جس پر خلفائے راشدین حکومت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ عوام کے درمیان رہے۔ جہاں ہر شخص اُن سے آزادی کے ساتھ مل سکتا تھا۔ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر شخص ان کا دامن پکڑ سکتا تھا۔ وہ پانچوں وقت عوام کے سامنے انہی کی صفوں میں نمازیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے خطبوں میں ذکر اللہ اور تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی سے بھی عوام کو آگاہ کرتے تھے۔ اور اپنی ذات اور اپنی حکومت کے خلاف عوام کے ہر طرح کے اعتراضات کی جواب دہی بھی کرتے تھے۔ اس طرح کہ حضرت علی نے کوفہ میں اپنی جان کا خطرہ مول لے کر بھی آخر وقت تک نبھایا۔ لیکن طوکیت کا دور شروع ہوتے ہی اس نمونہ کو چھوڑ کر ایران و روم کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس تبدیلی کی ابتداء حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ (خلافت و طوکیت ص ۱۶۰)

مفصل جواب:

مودودی نے ان سطور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو بیک وقت کئی امور کا طرز بنا دیا۔ یعنی یہ کہ وہ خلفائے اربعہ کی بجائے قیصر و کسریٰ کی زندگی اپنائے ہوئے تھے۔ وہ شاہی محلات میں رہتے تھے۔ ان کے محل کے باہر پیرہ دار کھڑے ہوتے تھے۔ اور عوام سے ان کے برابر نہ منقطع ہو چکا تھا۔ لیکن ان امور میں سے کوئی ایک بھی امیر معاویہ کی سیرت میں نظر نہیں آتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رموز حکمرانی اور طریقہ ہائے خلافت میں اپنی مثل آپ تھے اور فوجی مظاہرہ میں قیصر و کسریٰ اور مسجد و محراب میں عابدوں زادوں کو دیکھے چھوڑنے والے تھے۔

قیصر و کسریٰ کا طرز زندگی کیا لباس میں پونہ مند لکھا جائے؟

کیا لاکھوں درہم کی بجائے چند درہم سے خریدے گئے کپڑے قمیص و کسری کی مشابہت تھے ؟ خدا گواہ ہے۔ تاریخ ہمیں ان کی سیرت اور زندگی کچھ اس طرح دکھاتی ہے کہ ان کے زیب تن کپڑوں میں پونہ لگے ہوتے تھے۔ اس پونہ لگے لباس کو ان کے گورنر اور وزراء بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی کتب کے حوالہ جات سے حضرت امیر معاویہ کی زندگی، سادہ اور بے تکلف نظر آتی ہے جن کا نام لے کر موذی نے ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

البدایة و النہایة :

حدثنا عمرو بن واقد حدثنا يونس بن
 حليس قال سمعت معاوية على منبر دمشق
 يوم جمعة يقول ايها الناس اعقلوا قولي
 فكن تجدوا العلم بامور الدنيا والآخرة
 مني اقيماً او ليخالفن الله بين قلوبكم خدوا على
 ايدي سفهاءكم او ليسلطن الله عليكم عدوكم
 فليسوا منكم سوء العذاب تصدقوا والا
 يقولن الرجل اتي هتيل فان صدقة
 المقل افضل من صدقة الغني اياكم
 وهذات المعصنات وان يقول الرجل سمعت
 وبلغني فلو قد افادهم امرأة
 على عمدة نوح لسئل عنها يوم القيامة وقال

ابوداؤد الطيالسي حدثنا يزيد بن طهيمان الرقاشي
 حدثنا محمد بن سيرين قال كان معاوية
 إذا حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
 لم يثبته ورواه أبو القاسم البغوي عن سويد
 بن سعيد . . . عن حمام بن اسماعيل عن أبي
 قبيل قال كان معاوية يبعث رجلاً يقال
 له أبو الجيوش في كل يوم فيدور على المجالين
 يسأل ملء و يد لإحد مؤنود أو قدم
 أحد من الوفود فإذا أخطب بذلك أثبت
 في الديوان يعني ليخبرني عليه الرزق وقال
 غيره كان معاوية متراضعاً ليس له مجالد
 إلا كمجالد الصبيان التي يسمونها المتغريق
 فيضربها الناس وقال هشام بن عمار عن عمرو
 بن واقد عن يونس بن ميسرة بن حلبس قال
 رأيت معاوية في سوق دمشق وهو مردود
 قداءة و صفيّاً عليه قميص مرفوع الجيب
 وهو ليسير في أسواق دمشق وقال الأعمش
 عن مجاهد بن جندب قال نزل أئتمرو معاوية لقلتم هذا
 التهودي وقال هشام بن عمار عن العوام عن جبله
 ابن شحيم عن ابن عمر وقال ما رأيت أحداً
 أسود من معاوية قال قلت ولا غير قال

كَانَ عَمْرًا خَيْرًا مِنْهُ وَكَانَ مَعَاوِيَةَ اسْوَدَ مِنْهُ رَوَاهُ
 ابوسفيان البحرى عن العوام بن حوشب به وقال
 مَا رَأَيْتُ أَحَدًا ابْعَدَ رَسُولِ اللَّهِ اسْوَدَ مِنْ
 مَعَاوِيَةَ قَيْلٌ وَلَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعَمْرُو
 عثمان خَيْرًا مِنْهُ وَهُوَ اسْوَدَ وَرَوَى مِنْ طَرِيقٍ
 عن ابن عمر مثله وقال عبد الرزاق عن معمر
 عن حماد سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا
 رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَحْلَقَ بِالْمَلِكِ مِنْ مَعَاوِيَةَ

البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۳۲ تا ۱۳۵)۔
 ترجمہ: یس بن علبس کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد میں

منبر پر خطبہ دیتے ہوئے امیر معاویہ سے یہ سنا۔ لوگو! میری بات
 سمجھو۔ تمہیں دنیا و آخرت کے امور کا مجھ سے زیادہ ماہر کوئی نہ
 ملے گا۔ اپنے آپ کو درست کر لو۔ اور نماز میں صفیں سیدھی

رکھو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کا مخالف

کر دے گا۔ اپنے میں سے بے وقوفوں کے ہاتھ پکڑو۔ ورنہ

اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو تم پر مسلط کر دے گا۔ پھر وہ تمہیں سخت

سزا دے گا۔ میری باتوں کی تصدیق کرو۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو

قلیل مال والا ہرگز نہ کہے۔ یقین رکھو کہ غریب اور نادار کا صدقہ، یعنی کے

صدقہ سے بہتر ہے۔ خبردار۔ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت

لگانے سے بچو۔ یہ نہ کہو۔ کہ مجھے یہ بات پہنچی۔ یا میں نے ایسے ایسے

سنا۔ اگر تم میں سے کسی نے حضرت نوح کے زمانہ کی کسی عورت پر

تہمت لگائی۔ تو کل قنات کو اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔

ابو داؤد طیلسی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات بیان کرتے تو ان پر اس بارے میں کوئی تہمت نہ لگتی۔ اسی طرح ابو القاسم بغوی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو الجہیس نامی شخص کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ کہ مختلف محافل و مجالس میں جا کر یہ معلوم کرنے۔ کہ کسی گھر کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی نیا وفد آیا ہے۔ جب اس قسم کی کوئی خبر ملتی۔ تو اس کا ایک مسٹر میں اندراج کر لیتے۔ تاکہ ان کی خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت متواضع تھے۔ ان کے پاس معمولی سا گوڑا ہوتا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔ آپ اس سے کسی کو سزا دینا چاہتے تو دیتے تھے۔ ہشام بن عمار نے بیان کیا ہے۔ کہ یونس بن مبرہ کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا۔ ان کے پیچھے ایک غلام ہوتا تھا۔ ان کی قمیص پوند لگی ہوتی تھی۔ اور وہ وہی قمیص پہنے دمشق کے بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ امام اعظم، مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھ پاتے تو کہتے کہ یہ تو امام مہدی ہے۔ ہشیم بن عوام نے ابن عمر سے بیان کیا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ سے بڑھ کر حکمرانی کے معاملات میں باہر میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا عمر بن خطاب سے بھی بڑھ کر ماہر تھے؟ کہنے لگے کہ عمر بن خطاب ان سے بہتر تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے سرداری کے رموز زیادہ جانتے تھے۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رموز شاہی کو بلانے والا اور کوئی نہ دیکھا۔ کہا گیا۔ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر؟ کہنے لگے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ان سے بہتر تھے۔ اور وہ بہر حال اعلیٰ حکمران تھے۔ ابن عمر سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔

عبدالرزاق نے مہرمن حمام کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے کوئی مرد
امیر معاویہ سے بڑھ کر حکومت کے معاملات کا ماہر نہ دیکھا۔ میں نے ان سے
بہتر کوئی شخص لائقِ حکمرانی نہیں دیکھا۔

العواصم من القواصم:

أَنَا قَوْلُ الْمَلُوكِ وَالْخِرْ خَلِيفَةَ عَنِ الزَّهْرِيِّ أَنَّ
مُعَاوِيَةَ عَمَلَهُ سَنَتَيْنِ عَمَلَهُ حَمَرَ مَا يُخْرَمُ
فِيهِ وَقَدْ أَشْرْنَا هُنَاكَ إِلَى إِنْخِلَافِ الْبَيْتَةِ فِي
أَنْظَمَةِ الْحُكْمِ بَلْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ نَفْسَهُ ذَكَرَ
ذَلِكَ لِعُمَرَ لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الشَّامَ وَتَلَقَّاهُ مُعَاوِيَةُ
فِي مَوْكِبٍ عَظِيمٍ فَاسْتَنْكَرَهُ عُمَرُ ذَاكَ
وَاعْتَدَّ لَهُ مُعَاوِيَةَ بِتَوَلِيهِ إِنَّا بِأَرْضِ جَوَابِيسُ
الْعَدُوِّ فِيهَا كَثِيرَةٌ فَيَجِبُ أَنْ نَقْطَعَهُ مِنْ عِزِّ السُّلْطَانِ
مَا يَكُونُ فِيهِ عِزُّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِيهِ وَتُرْهَبُ بِهِ
فَقَالَ عُبَيْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لِعُمَرَ مَا أَحْسَنَ مَا صَدَّرَ
عَمَّا أَوْرَدْتَهُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عُمَرُ
مِنْ أَحْبَلِ ذَلِكَ جَشْمَتَاهُ مَا جَشْمَتَاهُ وَسِيرَةٌ
عُمَرَ الَّتِي حَاوَلَ مُعَاوِيَةَ أَنْ يَسِيرَ عَلَيْهَا
سَنَتَيْنِ كَأَنَّكَ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي بَيْتِهِ وَكَانَ
يَزِيدُ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِالْإِزَامِهَا رَوَى ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا
عَنْ أَبِي كَرِيمٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلِيِّ الهمداني المحافظ
عَنْ رَشْدِ بْنِ الْمَعْرِيِّ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ الْحَارِثِ

الانصارى المصرى عن بكير بن الاشجح المغزومى
المدنى ثم المصرى ان معاوية قال ليزيد كيف
ترآك فاعلانا ان و كنت قال كنت والله يا ابا عملا
فيه عمل عمر بن الخطاب فقال معاوية سبحان الله
يا بنى والله لقد جهدت على سيرة عثمان فما
اطقتها فكيف بك وسيرة عمر-

ابن كثير جلد ۱ ص ۲۲۹ والذین لا یعرفون
سیرة معاویة یتغربون اذا قلت لهم
انه كان من الزاهدين والصفوة الصالحين
روى الامام احمد في كتاب الزهد ص ۱۸۲ طبع
مكة عن ابى شبل محمد بن هارون عن حسن
بن واقع عن صمرة بن ربيع القرشى عن على بن ابى
حملة عن ابى قال رأيت معاوية على المنبر يد مشق
يخطب الناس وعليه كؤوب مرقوع واخرج ابن
كثير جلد ۱ ص ۱۳۲ عن يونس بن ميسرة الحميرى
الزاهد وهو من شيوخ الامام الاوزاعى قال
رأيت معاوية في سوق دمشق وهو مرد و
وراءه وصيننا وعليه قميص مرقوع الجيب يسير
في اسواق دمشق وكان قراة معاوية وكنا
اصحابه يستهون ملايسه للتبرك ديا وكان
اذا حضر احد هنر الى المدينة وعليه هذا الملايس

يَعْرِفُ نَهَا وَيَتَعَالُونَ فِي اِقْتِنَائِهَا رَوَى الدارقطني
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ عَسَانَ أَنَّ الْقَائِدَ الشَّهِيدَ اِبْرَاهِيمَ
 بْنَ قَتَيْبِ الْفَهْرِيِّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَآتَى الْمَسْجِدَ
 فَضَلَّ بَيْنَ التَّقْدِيرِ وَالْمُنْتَبِرِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ مَرَّقَعٌ
 قَدْ اِنْ تَدَى بِهِ مِنْ كِسْوَةٍ مَعَاوِيَةَ فَسَرَّاهُ الْاَبْوَالِصُ
 الْبَرَادَ فَعَرَفَتْ اُمَّهُ بُرْدَ مَعَاوِيَةَ -

(العسواصر من القواصر ص ۲۰۸-۲۰۹)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں پہلا بادشاہ اور آخری ظالم
 ہوں۔ زہری کہتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے دو سال تک بعینہ حضرت عمر
 کی طرز پر حکومت کی۔ اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہم نے اس
 اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتظام حکومت کی تاثیر
 میں ہے بلکہ خود امیر معاویہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرت فاروق اعظم
 رضی اللہ عنہ شام آئے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑی سے
 جماعت لے کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا
 نہ جانا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ عذر پیش کیا۔ کہ ہم ان لوگوں
 کی سر زمین میں رہتے ہیں۔ جہاں دشمن کے جاسوس بکثرت ہیں۔ اس
 لیے ہمارے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ظاہر کریں۔ تاکہ
 اسلام اور اہل اسلام کی عزت میں اضافہ ہو۔ اور دشمنوں کو ڈرائیں۔ یہ
 سن کر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 کا طرز حکومت اور نظام کتنا درست ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 کہ ہم نے اسی لیے دبدبہ بنایا ہے۔ (الہدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۲ تا ۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت جو دو سال تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنائے رکھی۔ ودان کے دور کی اعلیٰ مثال ہے۔ یزید بھی اس کے التزام کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابن دنیا سے مروی ہے۔ کہ امیر معاویہ نے ایک مرتبہ یزید سے پوچھا۔ کہ اگر تجھے امیر بنایا جائے۔ تو کس طرح نظام حکومت چلائے گا۔ کہنے لگا اس طرح جس طرح کہ فاروق اعظم نے کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بولے۔ سبحان اللہ! میں نے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت اپنانے کی انتہائی کوشش کی لیکن اس پر بھی پورا ناکام رہا۔ اور تو اور سیرت عمر بن الخطابؓ؟ ابن کثیر نے اٹھویں جلد میں ص ۲۱۹ پر تحریر کیا ہے۔ کہ جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیرت کو نہیں سمجھتے۔ جب تو ان کے سامنے یہ کہے۔ کہ امیر معاویہ بڑے زاہد اور صالح تھے۔ تو انہیں یہ سن کر عجیب سا لگتا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد ص ۶۲ پر تحریر کیا کہ علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے دمشق کی جامع مسجد میں امیر معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس وقت انہوں نے پیوند لگے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ابن کثیر نے بھی جلد نمبر ۸ ص ۱۳۴ میں امام اوزاعی کے شیخ یونس بن میسر سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے امیر معاویہ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا۔ کہ ان کے پیچھے ایک غلام ہے۔ اور آپ نے پیوند والی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ کے وزراء اور دیگر معززین حکومت آپ کے پیوند لگے کپڑے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب کبھی آپ کا وزیر مدینہ منورہ آتا۔ اور اس نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو لوگ فوراً انہیں پہچان لیتے۔ اور منہ مانگے پیسے دے کر انہیں خریدنے پر تیار ہو جاتے۔ دارقطنی

نے محمد بن یحییٰ سے بیان کیا کہ ضحاک بن قیس ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا۔ اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور قبر خیریت کے درمیان نماز پڑھی۔ اس پر ایک چادر تھی۔ جو بیوند لگی تھی۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ سے لی ہوئی تھی۔ جب ابوالحسن براد نے دیکھا۔ تو فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ چادر امیر معاویہ کی ہے۔

البدایۃ والنہایۃ اور العوام من القوام کے دونوں

حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علوم دنیا و آخرت، کاتب بڑا عالم مانتے تھے۔ اسی لیے کسی نے آپ کے اعلان پر اعتراض نہ کیا۔
- ۲۔ لوگوں تک احکام الہیہ پہنچانے میں آپ ہر ممکن کوشش کرتے۔ اور ان کی مخالفت سے ڈراتے تھے۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بات کے ذکر کرنے پر کبھی ان پر ہمت نہ لگی۔
- ۴۔ ہمالوں کی آمد اور نوموود کی خبر معلوم کرنے کے لیے آپ نے مستقل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔
- ۵۔ آپ کے پاس سزا کے لیے کوڑا نہایت ہلکا پھلکا تھا۔ جیسا بچوں کے پاس کھیلنے کے لیے ہوتا ہے۔
- ۶۔ دمشق کے بازاروں میں ایک غلام کے ساتھ کھلم کھلا پھرا کرتے تھے۔
- ۷۔ آپ کی قمیص بیوند زدہ ہوتی تھی۔

- ۸۔ کوئی ابنی دیکھتا تو گمان کرتا کہ یہ ہمدی ہیں۔
- ۹۔ سیاسی بصیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ اپنی مثل آپ تھے۔
- ۱۰۔ حکمرانوں میں سے آپ سا با اخلاق کوئی نہ تھا۔
- ۱۱۔ اگر شان و شوکت تھی تو وہ غیر مسلم بادشاہوں کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں کی عزت افزائی کے لیے تھی۔
- ۱۲۔ فاروق اعظم کی سیرت آپ کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔
- ۱۳۔ آپ کے زہد و تقویٰ کو سطحی نظرواے ایک عجیب سی بات سمجھتے تھے
- ۱۴۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور انکساری کی وجہ سے آپ کے پیوند لگے کپڑے لوگوں کے لیے متبرک تھے۔
- ۱۵۔ آپ کے پیوند لگے کپڑے آپ کے وزراء بطور تبرک حاصل کرتے۔ لوگ انہیں دیکھ کر پہچان جایا کرتے تھے۔ کہ یہ امیر معاویہ کے استعمال شدہ کپڑے ہیں۔

لحد فکریہ:

مذکورہ امور کو پیش نظر رکھیں۔ اور سوچو دیکھو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا۔ اسے بھی دیکھیں۔ پھر مواد نہ کریں۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر و کسری کا طرز زندگی اختیار کر کے خلفائے اربعہ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دیا تھا؟ کیا بازاروں میں آتے جاتے ان کے ساتھ حفاظتی دستے سرتے تھے یا صرف ایک آدھ غلام؟ کیا ان کے لباس میں وہی شان و شوکت تھی۔ جو قیصر و کسری کے لباس میں تھی۔ یا وہ پیوند زدہ ہوتا تھا؟ کیا ان کے لٹکنے والا سزا کا مستحق ہوتا تھا۔ یا اس کے لٹکنے

پر آپ اس کا شکر یہ اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کیا کرتے تھے؟ کیا آپ کے ہاتھ میں مخالفین کے لیے بھاری بھر کم ڈرہ تھا یا معمولی سا ایک کوڑا جو بچوں کے پاس ہوتا ہے؟ کیا آپ کے زہد و تقویٰ اور سنت پیغمبر پر عمل کرنے کی وجہ سے لوگ ان کے زیب تن کئے ہوئے پونڈ گئے پڑوں کو بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے یا اس سے نفرت کا اظہار ہوتا تھا؟ لیکن مودودی کی آنکھوں پر نہیں بلکہ بصیرت پر بغض کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور ارضلہ اللہ علی غلم و ختم علی قلبہ الخ کے مصداق وہ علم کی گمراہیوں میں اس قدر ڈور چلا گیا کہ جہاں سے واپس نہ آسکا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قیصر و کسریٰ کی تقالی کا الزام دھرنے والے کو ان کی یہ عادت نظر نہ آئی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر انہیں کس قدر غصہ آتا تھا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهْيَةُ :-

قال احمد حدثنا مروان ابن معاوية الفزاري
حدثنا حبيب بن اشهد عن ابي مجلد قال
خرج معاوية على الناس فقاموا له فقال
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
من احب ان يتمثله الرجال قياما فليبتوا
مقعدا من النار انما كان معاوية جية البيوت
حسنة التجار وجميع العنوا كثير الميتة رحم الله
تعالى .

(البدایة و النہایة جلد ۱ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے تو لوگوں

نے دیکھتے ہی ان کے لیے قیام کیا۔ اس پر آپ نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ جو آدمی یہ کہتا ہو۔ کہ لوگ اس کا
 کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ اسے اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں بنالینا
 چاہیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت، خلیعہ نورت درگزر
 کرنے والے، اچھے انداز سے معاف کر دینے والے اور بڑے باحیا
 تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراضِ ششم

امیر معاویہؓ نے بیت المال کی حیثیت

تبدیل کر دی (مودودی)

خلافتِ ملوکیت:

بیت المال کا اسلامی تصور یہ تھا۔ کہ وہ خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس خدا اور خلق کی امانت ہے۔ جس میں کسی کو من مانے طریقے پر تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ خلیفہ نہ اس کے اندر قانون کے خلاف کوئی چیز داخل کر سکتا ہے۔ اور نہ قانون کے خلاف اس میں سے کچھ خرچ کر سکتا ہے وہ ایک، ایک پاپائی کی آمد اور خرچ کے لیے جو ابدہ ہے۔ اور اپنی ذات کے لیے وہ صرف اتنی تنخواہ لینے کا حقدار ہے۔ کہ جتنی ایک اوسط درجے کی زندگی بسر کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ دورِ ملوکیت میں بیت المال کا یہ تصور اس تصور سے بدل گیا۔ کہ خزانہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی ملکیت ہے۔ رعیت، بادشاہ کی محض باجگزار ہے۔ اور کسی کو حکومت سے حساب پوچھنے کا حق نہیں۔ اس دور میں بادشاہوں اور شہزادوں کی بلکہ ان کی ان کے گوزلوں اور سپہ سالاروں تک کی زندگی جس شان سے بسر ہوتی تھی۔ وہ بیت المال میں بے جا تصرف کے بغیر کسی طرح ممکن نہ تھی۔ (خلافتِ ملوکیت ص ۱۶۱ مصنفہ مودودی)

مودودی کا عبارت مذکورہ سے مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال سے من مانے طریقے سے تصرف کرتے تھے۔ اور خلافتِ قانونِ اسلامی عمل کرنے والے تھے۔ اس بارے میں وہ بیت المال کو اپنی ملکیت جانتے۔ اور خود اپنی اپنے وز راہ وغیرہ کی زندگی اسی مال سے عیش و عشرت کی بسر کرتے تھے۔ گویا مودودی اس سے ثابت یہ کرتا ہے۔ کہ امیر معاویہ ایک ظالم حکمران اور عیث پسند امیر تھے۔ لیکن ان تمام خرافات کے ثبوت میں مودودی نے کوئی ایک مثال ایسی پیش نہ کی جس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت۔ ایسی نظر آئے۔ جو اس کے ذہن میں ہے۔ یہ زیادہ اور ولید کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ ان پر بھی قبیل و قال کی گنجائش ہے۔ لیکن زیر بحث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ مودودی کی تصویر کشی کے مقابلہ میں کتب تاریخ میں ایسی بہت سے مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فدا ترسی اور بیت المال کے بارے میں شریعت کے کامل پیروی ثابت کرتی ہیں۔ اور آپ نے صاف صاف الفاظ میں بیت المال کو اپنا ذاتی نہیں بلکہ عوام کا مال فرمایا۔ جس پر دو عبادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی عبارت ابن تیمیہ نے منہاج السنہ جلد سوم ص ۸۵ پر لکھا

ہے۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: لوگو! بیت المال سے تمہیں جو عطیات دیئے گئے۔ ان کی تقسیم کے بعد اب بھی وہاں بہت سا مال باقی وہ بھی عنقریب تم میں تقسیم کروں گا۔ اگر کوئی شخص وقت پر نہ آئے۔ اور اسے معمولی کا سامنا کرنا پڑے۔ تو اس کی سستی ہے۔ اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ اس عام خطاب میں آپ نے فرمایا۔ بَيِّنْتُ مَالِيكُمْ لَنْبِي بِمَا لِي اَنْتُمْ هُوَ مَا لَ اللّٰهِ۔

یعنی تمہارے لیے قائم کردہ بیت المال کا پیسہ تمہارے لیے ہی ہے۔ وہ میرا مال نہیں۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال

کی اشیاء کو اللہ کی ملکیت کے اعتبار سے خود کو اس کا نگران یا محافظ سمجھتے تھے۔ اور اس امانت کو مستحقین کے سپرد کرنے کا فرم دار سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ بطور شہادت ہمیش خدمت ہے۔

امیر معاویہ بیت المال کی ایک ایک پائی کا حساب لیا کرتے تھے

تاریخ طبری؛

كَانَ أَوَّلَ مَنْ اتَّخَذَ دِيْوَانَ الْعَاقِمِ قَالَ وَكَانَ سَبَبُ ذَلِكَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَ لِعَمْرٍو بْنِ زَبِيرٍ فِي مَعُونَتِهِ وَقَضَاءِ دَيْنِهِ بِمِائَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى زِيَادِ بْنِ سَمِيَةَ وَهُوَ عَلَى الْعِرَاقِ فَنَضَّ عَمْرٍو الْكِتَابَ وَصَيَّرَ الْمِائَةَ مِائَتَيْنِ فَلَمَّا رَفَعَ زِيَادٌ حِسَابَهُ أَتَى زِيَادٌ مُعَاوِيَةَ فَأَخَذَ هَمْرًا بِرَدِّهَا وَحَبَسَهُ فَأَذَاهَا عِنْدَهُ أَخُوهُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزَّبِيرِ فَأَحَدَثَ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ ذَلِكَ دِيْوَانَ الْعَاقِمِ۔

د تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۸۲ اذکر بعض ما حضرنا

ترجمہ: سب سے پہلے دیوان الحاقم شروع کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے جناب عمرو بن زبیر کی معاونت اور ادائے قرضہ کے لیے ایک لاکھ درہم دینے کو کہا۔ اس بارے میں زیاد بن سمیہ کی طرف خط لکھا۔ جبکہ یہ عراق

کے گورز تھے۔ جب زیاد بن سمیہ نے رقعہ کھولا۔ تو ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ کر دیا۔ پھر جب زیاد نے حساب دیا۔ تو امیر معاویہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک لاکھ واپس لیا۔ اور زیاد کو قید میں ڈال دیا۔ یہ ایک لاکھ عمر فرین زبیر کی طرف جناب عبداللہ بن زبیر نے ادا کیا تھا تو اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درویشان الحاقم کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اگر امیر معاویہ بیت المال میں غیر اسلامی تصرف

کرتے تھے تو ائمہ اہل بیت اور کبار صحابہ ان

کے عطیات کیوں وصول کیا کرتے تھے۔

ان دونوں حوالہ جات کے بعد مودودی کی الزام تراشی کا معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ کہاں یہ کہنا کہ بیت المال کا کوئی حساب و کتاب نہ تھا۔ جو جی میں آتا کیا جاتا۔ اور کہاں اس کی پائی پائی کے لیے ایک علیحدہ محکمہ قائم کرنا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیت المال میں غیر قانونی بلکہ غیر اسلامی تصرف کرتے تھے۔ تو یہ تصرف اہل بیت کے معزز ترین افراد پر بھی ہوتا تھا البدایہ والنہایہ کے علاوہ مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب میں بالتصریح موجود ہے۔ کہ آپ حسین کریمین کو ہر سال دس لاکھ سونے کے دینار دیا کرتے تھے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ تحائف دہایا بھی پیش خدمت فرمایا کرتے تھے۔ اب کہنا پڑے گا۔

کہ اہل بیت کے یہ حضرات وہ مال قبول کیا کرتے تھے۔ جو ناجائز طور پر خرچ کیا جا رہا ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق اُسے تصرف میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ شریعت کے ایسے ستون اس قسم کے مال کو قبول کرنے کی کبھی ہمت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے اعمال لوگوں کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مشکوک مال وصول کرنے

اور اسے تصرف میں لانے سے انکار کر دیا۔

الْبَدَايَةُ وَالنَّهْيَاةُ :

وَ كَانَ الْخَلِيفَةُ يَبْعَثُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَائِدَةً
فِيهَا أَنْعَامُ الْأَطْعَمَةِ وَالْفَاكِهَةِ وَالشَّلْحِ مِائَةً أَوْ
مِائَةً وَعِشْرِينَ دِرْهُمًا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَالْخَلِيفَةُ
يَحْسِبُ أَنَّهٗ يَأْكُلُ مِنْ ذَلِكَ وَلَوْ كَانَ أَحْمَدُ يَأْكُلُ
شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بِالْكُلِيَّةِ بَلْ كَانَ صَائِمًا يَطْوِي قَمِيصَهُ
ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَسْتَطِعْ بِطَعَامٍ وَمَا ذَاكَ هُوَ
مَرِيضٌ ثُمَّ أَقْسَمَ عَلَيْهِ وَلَدُّهُ حَتَّى شَرِبَ قَلِيلًا
مِنَ السُّوْغِيِّ بَعْدَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ وَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
يَعْقِبَ بْنِ خَافَانَ بِمَالٍ جَدِيدٍ مِنَ الْخَلِيفَةِ جَائِزَةً
لَهُ فَأَمْتَنَعَ مِنْ قَبُولِهِ قَالَ خَالَجَ إِلَيْهِ الْأَمِيرُ فَلَمَّ

يَقْبُلُ فَاخَذَهُ الْأَمِيرُ فَقَرَّ قَلْبًا عَلَى بَيْنِهِ وَأَقْدَبَهُ
 وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَمُحُّ رَدَّهَا عَلَى الْخَلِيفَةِ وَكَتَبَ الْخَلِيفَةُ
 لِأَهْلِهِ وَأَوْلَادِهِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ بِأَرْبَعَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ
 فَمَا نَعَّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَلِيفَةَ فَقَالَ الْخَلِيفَةُ لَا بَدَأَ
 مِنْ ذَلِكَ وَمَا هَذَا إِلَّا لِيُؤَدِّكَ فَمَا مَسَكَ أَبُو
 عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مَمَانِعَتِهِ ثُمَّ أَخَذَ يَلُومُ أَهْلَهُ
 وَعَمَّهُ وَقَالَ لِلرُّعَايَةِ مَا بَقِيَ لَنَا أَيَّامٌ قَلِيلَةٌ وَ
 كَأَنَّكَ نَزَلْتَ بِمَالِكٍ فَامْتَحِنِي وَأَمَّا إِلَى نَارِ فَنُخْرِجُ
 مِنَ الدُّنْيَا وَبَطْلُوْنَا قَدْ أَخَذَتْ مِنْ مَالٍ مُتَوَلَّاءٍ
 فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ يَعْظُمُ بِهِ فَاحْتَجُّوا عَلَيْهِ
 بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ
 غَيْرُ سَائِلٍ وَلَا مُسْتَشِيرٍ فَخَلَعَهُ إِنْ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ
 قَبْلَ جَوَاعِظِ السُّلْطَانِ فَقَالَ وَمَا هَذَا إِذْ أَتَاكَ سَوَاءٌ
 وَتَوَّاعِلْمُ أَنَّ هَذَا الْمَالَ أُخِذَ مِنْ حَقِّهِ وَلَيْسَ يُطْلَمُ
 وَلَا جَوْرٌ لَكُمْ أَبَالِ - (البداية والنهية جلد خاص ۳۸ تا ۳۹)

ما كان من امر الامام احمد

ترجمہ: خلیفہ متوکل روزانہ امام احمد بن حنبل کے ہاں مختلف قسم کے پھل، کھانے اور
 برت وغیرہ بھیجتا تھا۔ جن کی قیمت تقریباً ایک سو بیس درہم کے برابر
 ہوتی تھی۔ اور خلیفہ کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ اسے کھا لیتے ہوں گے۔
 حالانکہ امام احمد نے بالکل اسے ہاتھ تک نہ لگایا ہوتا۔ بلکہ وہ روزہ
 سے ہوتے۔ اسی حالت میں وہ آٹھ دن متواتر کھائے پینے سے

آپ بیمار بھی نہ تھے۔ پھر اتنے دن گزرنے پر آپ کے بیٹے نے آپ کو قسم دی۔ کہ نکھائیں شپیں۔ تو آپ نے اٹھ دنوں کے بعد تھوڑے سے ستو استعمال کیئے۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن یحییٰ خلیفہ متوکل کی طرف سے مزید مال بطور انعام لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر امیر نے اُسے قبول کر لینے کے لیے منت سماجت کی لیکن آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ امیر نے وہ مال لے کر آپ کے اہل و عیال پر تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ مال واپس خلیفہ کے پاس لوٹایا جائے۔ خلیفہ نے امام کے اہل و عیال کے لیے چار ہزار درہم ہر ماہ دینے کا حکم کر دیا۔ ابو عبد اللہ نے خلیفہ کو ایسا کرنے سے روکا۔ لیکن خلیفہ نے کہا۔ کہ یہ ضرور ہو گا۔ کیونکہ میرا امام صاحب کی اولاد کے لیے ہے۔ اس پر ابو عبد اللہ چپ ہو گیا۔ اس کے روکنے سے پھر امام صاحب نے اپنے اہل و عیال کو لامت کرتے ہوئے فرمایا۔ ہماری زندگی چند دن کی ہے۔ ہم پر گریا موت آنا ہی چاہتی ہے۔ پھر یا تو جنت اٹھکانا ہو گا یا دوزخ۔ ہم دنیا سے جائیں گے اور حالت یہ ہو گی۔ کہ ہمارے پیٹ ان لوگوں کے مال سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ایک طویل کلام کے ذریعہ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی۔ انہوں نے یہ مال قبول کرنے پر ایک حدیث سے استدلال کیا۔ وہ یہ کہ تمہارے پاس اگر کہیں سے مال آتا ہے۔ اور تم محتاج ہو۔ لیکن اس کی طرف امید لگانے والے نہیں ہو۔ تو اُسے لے لیا کرو۔ اور ابن عمر اور ابن عباس نے بھی حکم وقت کا وظیفہ قبول کیا تھا۔ امام احمد نے فرمایا۔ یہ اور وہ برابر نہیں۔ اگر مجھے علم ہو جائے۔ کہ یہ مال حق ہے اور ظلم سے بچا ہوا ہے تو میں اسے لے لیتا۔

ملحدہ فکریہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا تنوہی اور اتباعِ شریعت کچھ حسنین کریمین سے بڑھ کر نہیں۔ جب مشکوک مال کو اپنے تصرف میں لانے اور قبول کرنے سے امام احمد ایسے حضرات انکار کر رہے ہیں۔ تو قیاس کیسے کہ ایسے مال کو حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنی پاکیزہ شخصیات کس طرح قبول کرنے پر آمادہ ہوں گی؟ لیکن یہاں تو حسنین کریمین نے بارہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تحفہ و ہدایا قبول کیے۔ خود خرچ کیے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرات اس مال کو ناجائز یا حرام نہیں سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقول مودودی بیت المال کو بے جا تصرف کرنے والے اور اسلامی طریقہ کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔ تو پھر اس طریقہ کی حمایت کر کے امام حسن و حسین، عبداللہ بن عباس، جعفر بن عبداللہ، محمد بن حنفیہ اور عقیل بن ابی طالب ایسے حضرات کے بارے میں کیا کہو گے؟ لہذا یہ کہنا بڑے گاہک۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیت المال میں تصرف شرعی اصول کے مطابق تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ جلیل القدر حضرات اُسے قبول کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کرتے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض سقیم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دیت کو تبدیل کر دیا (مردی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جہاں اپنی اجتہادی صلاحیت کے زعم میں بہت سے اکابر صحابہ کرام خصوصاً فلناٹے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر تنقید کی۔ اور بے سرو پا اختراعی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنے میں ذرا بھرجبک محسوس نہ کی۔ وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے ان کی کمزوریوں بلکہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزیوں کو بھی بیان کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دو دیت، کے مسئلہ میں مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔

وہ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی۔ کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نصف کر دیا۔ اور باقی نصف خود اپنی شروع کر دی۔ (خلافت و طو کیت ص ۱۴۳ تا ۱۴۴)

جواب: اس حوالہ میں مودودی صاحب نے کمال اجتہادی چالاکی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ اور قول سے ثابت کر دکھایا۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالفت، تھے۔ مولانا موصوف کا اکثر طریقہ یہی ہے۔ کہ وہ دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں۔ اور قارئین کو یہ باور کراتے ہیں۔ کہ مجھ سے بڑھ کر انہیں تراشی بلکہ اتہام میں کوئی بھی محتاط نہیں ہے۔ تو اپنی برائت اور پاکدامنی بلکہ بھولے پن کو خود ان کی ایک تحریر سے دیکھیں۔ وہ تمام بزرگان دین کے معاملہ میں غموگاہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں خصوصاً

میرا طرز عمل یہ ہے۔ کہ جہاں تک کسی معقول تاویل سے یا کسی معتبر روایت کی مدد سے ان کے کسی قول یا عمل کی صحیح تعبیر ممکن ہو۔ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کو غلط قرار دینے کی جسارت اس وقت تک نہ کی جائے جب تک کہ اس کے سوا چارہ نہ رہے۔
(خلافت و طو کیت ص ۳۰۸)

اس موخر الذکر اقتباس کی روشنی میں ہم مورود علی صاحب کی اس عبارت یا الزام کے بارے میں کچھ باتیں کہنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے۔ کہ مورود علی صاحب کا طرز عمل خود ان کے بیان کے مطابق کہا تک درست ہے۔؟
دو حافظ ابن کثیر کہتے ہیں، "یہ الفاظ مراحۃً بتارہے ہیں۔ کہ اگلی عبارت کے قائل حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جس کو اردو کے بامہ میں مورود علی صاحب نے خلافت و طو کیت میں پیش کیا ہے۔ ابن کثیر نے کیا کہا؟ ان کی اصلی عبارت ملاحظہ ہو۔
البدایة والنہایة:

وقال ابو الیمان عن شعیب عن الزہری قمضت
السنة ان لا یرک الکافر المسلم ولا المسلم
الکافر واول من درت المسلم من الکافر
معاویة وقضی بذالك بنو أمیة بعده
حتى كان عمر بن عبد العزیز فراجع
السنة واعد هشام ما قضی به معاویة
و بنو أمیة من بعده قال الزہری وقضت
السنة ان دیتة المعاهد کدیتة المسلم
وكان معاویة اول من قصرها الى النصف ولقد
النصف لنفسه۔ (البدایة والنہایة جلد ۱ ص ۱۳۹ وکذا ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: ابراہیمان نے شعیب سے اور انہوں نے امام زہری سے بیان کیا۔ کہ سنت (طریقہ دینی) یہ چلا آرہا تھا۔ کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا اور کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور سب سے پہلے جس شخص نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے فیصلہ کے موافق بعد میں بنو امیہ بھی یہی فیصلہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت آیا۔ تو انہوں نے پھر سے سنت کی طرف رجوع کر کے اُسے اپنا لید اور ان کے بعد ہمشام آیا۔ تو اس نے دوبارہ اسی طریقہ کو جاری کر دیا۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور بنو امیہ کا رہا تھا۔ اور امام زہری نے اسی سند کے ساتھ یہ قول بھی کیا ہے کہ سنت یہ چلی آرہی تھی کہ معاہدہ کی دیت ایک مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس کو نصف تک کم کرنے والے سب سے پہلے شخص امیر معاویہ تھے۔ اور بقیہ نصف وہ خود لیا کرتے تھے۔

اصل عبارت اور اس کا ترجمہ ہم نے پیش کیا ہے۔ کیا اس عبارت میں دیت کے معاملہ میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے سنت کو بدل دیا؟ یہ جملہ حافظ ابن کثیر نے کہیں کہا ہے۔؟ یا امام زہری نے اسے کہا ہے؟ خیانت یا دھوکہ و فریب کا یہ عالم کہ جو بات مصنف نے کہی ہی نہیں۔ وہ کمال ڈھٹائی کے ساتھ ان کی طرف دو ٹوک انداز میں منسوب کی جا رہی ہے۔ مودودی صاحب پر کئی گئے اعتراضات کے جوابات کا بھیکہ ”ملک غلام علی“ نے اٹھا رکھا ہے۔ وہ بھی اس بات کو گول بول کر گئے۔ بلکہ اس سے صاف کئی کترا گئے۔

علاوہ ازیں حوالہ مذکورہ ازاول تا آخر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب البراہ اس کے ناقل ہیں۔ یعنی اصل قول وہ امام زہری کا ہے۔ جو بواسطہ شعیب اور ان سے

ابو الیمان کے ذریعہ مافظ ابن کثیر تک پہنچا۔ مافظ ابن کثیر کا یہ اپنا قول نہیں ہے۔ جب امام ابن کثیر نے نقل اور اصل قائل امام زہری ہیں۔ تو پھر اس تمام مقولہ عبارت کو اصل قائل یعنی امام زہری کی بجائے مافظ ابن کثیر کا قول قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اتنے بڑے دانش ور کو مقولہ اور نقل کا فرق معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن مغالطہ ہو جاتا ہے۔ آخر انسان ہے۔ اس لیے اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی خفت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن ترجمانِ مودودی "ملک غلام علی صاحب" بھی چپ سا دھکے۔ نہیں نہیں وہ بولے بلکہ خوب بولے۔ لکھتے ہیں۔ کہ "اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا" یعنی چلو مافظ ابن کثیر کا قول نہ سہی امام زہری کا ہی سہی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اصل مسئلہ پھر ثابت ہی رہے گا۔ وہ یہ کہ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معنی الف سنت تھے" ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کہ یہ ان کی خوش فہمی بلکہ کج فہمی ہے۔ کہ اس سے نفس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ملک صاحب نے دراصل ایک معاصر کی (مولانا مودودی کی) مذکورہ عبارت پر تنقید کا حجاب سے رہے ہیں۔ اور حجاب میں وہ مصر ہیں۔ کہ البدایہ کی مذکورہ عبارت کے قائل امام زہری نہیں بلکہ مافظ ابن کثیر ہیں۔ یوں وہ مودودی صاحب کی تحریر مودعا مافظ ابن کثیر کہتے ہیں۔ "کو درست ثابت کرنے پر تیلے ہوئے ہیں۔ ملک صاحب دو دو بدہ قال الزہری" کا معنی و مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کافر و مسلمان کا باہم وارث نہ بننا ہی سنتِ پہلی آرہی ہے۔ اور کافر کا مسلمان کو وارث بنانے کا معاملہ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جاری کیا۔ اور ان کے بعد بنو امیہ ہی فیصلہ کرتے رہے۔ پھر عمر بن عبد العزیز نے دوبارہ سنت پر عمل شروع کر دیا۔ لیکن ہشام نے اگر سنت کی بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے بنو امیہ کے فیصلہ کو ہی اپنایا۔ اور وہی امام زہری کا قول ہے گریا۔ ملک صاحب کے نزدیک امام زہری کا قول وہی ہے جو ہشام وغیرہ فیصلہ کرتے

رہے۔ یعنی مسلمان کافر کا وارث بن جائے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا۔ یہ وراثت درست ہے۔ اور میرا بھی یہی قول ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر اسی فیصلہ کے قائل امام زہری ہیں۔ تو یہ فیصلہ ان کے نزدیک درست ہوا؛ لیکن طرفہ تماشایہ کہ ملک صاحب بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ امام زہری کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا توریت مسلم کے بارے میں فیصلہ و بدعت ہے۔ یہ خرابی اس وقت لازم آئی۔ جب ملک صاحب و بدعت قال الزہری، کے الفاظ سے قبل کی عبارت کو ابن کثیر کا مقولہ کہنے پر اصرار کیا۔ اور پھر اس عبارت میں درج مسئلہ کو امام زہری کا قول قرار دیا۔

بہر حال حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کا قول نقل فرمایا ہے۔ مسئلہ زیر بحث چونکہ دو نصف دیت ہے، کا ہے۔ اور ابدا یہ کی منقولہ عبارت کے آخر میں اسے بیان کیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام زہری نے جو یہ الفاظ کہے۔ «و اخذ التصف لنفسه» دیت کا نصف وہ خود لیتے تھے۔ یعنی مقتول کے ورثاء کو نصف دیت دیتے۔ اور بقیہ نصف خود لیتے دو خود لینے سے مراد کیا ہے؟ کیا آپ اس نصف دیت کو اپنے ذاتی یا گھر بلو معارف پر خرچ فرماتے یا اس کا کوئی اور طریقہ تھا؟ ابدا یہ میں یہ روایت اجمالاً مذکور ہے۔ اس کی تفصیل امام بیہقی نے ان الفاظ سے بیان فرمائی۔

بیہقی:

كان معاوية اعطى اهل المقتول النصف والقی

النصف فی بیت المال۔ بیہقی جلد ۱ ص ۱۰۲

باب دية اهل الذمة

ترجمان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیت کا نصف مقتول کے ورثہ کو دیتے تھے۔ اور دوسرا نصف بیت المال میں جمع کر لیتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ نصف دیت کو خود لینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سرکاری بیت المال میں جمع کرتے تھے۔ جو بہر حال خلیفہ وقت کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ آپ اسے ذاتی مصارف پر استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بیت المال کے مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

ملک غلام علی کی موذی کی طرف سے عجیب و کالت

”واقعہ یہ ہے۔ کہ مؤرخین نے دوسرے مقالہ پر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوسرے بنو امیہ کے حامد کردہ عنایت و محاصل کے لیے دونوں طرف کے الفاظ استعمال کیے ہیں ایک ہی واقعہ میں کہیں ”و لکنفسہ“ کا لفظ ہے اور کہیں ”بیت المال“ کا لفظ اب اگر بیت المال کی پوزیشن فی الواقع امیر معاویہ اور آپ کے ہاشمیوں کے زمانے میں وہی ہوتی جو عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں تھی۔ تب تو یہ کہا جاسکتا تھا۔ کہ ہر جگہ ”لکنفسہ“ سے مراد ”بیت مال المسلمین“ ہے۔ لیکن بیت المال اگر ذاتی اور سیاسی مقاصد و اغراض کے لیے بلا تامل اور بے دریغ استعمال ہونے لگے فرما نروا کے صرف خاص اور قوم کے بیت المال میں عملاً کوئی فرق نہ رہے اور مسلمانوں کا امیر بیت المال کے آمد و خرچ اور حساب و کتاب کے معاملہ میں مسلمانوں کے سامنے جوابدہ نہ رہے۔ تو پھر صورت حال الٹ جاتی ہے۔ اس صورت میں ”و اخذ لبیت المال“ لہذا ”و اخذ لکنفسہ“ بن کر رہ جاتا ہے۔

ملک صاحب نے ”وکالت“ کا حق ادا کر دیا۔ جو بیٹرا ہی اس بات کا اٹھا گیا۔
 کہ مجھے بہ صورت تحریراتِ مودودی کو درست کر کے دکھانا ہے۔ تو پھر پیچھے ہٹنے
 کا کیا امکان؟ مودودی صاحب کی تحریر کی روشنی میں ان پر حروف نہ آئے۔ نہ ان
 کی کوئی غلطی ثابت ہوئے۔ اگر ان کی عبارت کی تصحیح کی خاطر کسی صحابی پر الزام آتا
 ہو۔ کسی تابعی کی توہین منگلتی ہو کسی صالح پر حروف آتا ہو تو اس کی پروا نہیں، عبارت کو
 صحیح اور درست قرار دینا لازم ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ”دوبیت المال“
 کو اپنے ذاتی معارف اور سیاسی اغراض و مقاصد پر استعمال کرنے کا ملزم ٹھہرانا
 اگر بموجب حوالہ درست ہے۔ تو رد و انقض کی کتب ان الزامات اور جرائم کی
 فہرست پیش کرنے میں کبھی نرم رویہ اختیار نہ کرتیں۔ کیا ملک صاحب تاریخ میں یہ
 اضافہ کریں گے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی تاریخی باتیں
 اور شواہد جمع کریں۔ جن سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان کے دور میں ”دوبیت المال“
 دراصل خلیفہ کے اپنے مقاصد اور اپنی اغراض کے پورا کرنے کا ایک بیگ ہوا کرتا
 تھا۔ غریبوں کے صرف تمام ہی تھا۔ جس طرح ان کی جماعت قربانی کی کھالیں اور دیگر
 عطیات نادار اور غریب طلباء کی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے اکٹھا کر کے
 طلباء کو کتابوں کی بجائے کلاشنکوف اور دیگر مہلک اسلحہ خریدنے کے لیے
 دیتی ہے۔ شاید اسی پر قیاس کیا ہوگا۔

حاصل کلام؛ مودودی کے مذکورہ الزامات کا انداز بتلا تھا ہے۔ کہ اس
 کے عقائد میں شیعیت کا خمیر ہے۔ اس کی تائید بہت سے علماء نے کی ہے۔ بانگِ نغمہ
 ان علماء نے اس بارے میں کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ جنہوں نے اس کی تصنیف
 ”مختلفت و ملوکیت“ کا رد کیا۔ ان میں سے ایک حافظ صلاح الدین یوسف
 بھی ہیں۔ جو وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان کے مشیر بھی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

حافظ یوسف صلاح الدین صاحب

اہل حدیث کا مودودی کی کتاب خلافتِ ملوکیت

کے متعلق نظریہ

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

مودودی صاحب نے کونسا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ ہر صاحبِ علم و فکر خلافت و ملوکیت کا غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے مطالبہ کر کے ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا۔ کہ اس کتاب کا منطقی نتیجہ دوسرے طرز عمل کا ہے جس پر بڑی سے بڑی وکالت بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ الگ ایک طرف اس کتاب کے خلاف شدید اور ہمہ گیر مضمرات کی لہر اٹھی۔ اور ہر مکتبہ و فکر کے لوگوں نے اس کتاب کے خلاف شدید کراہت اور بیزاری کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس پر عملی انداز میں تنقید کی۔ تو دوسری طرف شیعہ حضرات کے ہاں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کے خلاف سب و شتم قرار دیا۔ جیسا کہ مولانا کے مضمون کی اشاعت شیعہ ہفت روزہ "رضا کار" میں اس کا اظہار کیا گیا تھا۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۵۹ مصنفہ حافظ یوسف صلاح الدین اہل حدیث)

خلافت و ملوکیت کی شرعی و تاریخی حیثیت

اس کتاب میں صحابہ کرام کے متعلق جو رویہ اختیار کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی ہجرت امیر معاویہ حضرت عمرو بن العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم جمعین کے متعلق جو جو ناگفتی باتیں کہی گئیں۔ وہ خالص شیعہ مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جو اعتراض آج تک حضرات شیعہ جلیل القدر صحابہ پر کرتے آتے نہیں۔ وہی اعتراضات اس کتاب میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چاندی کا خول چڑھا کر پیش کیے گئے ہیں۔ بنا برائیں شیعہ حضرات کے لیے نہ صرف اس میں کافی و کثرت پیدا ہو گئی۔ بلکہ صحابہ کرام کو نشانہ سب و شتم بنانے کے لیے ان کے مؤثرہ اختیار بھی ان کے ہاتھ آ گئے۔

(خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت ص ۵۷۲)

توضیح: حافظ صلاح الدین صاحب غیر مقلد مشیر شرعی عدالت پاکستان کی مذکورہ تحریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ۔

۱۔ مودودی صاحب کی تحریرات نہ تو تاریخی اعتبار سے درست اور نہ ہی شرعی حیثیت سے صحیح ہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں مودودی صاحب نے حضرات صحابہ کرام پر وہی اعتراض اٹھائے جو عمر سے اہل تشیعہ کا معمول ہے۔

۳۔ صحابہ کرام پر لگائے گئے اعتراضات پر اہل تشیعہ خوش ہیں۔ کیونکہ مودودی نے ان کے دل کی بات لکھ دی۔

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے عقائد میں شیعیت موجود ہے بایں وجہ طلبائے اہل سنت میں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

فَاخْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَالِ

گستاخ سوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک

دیوبندی مولوی عبدالقیوم کی گستاخانہ تحریر

تاریخ نواصب:

(عبدالقیوم مولوی فاضل وفاق المدارس و دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کی تصنیف

دو جلدوں پر مشتمل ہے)

مندرجہ بالا کلام کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ کہ بغضِ علی خلافتِ علی کا انکار اور علی علیہ السلام پر سب و شتم کرنا شعائرِ نواصب میں سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا مبتدی اور بانی کون ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تو حصہ دوم میں ہی آسٹے گا۔ درست اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ سب افعالِ شنیعہ اور عقائدِ قبیحہ کا بانی معاویہ بن ابی سفیان ہے جسے اہل سنت غیر شعوری طور پر طلیل القدر صحابی سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تاریخ نواصب جلد اول)

جواب:

گزشتہ اوراق میں ہم نے مودودی کی گستاخانہ تحریرات اور ان کے جوابات ذکر کیے۔ ان کے بعد اس نئے فاضل دشمن امیر معاویہ کی ہذیانوں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ مودودی اور علوی کا ایک ہی نظریہ ہے۔ ہر دست یہاں اتنا بتلانا ضروری ہے۔ کہ کچھ دیوبندی ٹلاں بھی ایسے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کو اہل سنت کا غیر شعوری عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ کہ جمہور اہل سنت کا یہ عقیدہ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں۔ کتنا واضح اور روشن ہے۔ اس کا مات صاف انکار کیا جا رہا ہے۔ اور اس جمہوری اور اجتماعی عقیدہ کو "اہل سنت کا غیر شعوری" عقیدہ کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان قبول کیا، آپ کے حکم سے وحی کی کتابت پر آمادہ ہوئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا" (یہ روایت امام احمد اپنی سند میں عرب بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے۔ بحوالہ انناہیرہ مولفہ صاحب نبراس ص ۱۶) صحیح بخاری میں دعائیں الغافلین ہیں۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَبْدِيًا وَآهًا لِبِكْرِ النَّاسِ - اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔ مذکورہ دونوں احادیث پیش نظر رکھ کر مزید کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مستجاب الدعوات ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی مہدی دوزخ سے بچنے اور لوگوں کے پیشوا ہونے کی دعا فرمائی۔ اور کتاب و حساب کی ہمارت مانگی۔ ایک طرف یہ دعا اور دوسری طرف "علوی، کا انہیں سر سے مسلمان ہی نہ سمجھنا ان دونوں میں سے کس کی بات وزنی ہے۔ یقیناً سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والے کلماتِ تعریف ہی وزنی ہیں۔ لہذا علوی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا منکر ہوا اور امیر معاویہ کی گفتافی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایثار کا مرکب ہوا۔ اور

ان الذین یتوذون اللہ ورسوله اللہ الخ کے مطابق طعون قرار پایا۔ قارئین کرام اس قسم کے گناہاؤں سے باخبر ہیں۔ آخر میں علوی وغیرہ کو جہاد چیلنج ہے۔ کہ جس طرح ہم نے شانِ امیر معاویہ پر احادیث صحیحہ پیش کی ہیں۔ اسی طرح

موسیٰ ان کے نفاق، دوزخی ہونے پر کوئی ایک آدمی صحیح حدیث پیش کر کے
 بیس ہزار انعام وصول کرے۔ مذکورہ دو احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی
 روایات ہم درج کر چکے ہیں۔ جس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی رسول ہونا
 مذکور ہے۔ انہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ

— — — — —

مکتبہ العلوم الاسلامیہ (دہلی، جسر ط)

گستاخِ چکارم

طاہر القادری کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں
دو عدد تنقیصی عبارات

۱- شہادتِ امامِ حسینؑ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا
تو انہوں نے اس خواہش کے پیش نظر کہ یہ حکومت اور خلافت میرے ہی خاندان
میں رہے۔ اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دیا اور اس کی تخت نشینی کے لیے
راہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

میں سمجھتا ہوں اور بلاتال اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ سیدنا حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری زبردست لغزش اور ہولناک سیاسی غلطی تھی جس
نے تاریخ اسلام پر بڑے دور رس نتائج مرتب کیے اور امت مسلمہ کے سیاسی
تشخص کو خلافت سے الٹا کر لوکیت کی گود میں دھکیل دیا۔ ہم ان دونوں غلطیوں
کو شرفِ صحابیت کے حوالے سے اجتہادی غلطیاں تسلیم کرتے ہیں۔

(شہادتِ امام حسینؑ صفحہ اول مصنفہ طاہر القادری ص ۱۲)

(۲) محبتِ امامِ حسینؑ:

حضرت امیر معاویہ ان کے دور حکومت کی نسبت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابی ہونے کی وجہ سے حیا کو اور خاموشی کو فرض جانتے ہیں اور زبان کھولنے کو پسند
کرتے ہیں۔ اور گناہ سمجھتے ہیں لیکن آگے جب یزید کا باپ آتا ہے تو یزید پر ہزار بار
لعنت بھیجتے ہیں جو کچھ میں نے عرض کیا۔ اہل سنت کی عقائد کی تمام کتابوں میں اور
انہی تاریخ ہمیشہ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ سیاست معاویہ کا فتنہ آج پیدا ہوا ہے

فقط اہل بیتِ پاک اور حسین کو یمن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف بغض رکھنے کے لیے اس فتنے کو اُٹا کر کیا گیا ہے

(۶) محبت حسین اور شہادتِ امام حسینؑ مہمصنف طاہر القادری ص ۱۵ تا ۱۶)

طاہر القادری کی مذکورہ دو وعد و عبارات کا تنقیدی جائزہ

طاہر القادری کی مذکورہ دو وعد و عبارات سے واضح طوہد نظر ظاہر ہوتا ہے کہ اگر طاہر القادری کو یہ خوف نہ ہو کہ مجھے علماء اہل سنت شیعہ اور افضی کی طرف منسوب کریں گے تو وہ کھل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتا جیسا کہ اس کی دو وعد مذکورہ عبارات اس کی شاہد ہیں کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وہی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر رہا ہے کہ جو مودودی نے اپنی کتاب سیاست و طوہد میں ظاہر کیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کے سیاسی تشخص کو خلافت سے الٹا کر طوہد کی گود میں دھکیل دیا ہے۔ جس کی تردید ہم بالتفصیل کر چکے ہیں۔ اور طاہر القادری تو مودودی سے بھی بڑھ کر زبان کھول رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست ایک فتنہ تھی۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست اگر فتنہ ہے تو پھر امیر معاویہ اس کے ساتھ موصوف ہئے کیونکہ صفت موصوف کے بغیر وجود نہیں رکھتی۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہنا یہ انتہائی جرأت ہے۔ اور جو یہ بار بار کہہ رہا ہے۔ کہ امیر معاویہ کے خلاف زبان کھولنے سے صرف اس لیے حیا آتی ہے۔ کہ انہیں صحابی کہا جاتا ہے۔ تو یہ اس کا کہنا بھی بے معنی ہے۔ جبکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو فتنہ کہہ رہے ہیں۔ تو پھر کون سی حیا باقی رہ گئی ہے۔ اور پھر واضح الفاظ میں کہہ رہے ہیں۔ کہ میں بلا تامل اس بات کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہوناک سیاسی غلطیاں کی ہیں۔ لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کاشم طاہر القادری سلف صالحین اور اپنے اکابر شیخ عبدالمحق محدث و حلوی اور مجدذالفت ثنائی وغیرہ کی تحریرات جو کہ انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر کی ہیں۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اتباع کرتے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان و مناقب تحریر کرتے۔ ذکر ان کی شان میں طعن و تنقیص کرتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمت اللہ علیہ کی کتاب احکام شریعت جلد اول ص ۵۵ کو اگر طاہر القادری صاحب پڑھ لیتے اور پھر اعلیٰ حضرت سے جو وہ اپنی عقیدت کا اظہار اور دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر یہ سیدنا امیر معاویہ کی ذات میں طعن و تنقیص ذکر کرتے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت نے اس جگہ یوں لکھا ہے۔

وَمَنْ يَكُوْنُ يَطْعِنُ فِي مَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَاكَ الْوَسِيْنُ
 كِلَابِ الْهٰوِيَةِ۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اور فقیر کے شیخ کامل پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب نشین سجادہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کی زبان اقدس سے میں نے کئی مرتبہ سنا ہے۔ کہ جو آدمی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ ولایت عطا نہیں کرتا۔ یہ بات وہ سنی ہوئی نہیں فرماتے بلکہ وہ اپنی خواب کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ جس کو میں پہلے تحفہ جعفریہ جلد اول میں نقل کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ پھر وہاں نقل کر دیتا ہوں کیونکہ وہ واقعہ انتہائی نصیحت آمیز اور صراطِ مستقیم کے لیے رہنما ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غوثِ وقت قبلہ سیدی و سندی و مرشدی

سیدہ محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستان عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

روحانی اور سچا خواب

ایک دن بندہ مصنف حضرت کیدیا نوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیرانِ عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ نشانِ امیر معاویہ کتب سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی پختہ متی اور خود پروردگاری بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دورانِ گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سچو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور مکا اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزارا۔ جب رات پڑی اور میں سو گیا۔ خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر زبانی قبلہ میاں شیر عہد شہر قہوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھٹکھٹا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: "تھکڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟" آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک زہر حضرت قبلہ میاں صاحب شہر قجوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور زہری قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کیدیا نواز شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے ان سید زادوں پیروں اور علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اہل سنت کے معتقد کہلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تہمتیں کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کیا مل سکتا ہے۔ اور پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ طاہر القادری کہ جو روحانی معتقد کہلاتے ہیں ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات فتنہ اور فحش خطاؤں سے ملوث تو نظر آئی ہے مگر جو دشمن صحابہ خمینی ہے۔ اس میں طاہر القادری کو کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور اس کی تعریف میں لوٹے وقت بروز جمعرات ۲ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ ۸ جون ۱۹۸۹ء میں اس عنوان کے ساتھ خمینی کی تعریف کی دو امام خمینی کا جینا علی کی طرح اور مزاج حسین کی طرح ہے۔

قارئین کرام طاہر القادری کے مذکورہ عنوان کو پڑھ کر سمجھنے والا یہ ہی سمجھتا ہے کہ جس طرح اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ کے ارنامے ہیں۔ جو لصوص سے ثابت ہیں۔ اور ان کی تائید بکثرت احادیث و آثار سے ہوتی ہے۔ اس طرح خمینی کے بھی

اسلام میں عظیم کارنامے ہیں۔ لہذا وہ بھی انہی فضائل و مناقب کا حق دار ہے۔ اور جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر جامِ شہادت نوش فرمایا اسی طرح خمینی بھی اسلام زندہ رکھنے کے لیے شہادت سے سرفراز ہوا۔ تو جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے شہید تھے اسی طرح خمینی بھی عظیم شہید ہے جسے طاہر القادری و امام، کہہ رہا ہے۔ اور جس کی شان میں مذکورہ الفاظ کہے۔ یہی وہ خمینی ہے۔ کہ جس نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرتے ہوئے یوں کہا ہے۔ جو جتنی قربانیاں میرے ماننے والوں نے دی ہیں۔ یہ قربانیاں صحابہ رسول بھی نہیں کر کے، بلکہ اس نے اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار ص ۱۲۱ میں ہرقاری کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے بلا تفریق مجلسی کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس نے اسی صنف پر دو حق الیقین، کا باب بارڈ کر کیا۔ کہ حق و باطل کے امتیاز کے لیے بلا تفریق مجلسی کی کتاب دو حق الیقین، کا مطالعہ ضروری ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں حق الیقین کا بار بار حوالہ دیا گیا۔ ان میں سے ایک جگہ لکھا۔ کہ امام قائم (امام مہدی) جب دنیا میں آئیں گے۔ عائشہ راز نہ نکند تا اوزاہد بزند۔ یعنی حضرت عائشہ کو دوبارہ زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے۔ (ص ۲۱۹ باب پنجم در بیان اثبات رجعت)۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا۔ ابو بکر و عمر اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا۔ ان کو بھی امام مہدی زندہ کریں گے۔ اور قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔ (باب پنجم ص ۲۱۶)

قارئین کرام! خود فیصلہ کریں۔ کہ یہی وہ خمینی ہے۔ جو شیعہ عقیدہ رجعت کا معتقد ہے۔ اور اس کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی دوبارہ آئیں گے۔ اور اکرام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کو زندہ کر کے ان پر حد لگائیں گے۔ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس امت کے فرعون و ہامان ہیں۔ اس خمینی کہ طاہر القادری

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا وارث کہہ رہا ہے۔ طاہر القادری نے خمینی کی مذکورہ تعریف کر کے کیا امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دل نہ دکھایا۔ اور ان کی ناراضگی مول زلی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات کو اذیت و دکھ پہنچانا دماغی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کو دکھ دیا۔ اس کا حشر کیسا ہو گا؟ تو معلوم ہوا۔ کہ طاہر القادری کا جو عنوان امام خمینی کا جینا علیٰ اور منہ حسین کی طرح ہے، وہ اس قدر گستاخی پر مبنی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے اس کے سارے اچھے اعمال اکارت گئے، اور آخرت بھی برباد کر بیٹھا۔ اور بارگاہ صدیقی، فاروقی اور نبوی سے مردود ہو گیا۔

یہ نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور وقار و عظمت سے درحقیقت طاہر القادری کا سینہ بالکل خالی ہے۔ بلکہ اس کی جگہ عداوت و کدورت اور بغض سے اس کا دل بھرا پڑا ہے۔ محض علماء اہل سنت کی گرفت کا خون اُسے زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ ورنہ وہ بے لفظوں دل کی بات کہہ گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی کتاب دو شہادت حسین، اگر اسی دے رہی ہے۔ اور ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے۔

شہادت حسینؓ

جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ یاد آجاتا ہے۔ (دشمنانِ حسین)

ص ۵۲ مصنفہ طاہر القادری

اب یہی بات کہ واقعہ کربلا کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یاد آجانا کس نوعیت کا ہے۔ اندازِ تحریر بتا رہا ہے۔ کہ ان کی یاد ایک مجرم اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اصلی سبب کے طور پر آتی ہے۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کو بلا کے ساتھ تھوڑی سی عزت و احترام اور عظمت کے طور پر نہیں بلکہ ایک سازشی، دشمن اہل بیت اور فاسق و فاجر کے طور پر لیتا ہے۔ طاہر القادری کی یہ تحریر یہ اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قطعاً ادب و احترام نہیں۔ اسی لیے اس کا یہ کہنا کہ وہ شرف صحابیت ہمیں مانع ہے، یہ بھی ایک عذر رنگ سے کم نہیں۔ اگر شرف صحابیت واقعی ان کی توہین سے مانع ہوتا تو وہ شہادت حسینؑ، نامی کتاب کی مذکورہ عبارت لکھتے وقت اس شرف کا لحاظ و خیال کدھر گیا۔

قارئین کرام! حضرت عمرو بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت جو عظیم الشان ہے۔ انہوں نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی گستاخی یا زیادتی کی نشاندہی نہ کی۔ بلکہ گستاخانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوٹے لگوائے۔ ان کا یہ طرز عمل بتاتا ہے اور واضح شہادت دیتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ قریب ہونے کے باوجود انہیں تو کوئی عیب یا گستاخی نظر نہ آئی۔ اور چوداں سو سال کے لگ بھگ گزرنے کے بعد جن لوگوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخیاں نظر آنے لگیں۔ اور تحریر و تقریر میں ان کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ انداز اپنایا۔ کیا ان لوگوں کی بات کا کوئی وزن ہو سکتا ہے؟ اور کیا ان کے بغض و عداوت سے میرے الفاظ اس کی دلیل بن سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا جانا درست ہے۔؟ ہر ذی عقل اور ہر ذی علم اس کے خلاف فیصلہ ہی کرے گا۔ اور قرآن و حدیث کی روش سے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ جنتی قرار دے گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے اگلے تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ ایسی شخصیت کے خلاف نازیبا الفاظ اور گستاخانہ طرز اختیار کرنا اپنی بدقسمتی بلکہ ازلی بدبختی کی علامت ہی ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

طاہر القادری اہل سنت اور اسی طرح و میہد الزمان اہل حدیث اگرچہ اپنے آپ کو محب صحابہ رضہ کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ رضہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض و عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ جس کا واضح ثبوت خود ان کی تحریرات سے ملتا ہے۔ لکھتے ہیں: "ان کا صحابی ہونا مانع ہے کہ ہم ان کے حق میں کچھ کہیں، یہ مطلب یہ کہ آپ کا صحابی ہونا ہمیں زبان کھولنے سے روک رہا ہے۔ اور لعن طعن کرنے سے صرف صحابیت اڑے آ رہی ہے۔ ورنہ ہم وہی کچھ کہتے۔ جو دشمن کہا کرتے ہیں گویا ان کے سینوں میں عداوت کی آگ جل رہی ہے۔ جبنا طاہر القادری نے شہادت حسین ص ۵۲ پر لکھا ہے۔ کہ جب ہم واقعہ کربلا کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں معاویہ رضہ یاد آ جاتا ہے۔ یعنی ہمیں اس قدر غصہ آ جاتا ہے کہ گویا قاتل معاویہ ہی میں یاد ہے۔ کہ انا اللہ انت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخوں کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کا دشمن اور گستاخ دوزخی کتاب ہے۔ یہ فتوے خاص کر طاہر القادری کو پڑھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا اہل سنت کا فرد ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام سے عداوت اور بغض سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گستاخ پنجم

وَحِيدُ الزَّمَانِ

الحدیث کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی شان میں تنقیص

تیسیر الباری؛

امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا نام معمر بن حور بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ان کے والد ابوسفیان تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بربگ کرتے رہے۔ آخر میں مجبور ہو کر مسلمان ہو گئے۔ وہ اوٹھ آنحضرت کے منشی بھی تھے ۶۶ھ میں دمشق میں مرے۔ بیانی رالی نے عمر پائی نہ امام بخاری نے اور بابوں کی طریوں نہ کہا کہ معاویہ کی فضیلت۔ کیونکہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ نے ایسا ہی کہا۔ مترجم کہتا ہے صحابیت کی بابت ہم کو اس سے مانع ہے کہ ہم معاویہ رضی اللہ عنہما کے حق میں کچھ کہیں بسن سنی بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا۔ ایک انکارہ تھا

جس کو اللہ نے بجا دیا۔ ان کا باب ابو سفیان ساری عمر آنحضرت ﷺ سے علیؑ علیہ وسلم سے لڑتا رہا یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے۔

(یتیر الباری شرح البخاری مصنفہ و جید الزمان غیر مقلد جلد سوم ص ۵۸۷ پارہ چودھواں کتاب المناقب باب ذکر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قرینہ:

و جید الزمان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں یہ اصول حدیث کے اعتبار سے بالکل بے معنی اور فضول کلام ہے۔ کیونکہ فضائل کے لیے صحیح حدیث، کا ہی ہونا کس نے ضروری قرار دیا ہے؟ ہم اسی کتاب میں یہ امر واضح کر چکے ہیں کہ فضائل میں ”ضعیف حدیث“ بالاتفاق معتبر ہوتی ہے۔ اس کے خلاف تنقیص اور جرح کے لیے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس قاعدہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو و جید الزمان کی یہ عبارت دو سچی بات یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرت ﷺ علیہ وسلم کے اہل بیت کی الفت اور محبت نہ تھی۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا کہ ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجا دیا، کون سی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے صحیح حدیث نہ ہونے کا بہانہ ذکر کیا اور آپ کی اہل بیت سے الفت و محبت کی نفی پر جو جرح کے ضمن میں لایا ہے۔ کوئی صحیح حدیث پیش نہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کالغرض اور آپ کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تہ جس کی وجہ سے اسے فضائل میں تو کوئی صمیم حدیث نظر نہ آئی۔ منتر تنقیص میں ایک بے اصل روایت بطور محبت و دلیل پیش کر دی۔ اس روایت سے یہی ثابت کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت والفت بالکل نہ تھی۔ بلکہ ان کے آپ دشمن تھے۔ خود و حید الزمان کا اندازہ علم ملاحظہ ہو۔ وہ ان کا باپ ابوسفیان ساری عمر آنحضرت سے لڑتا رہا، لگائے اس نام نہاد سنی اور غیر مقلد کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلنے والی الفاظ کا پاس ہوتا۔ تو کبھی بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں ہرزہ سرائی نہ کرتا۔ سرکارا بد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ وہ اسلام ان تمام گناہان سابقہ کو مٹا دیتا ہے۔ جو اسلام لانے سے قبل سرزد ہوئے ہوں۔ اس ارشاد گرامی کے ہوئے تھے۔ پھر حضرت ابوسفیان اور ان کے فرزند جلیل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پچھلے افعال کو کریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اسلام لانے سے قبل کے حالات کو دیکھا جائے۔ تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ کفر میں دل بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ حضرت خالد بن ولید ایسے نامور سپہ سالار کا امی کتابوں میں محفوظ ہے۔ غزوہ احد میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک کے ٹسکتے ہونے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ بلکہ شتر کے قریب صحابہ کرام کی شہادت ان کے حملہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ تو کیا ان کی ان سابقہ باتوں کو تہ نظر رکھ کر حید الزمان ان کے متعلق بھی یہ کہے گا۔ کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اسی طرح حضرت وحشی۔ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ ان اوسے صحابی کے درجہ کو حضرت اوس قرنی نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ہم کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ان کے لیے یہ دعا مانگی ہوئی ملتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَ مَهْدِيًا۔ اے اللہ! امیر معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا۔ علاوہ ازیں کثیر روایات آپ پڑھ چکے ہیں جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو این، قرار دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ کو وحی کی کتابت پر مامور کرو۔ کیونکہ وہ امین ہیں۔ ان تمام فضائل کو الگ رکھیں۔ اور عرف فاتح قبریں اور قسطنطنیہ ہونا ہی سامنے رکھیں۔ اور پھر حدیث نبوی میں اس معرکہ اور جہاد کے متعلق جو شان بیان ہوئی اسے سامنے رکھا جائے۔ تو بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے جس کے متعلق سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہوگا۔ اس ہر فازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحیح بخاری میں اسناد صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر

کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ
 أَنَّ عَمِيرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ
 اتَى عُبَادَةَ بِنْتِ الصَّامِتِ وَهُوَ نَائِلٌ
 فِي سَاحِلِ حَمُصٍ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَ
 مَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عَمِيرٌ فَحَدَّثْتُنَا
 أُمَّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ
 الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أُمَّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ.

بخاری شریف جلد اول ص ۴۴۹، ۴۱۰

باب ما قیل فی قتال الروم پیارہ

مطبوعہ مطبعہ المطابع کراچی

ترجمہ:

بعض ذمہ اسناد (عمیر بن اسود عنسی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عباده
 بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت
 عباده ساحلِ حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ
 ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے
 حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے

سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا شکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس شکر میں ہوں گی فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہوگی۔

مذکورہ حدیث کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں :-

عمدة القاری:

قَوْلُهُ (أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْرُونَ الْبَحْرَ) أَرَادَ بِهِ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمَهْدِيُّ مُعَاوِيَةَ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ بَرِيٍّ قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَهِيَ غَزْوَةُ قَبُوصَ فِي زَمَنِ عُسْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَقَالَ التَّوَائِدِيُّ كَانَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ وَقَالَ أَبُو مَعْشَرَ غَزَاهَا فِي سَنَةِ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ وَكَانَتْ أُمَّ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي جَامِعِ الْمَسَانِيدِ أَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَتَوَقَّسَتْهَا بَعْلَةَ وَشَهْبَاءَ فَتَوَقَّعَتْ فَمَاتَتْ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ

عَمَّارٍ رَأَيْتُ قَبْرَهَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ
 بِالسَّاحِلِ بِغَاقِيسٍ :
 قَوْلُهُ (قَدْ أُوجِبُوا) قَالَ بَعْضُهُمْ أَيْ وَجِبَتْ
 لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هَذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِي
 هَذَا الْمَعْنَى وَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أُوجِبُوا اسْتِحْقَاقَ
 الْجَنَّةِ -

دعمہ القاری شرح صحیح البخاری

جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ / مطبوعہ بیروت

طبع جدید

ترجمہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمایا کہ وہ سب سے پہلا لشکر جو
 دریا کی لڑائی لڑے گا، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے
 ہلکے بہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔
 جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا
 ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبر میں ہے جو حضرت
 عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقعہ میں نے کہا کہ
 یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابوہریرہ کے قول کے مطابق یہ سن ۳۲ ہجری
 میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن
 الجوزی نے جامع المسند میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت
 عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ لڑی۔ چونکہ
 انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر
 کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں

کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”ان کے لیے واجب ہو گیا“ بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے۔ میں (غلام یعنی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تدخیر کا لہر:

جنگِ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مالِ غنیمت اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیرہ مملکتِ اسلامیہ کو وصول ہوا۔

حدیث مذکور میں جب جنگِ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاقِ وجوب کا ثبوت سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبانِ اقدس سے کہ جس کی زبان سے وحی بولتی ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر یہ جائے گی۔ کہ انہیں ان سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جا سکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگین آیا۔ ایسے شخص کے ایمان اور جذبہ جہاد کے متعلق کسے شک ہو سکتا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل شیخ مؤرخ لسان الملک مرزا تقی کی کتاب تاریخ التواریخ ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ: معاویہ بن ابی سفیان بسوی عثمانیہ دار کرد و ولایت روم باشام

چنان نزدیک است کہ بامداد اول از دوسو گئے بانگ خروسان و آواز
مرغان شنوده شود و اینک آب دریا از موج بہمناک باز نشسته و از جنبش
ہاں ساکن گشتہ اگر خست رود بجانب جزیرہ قبرص کھنٹی کھنم و آن محال
کہ از مال و مویشی آگندہ است فرو گیرم عثمان و پانچ نوشت کہ عمر بن
الخطاب ہم گز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا بفرہ کنند مرا نیز کراہت
می آید اگر تو را این کار موافق افتادہ و سلامت این سفر و اتنی می باشی زن
و فرزند خود را نیز با خویشتن در کشتی حمل میدہ قاصد حق عقیدت تو مرا مکشوف افتد
چوں معاویہ این پانچ بشنید فتح قبرص را تصمیم عزم داد و عبد اللہ بن
قیس را باگروہی

بفرمود کشتیبار در عہد فراہم آوردند و لشکر را و حبیبہ بداد و بازن و فرزند بعد آمد
دور و دور آنجا بود روز سیم بعد از نماز جمعہ کشتی در رفتند اما بعد اللہ بن قیس
کہ از ہمیش در آب رانده بود از کشتی بسال دریا بیرون شد تا گراز اراضی روم
خبری باز دانند زنی را نگریست کہ با در یوزگی روز گزارد اورا در می چند عطار
کہ وہاں زن برفت بمیان وہ مردم را آگہی برد کہ این مرد کہ باشکر در یامی نورد
و اینک بکن ربحر ایستادہ گروہی بشتاب تا ختن کردند عبد اللہ را مجال
بدست نشد کہ کشتی بگریزد اورا بگرفتند و بکشند۔

این خبر را بمسلمان بردند معاویہ بدان نگر بیت ہم چنان بازن
و فرزند و تمامت سپاہ بادولیت و بست کشتی و زورق طے طریق میکرد
تا گاہ بادی مخالفت جنبش کرد دریا مضطرب شد زور قہا و کشتیبار از
یکہ بگرد و رفتاد زن معاویہ تسخت ترسید و کیما می ملاح را بخواند
و گفت اسے کیما کشتی را نختی نگاہدار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

گیا۔ بخندیدہ گفت اسے زن دریا فرمان کس نبرد و جہنم خدائے را بدین
 کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ جز اول بر مصوری نہادن چاره نیست۔
 بالجملہ باد بايستاد و موج بنفشست و مسلماناں سلامت شدند و ایں
 ہنگام زورتی چند پدیدار شد۔ کہ فرما نگزار جزیرہ قبرص بقسطنطنیہ ہدیہ میفرستاد
 معاویہ فرمود تا جملہ را بگرفتند و در ایں زور قبہائیں کمان پر سی چہرہ و جامہ ہائے
 دیبا و نفائس اشیاء فراوان یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص درآمدند۔۔
 و بے توانی دست بہنہب و غارت گشودند و بسیار از قریہ ہا با و اینہارا
 بنیر پی سپردند و غلامان و کینزکان فراوان امیر گرفتند و اموال و ائصال از نفائس
 اشیاء بر ہم نہادند۔ و ایں جملہ را بکنار بحر آوردہ کشتیہا را بیاکنندند۔
 فرما نگزار جزیرہ را چنان ہول و ہراسی فرود گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در
 خاطرش عبور نہداشت یعنی کشیدہ و خدنگی گشتاد کس بنزدیک معاویہ فرستاد
 و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار دو سیت مینار
 زر میفرستد معاویہ مسئول اور را با جابت مقرون داشت و برای جملہ شیعہ
 داشت و مراجعت نمود چوں از دریا بیرون شد بفرمود تا غنائم را فراہم آوردند
 و طریقت و طیبہ ہر ہر ہم نہادند۔ کینزکان و غلامان را بحساب گرفتند۔ ازہ
 ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفصد تن دختران دو نمبرہ بود معاویہ خمس غنائم
 را بیرون کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوسے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر
 بخش نمود۔ (تاریخ التواریخ جلد ۲ ص ۱۲۹ تا ۱۴۱) و قائل سال ۱۳۱ ہجرت مطہرترین مدینہ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط
 تحریر کیا۔ کہ رومی کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح
 کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہیہانے

لی آؤزیر سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطِ ناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطا نہ مائیں۔ تو قبر میں جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مولیٰ سے پر ہیں۔ ان پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی بہ گز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے۔ اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کے پختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سنا۔ تو قبر میں کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبد اللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہوئے۔ ادھر عبد اللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر ہلکے ساحل پر نزل گیا تاکہ رومی ملاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر آتا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبد اللہ کو کوئی ہمت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے

لوگوں نے پڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ اچانک مخالفت ہو اچھل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے لاج کو بٹا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری طاقت جواب دے گئی ہے۔ لاج نے ہنس کر جواب دیا۔ اسے عورت ہو یا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالفت ہو ابند ہو گئی۔ اور جو میں ختم ہو گئیں مسلمان ان میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دیکھیں دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروائے قسطنطین کی طرف تسخیر جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کینزین، ایشی کی پے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف پلٹے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی اونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، ساز و سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آگئے۔ جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آگھیرا کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ طوار تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا کسی

شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لاداجائے۔ نوٹریوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو زوجہ ال اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کی تائید سنی مؤرخ ابن اثیر سے ملاحظہ فرمائیں

کامل ابن اثیر؛

ذِكْرُ فَتْحِ قَبْرِ صَّ كَانَ فَتْحَ قَبْرِ صَّ
عَلَى مَعَاوِيَةَ قَبِيلَ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَ
عِشْرِينَ وَقَبِيلَ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ، وَقَبِيلَ
إِسْمَاعِيلِيَّةِ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ لِأَنَّ أَهْلَهَا
عَدَدُوا عَلَى مَا نَذَرُوا. فَغَزَاهَا الْمُسْلِمُونَ وَ
لَقَا غَزَاهَا مَعَاوِيَةَ هَذِهِ السَّنَةَ غَزَاهَا مَعَهُ
جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَحَابِّةِ فِيهِمْ أَبُو ذَرٍّ وَعَبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَمَعْلَى زَوْجَتِكَ أُمَّ حَرَامٍ وَأَبُو الدَّرْدَاءِ -

(تاریخ ابن کمال ص ۹۵) تم دخلت سنة ثمان وعشرين

توجہ: قبرص کی فتح کا ذکر کہا گیا ہے جو امیر معاویہ کے ہاتھ پر فتح ہوئی یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی

گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۲۳ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی

کہ اہل قبرص نے دھوکا دیا۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں

کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی

تو ان مسلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر

عباد بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابوذر رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

اس بات پر بہت اصرار کیا کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں

نے اجازت زدی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں

اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا اور

اس لشکر کی سمیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ اور قبرصیوں نے لڑنے کی بجائے صلح صفائی

کو بہتر سمجھا۔ اور جزیرہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ ابن اثیر ذرا آگے

چل کر لکھتے ہیں۔ کہ اس غزوہ میں حضرت عبادہ کی زوجہ ام حرام فوت ہوئیں۔ کیزونگاپانی

سواز پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا کہ "ام حرام، اس جنگ میں شریک ہوں گی۔"

(۱۔ الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۲ ص ۹۶) تم دخلت فی سنة ثمان وعشرون

(۲۔ تاریخ التواریخ (ابن اثیر) جلد ۲ ص ۱۲۱) مطبوعہ تہران جدید

قاری من کلام! بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ کے بارے میں پیش گوئی موجود ہے

اس پیش گوئی کے بدرجہ اتم واکمل مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ لہذا زبانِ وحی سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کی فضیلت اور کیا ہوگی۔ پھر آپ نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ کہ جن کی وجہ سے لاتعداد افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جیسا کہ صاحب شواہد الحق علامہ یوسف نبہانی نے اسی کتاب کے ص ۵۲۰-۵۲۱ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور جن اظہار سے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ انہیں پڑھ کر ہر قاری کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

لَهُ حَسَنَاتٌ كَثِيرَةٌ لَا تَعَدُّ وَلَا تَحُدُّ مِنْ أَجْلِهَا
 جِهَادَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِمَّا بِنَفْسِهِ وَإِمَّا بِجَيْوشِهِ
 حَتَّى فَتِحَتْ بِلَادٌ كَثِيرَةٌ وَصَارَتْ دَارَ السَّلَامِ
 بَعْدَ أَنْ كَانَتْ دَارَ الْكُفْرِ وَالْإِسْطِيبَةِ دَخَلَ إِلَى
 الْإِسْلَامِ الْكُفْرُ وَالْأَكْثَرُ فِي كَثِيرَةٍ مِمَّنْ اسْلَمُوا
 عَلَى يَدِهِ وَبِجَيْشِهِ وَمِنْ ذُرَارِيهِمْ إِلَى
 يَوْمِ النِّيَامَةِ فَلَهُ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ أَجْمَعِينَ
 یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بکثرت خوبوں کے مالک تھے۔
 جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے ایک عظیم اور جلیل القدر خوبی
 اور فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ نے جہاد کیے۔ کچھ تو بذاتِ خود اور بعض
 اپنے لشکر سمیت جہاد کیے۔ جس کے نتیجے میں بہت سی علاقہ جات
 آپ نے فتح کیے۔ اور وہ اسلامی مرکز بنے۔ جبکہ اس سے قبل وہ کفر
 کے گڑھ تھے۔ اور آپ کے وسیلے سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش
 اسلام ہوئے۔ اور آپ کے دستِ اقدس پر اسلام لائے۔ اور
 آپ کے لشکریوں کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ پھر ان مسلمانوں کی

اولاد تا قیامت مسلمان رہے گی۔ اور ان تمام کی انفرادی نیکیوں کے برابر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو محمدؐ کی نیکیاں ملیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک مشہور غیر مقلد و حیدر زمان نے لکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی فضیلت و تعریف کے سلسلہ میں کوئی ایک صحیح حدیث نہیں آئی۔ ہم اگرچہ اس موضوع پر بہت سی روایات اور احادیث ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن چند ایک کا ذکر کرنا یہاں ہم نے ضروری سمجھا۔ تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: امیر معاویہؓ کی شان میں تاریخ اسلام: ایک روایت میں ہے: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور امیر معاویہؓ کو اپنے پیچھے

بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا۔ اے امیر معاویہؓ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا پیٹ اور سینہ آپ کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے جواب میں دعادی اللہم املأه علمًا یعنی اے اللہ اس کو علم سے بھر دے۔ تاریخ اسلام مصنفہ حافظ ذہبی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۱۹۔ اس کے علاوہ جب امیر معاویہؓ کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ تو جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کو لڑائی میں بہت زیادہ دکھ پہنچائے۔ بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں۔ کہ میں کافروں سے لڑوں۔ اور ان کو تہ تیغ کروں۔ اس کے جواب میں سرکارِ بقرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ضرور جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے صاحبزادے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہت

دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علیؑ کا سبب ۲۰۲ جلد اول

سے عزوات میں شرکت کی۔ اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے جبکہ دوسرے صحابہ کرام شکست کی وجہ آپ سے قدرے دور ہو گئے۔ اور یہی آپ کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے انہوں نے سخت ترین مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ان کے والد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق اور ان کا مقام صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اب چند روایات ایسی ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

فرمانِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)

الاستیعاب؛ وَ ذُمَّ مَعَاوِيَةَ عِنْدَ عُمَرَ يَوْمَ مَا قَالَ
دَعَوْتَا مَيْنَ ذَمِّ قُرَيْشٍ مَنْ يَضْعَكَ فِي الْغَضَبِ
وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا عَلَى الرِّضَا وَلَا يُؤْخَذُ مَا
فَوْقَ رَأْسِهِ إِلَّا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ۔

الاستیعاب جلد سوم ص ۳۹ بر حاشیہ اصابہ
فی تمیز الصعابہ حرم علو۔ (سواء قل)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی گئی۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ہمیں
اس قریشی نوجوان کی مذمت سے معذور سمجھو۔ اور تم خود بھی ایسے کی
مذمت مت کرو۔ جو غضب کی حالت میں بھی مسکراتا رہتا ہے۔ اور
جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ اس کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کیا
جاسکتا۔ (یعنی کوئی طاقت وراس پر غالب نہیں آسکتا) اور اس کے سر پر
رکھی چیز اس کے قدموں پر سر رکھے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (یعنی وہ

بہت بڑا قوی اور شجاع ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے لوگو! تم قیصر و کسریٰ کی اور ان کی سیاست و حکومت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد ملک شام کا انہیں گورنر مقرر کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات اور اس تعلق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کس قدر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں جس کو بھی گورنری وغیرہ کوئی اہم منصب دیا اس میں آپ بہت محتاط تھے۔ اور تقرری کے بعد نگاہِ تاراج کی نگرانی فرماتے۔ اگر کسی میں مطلوبہ قابلیت نہ پاتے۔ تو اسے فوراً معزول کر دیتے۔ ہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور اُدھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تادمِ آخر اس احتیاط و سخت پابندی کو دیکھتے ہیں۔ اور اُدھر یہ دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور تادمِ آخر اس منصب پر انہیں مقرر کیے رکھنا۔ اس سے صاف واضح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شخصیت پر مکمل اعتماد رہا۔ یہی اعتماد و دورِ عثمانی میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت عثمان اہم امور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شام کے ساتھ ساتھ اردن، فلسطین اور حبش وغیرہ کو بھی آپ کی گورنری کے ماتحت کر دیا تھا۔

فرمانِ علیؓ رضی اللہ عنہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں)

البدایة والنہایة:

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا أَمَانَةَ مَعَاوِيَةَ فَإِنَّكُمْ

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ۲۰۲ جلد اول

لَوْ فَقَدْتُمْ نَمُوَّةً - رَأَيْتُمْ لَرَوْسٌ تُنْدِرُ عَنَدَ
كُؤَاهِلِهَا كَأَنَّمَا الْحَنْظِلُ - (البداية والنهاية
جلد ۱ ص ۱۳۱ ہذہ ترجمہ معاویۃ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس
پلٹے تھے۔ تو فرمایا لوگو! تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و
گورزی کو بُرا مت جانو۔ دیکھو اگر تم نے انہیں کھو دیا۔ تو تم اپنے
سروں کو اپنے شانوں سے کٹ کٹ کر اس طرح گرتے دیکھو گے
جس طرح حنظل تمان کا پھل (پک کر اپنی میل سے) گرتا ہے۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم جمعین کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرام
بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہایت محترم سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک
ان کی قدر و منزلت بہت تھی۔ مثلاً ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کسی مسئلہ میں شکایت کی۔ تو آپ نے فوراً فرمایا

فران ابن عباس رضی اللہ عنہما

إِنَّهُ فِئْتُهُ وَفِي رَوَايَةٍ أَنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (الأصابة في تمييز الصحابة

جلد سوم ص ۴۲۲ حرف میم قسم اول)

ترجمہ: وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ وہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔

یعنی اے معترض اور شکایت کرنے والے! انہوں نے مسئلہ مذکورہ میں
جو کچھ فرمایا ہوگا۔ وہ اپنی فراست و فقاہت سے فرمایا ہوگا۔ اور وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں بدگمانی اور
شک و شکایت درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ کا شرف

دشمنان امیر معاویہ رحمہ کا علمی مماںبہ ۴۰۵ جلد اول
صمبیت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ وہ عظمت ہے۔ کہ کوئی دوسری عظمت اس کی
ہم پڑ نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما کے ایک آزاد کو وہ غلام نے جس کا نام کریب تھا۔ آپ سے
شکایت کی۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کی بجائے صرف
ایک رکعت پڑھی ہے۔ انہوں نے یہ کیا کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
نے اس پر فرمایا۔

أَصَابَ آتَى بِنِي لَيْسَ أَحَدٌ مِنَّا أَعْلَمُ مِنْ مَعَاوِيَةَ

(بیہقی جلد سوم ص ۲۶ باب الوتر)

ترجمہ: بیٹے! انہوں نے جو کیا وہ درست کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والا ہم میں کوئی بھی نہیں ہے۔

قرآن و حدیث اور اسلامی احکام میں اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی آپ سن چکے
جن کے بارے میں ابن عباس ایسا نظریہ رکھتے ہوں۔ وہ کس مرتبہ و مقام کا آدمی ہوگا۔
شرعی احکام میں تفقہ کے ساتھ ساتھ امور مملکت اور سیاست میں جو سمجھ بوجھ آپ
کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی اس کے ان الفاظ
سے قائل ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَقَّ لِلْمَلِكِ مِنْ مَعَاوِيَةَ - لِلْبِدَايَةِ

والنہایہ جلد ۱ ص ۱۳۵ ترجمہ معاویہ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امور مملکت کو زیادہ
جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

البدایۃ والنہایۃ کے مذکور مقام میں حافظ ابن کثیر نے دیگر صحابہ کرام کے تعریفی و توصیفی کلمات ذکر کیے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہما کو جب حضرت عمر بن خطاب نے عرص کی گورزی سے معزول کر دیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی جگہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی تعزری پر ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ اس پر معزول ہونے والے گورز نے ان لوگوں سے کہہ دیا:

فرمان عمر بن سعد رضی اللہ عنہما:

لَا تَذْكُرُوا مَعَاوِيَةَ إِلَّا بِعَيْبٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
أَهْدِيهِ-

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ صرف خوبصورت اور تعریفی الفاظ سے ہی کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں یہ سن رکھا ہے۔ اسے اللہ! اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی اور کو میں نے حکومت کے لائق نہ پایا۔

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا کہنا کرتے تھے۔

فرمان سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا ابْعَدَ عَثْمَانَ أَقْضَى بِحَقِّهِ مِنْ
صَاحِبِ هَذَا الْبَابِ يَعْنِي مَعَاوِيَةَ (البدایۃ والنہایۃ)

جلد ۱ ص ۱۳۳ ترجمہ امیر معاویہ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بعد میں نے کسی اور کو امیر معاویہ

رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

۴۔ حضرت قبیبہ بن جابر فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْظَمَ حِلْمًا، وَلَا أَكْثَرَ سَوْدًا
وَلَا أَبْعَدَ آفَاةً وَلَا أَلْيَنَ مَخْرِجًا وَلَا أَرْحَبُ
بَاعًا بِالْمَعْرُوفِ عَنِ مَعَاوِيَةَ.

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحبِ علم، عظیم
سیاست دان و سیاست کار، اعلیٰ و قار کا حامل، نہایت نرم دل
اور نیک کاموں میں انتہائی فراخ دل کسی کو نہ دیکھا۔

نوٹ:

یہ سب روایات البدایۃ والنبایۃ جلد ۵ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ پر درج

ہیں۔

ان چند روایات سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کا اپنے ہم عصر حضرات صحابہ کرام میں کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اور جلیل القدر صحابہ کرام کی ان
کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اب ہم چند روایات ایسی پیش کرتے ہیں۔ جن میں
حضرات تابعین کرام کے نزدیک ان کی اہمیت و حیثیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تابعین کی نظر میں:

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایسے مرتجاں مرنج غلیفہ تھے کہ آپ نے
اپنے دور خلافت میں کوڑوں کی سزا کسی کو نہ دی۔ مگر ایک ایسا شخص اس
سزا سے بچ سکا۔ جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں
کچھ غلط باتیں کیں۔ بلکہ الزام تراشی کی۔ آپ نے اس کے بارے میں

کوڑے لگائے جانے کا حکم صادر فرمایا -

(الاستیعاب جلد سوم ص ۲۰۳ بر حاشیہ الاصابة
حرف میم قسم اول)

۲۔ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: ”میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جس نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا۔ تو اس نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا ہو۔“

(البدایة و النہایة جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

۳۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل و بہتر کون ہے؟ سائل کا یہ سوال سن کر آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمانے لگے۔ تم دونوں میں افضل کے بارے میں پوچھتے ہو؟ بخدا! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناک میں بلانے والی وہ مٹی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔ وہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(البدایة و النہایة جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹)

یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ سائل نے چون کہ ایک طرف، ایک صحابی اور دوسری طرف، ایک جلیل القدر تابعی کو رکھا۔ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں مختلف قسم کی پھمکیاں موجود تھیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی

عظمت اور جلالتِ شانِ امت میں مسلم تھی۔ لیکن اس کے باوجود مقامِ صحابیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو سائل پر غصہ آگیا۔ جس سے صاف عیاں کہ ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ ۴۔ ایسا ہی سوال ایک دفعہ معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا تھا۔ انہوں نے بھی اس پر غصہ کھایا۔ اور فرمانے لگے۔

ایک تابعی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ وہ کیونکر ایک صحابی کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ان کی ہمیشہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی وحی کی کتابت فرمائی۔ اور اس طرح اس کی حفاظت کی۔ لہذا ان کے مقام و مرتبہ کو کوئی تابعی کیسے پاسکتا ہے؟ اور پھر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھ سنائی۔ دو جس نے میرے صحابہ اور قرابت والوں کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو،،۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹ نمبر ۱۳۹ ترجمہ معاویہ)

۵۔ جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ زیادہ صاحبِ علم کون ہے آپ یا حضرت معاویہؓ؟ آپ چونکہ لوگوں میں انتہائی بردبار مشہور تھے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم! تم سے بڑا جاہل کوئی نہ دیکھا۔ میں بردباری کرتا ہوں جبکہ میں اس خلافت کی قدرت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بردباری اس عالم میں ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کے خلافت کی قدرت رکھتے ہوئے ایسے کرتے ہیں اس لیے میں، ان کی بردباری کو کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ اور میں ان کی اس وصف میں برابری کیسے کر سکتا ہوں؟

(تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۸۷)

قارئین کرام! ان تمام احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم وحید الزمان غیر مقلد و غیرہ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں یہی نتیجہ ملتا ہے۔ کہ عقل کے ان اندھوں کی آنکھیں بھی ماری گئیں۔ عداوت و بغض معاویہ کی وجہ سے نہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا ارشاد نظر آتا ہے۔ نہ حضرات صحابہ کرام کا اور نہ ہی تابعین حضرات کا کہ جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن بیان ہوئے ہیں۔ اور اگر کہیں بھولے سے نظر پڑ جاتی ہے۔ یا کوئی دکھا دیتا ہے۔ تو پھر اس کی لالینی تاویلات اور دو راز کار تشریحات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یوں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا ارتکاب کر کے اللہ اور ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی۔ اور آخرت برباد کر لی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اس کے بعد وحید الزمان نے جو یہ لکھا۔ کہ ان کا باپ ابو سفیان ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ یہ دونوں باپ بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

کاش کہ وحید الزمان اہل حدیث حسد و بغض کی عینک اتار کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نظر انصاف ڈالتا تو ان گستاخانِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیا گزرا نہ ہوتا۔ کیونکہ شیعہ مؤرخین نے جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سیرت کو حق پایا تو پھر مسلم کو روک نہ سکے۔ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوبیس گھنٹوں کے معمولات من و عن نقل کیے۔ جیسے کہ حقیقت میں تھے۔ اب دو عدد شیعہ مؤرخین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شبِ سرور کے نیک اعمال کی تصدیق ایک شیعہ مؤرخ کے قلم سے

أَنَّهُ كَانَ يَأْذُنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ إِذَا صَنَعَ
 الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاضِ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْ قِصَصِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ
 بُيُوتَهُ بِمَصْحُوفِهِ فَيَقْرَأُ آخِرَاءَهُ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَيَأْمُرُ وَيَنْهَى ثُمَّ يَصَلِّي أَرْبَعَةَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الْمَجْلِسِ
 فَيَأْذُنُ الْخَاصَّةَ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَ
 يَدْخُلُ عَلَيْهِ وَرَاءَهُ فَكَلِمُونَهُ فِيمَا يُرِيدُونَ مِنْ
 يَوْمِهِمْ إِلَى الْعِيَةِ ثُمَّ يُؤْتَى بِالغَدَاةِ الْأَصْفَرِ وَهُوَ
 فَضْلَةٌ عَشَائِهِ مِنْ جَدِي بَارِدٍ أَوْ فَرَجٍ وَمَا يُشْبِهُهُ
 ثُمَّ يَتَحَدَّثُ طَوِيلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ لَمَّا آرَادَ ثُمَّ
 يَخْرُجُ فَيَقُولُ يَا غُلَامُ أَخْرِجِ الْكُرْسِيَّ فَيَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ
 فَيُوضِعُ فَيَسْنُدُ ظَهْرَهُ إِلَى الْمُقْصُورَةِ وَيَجْلِسُ عَلَى
 الْكُرْسِيِّ وَيَقُومُ الْأَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ إِلَيْهِ الضَّعِيفُ وَ
 وَالْأَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرَاثُ وَمَنْ لَا أَحَدَ لَهُ فَيَقُولُ عِيَهُ
 وَيَقُولُ عِدِّي عَلَى فَيَقُولُ أَيْعَثُوا مَعَهُ وَيَقُولُ صُنِعُوا فَيَقُولُ
 أَنْظَرُوا فِي أَمْرِهِ حَتَّى إِذَا الْمَرْبِيقُ أَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى
 التَّسْرِيرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتَدْنُوا لِلنَّاسِ عَلَى قَدْرِ مَنَازِلِهِمْ
 وَلَا تَشْغَلُنِي أَحَدٌ عَنْ تَرَدِّدِ السَّلَامِ فَيُقَالُ كَيْفَ أَصَبَ
 أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَطَالَ اللَّهُ بِقَائِهِ فَيَقُولُ بِنِعْمَةٍ مِنْ
 اللَّهِ فَإِذَا اسْتَوَوْا جَلُوسًا قَالَ يَا هَؤُلَاءِ إِنَّمَا مَمِيئَتُهُ
 أَشْرَافًا لِأَنَّكُمْ تَشْرَفْتُمْ مِنْ دُونِكُمْ بِهَذَا الْمَجْلِسِ أَوْ قَعُوا إِلَيْهَا
 حَوَائِجٌ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْهَا فَيَقُولُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ اسْتَشْهِدْ

فَلَا يُقُولُ أَفَرَضُوا الْوَلَدَ وَيَقُولُ أَخْرُغَابَ فَلَا تُعْنِ أَهْلَهُ
 فَيَقُولُ تَعَاهِدُوهُمْ وَأَعْطُوهُمْ أَفَضُوا حَوَائِجَهُمْ أَخْدِمُوهُمْ
 ثُمَّ يُؤْتِي بِالْعُدَاءِ وَيَحْضُرُ الْكَاتِبَ فَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَ
 يَقْدُمُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَهُ اجْلِسْ عَلَى الْمَائِدَةِ فَيَجْلِسُ
 يَمْدُ يَدَهُ فَيَأْكُلُ لِقْمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَالْكَاتِبُ يَقْرَأُ الْكِتَابَ
 فَيَأْمُرُ فِيهِ بِأَمْرِهِ فَيَقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ اعْتَبْ فَيَقُومُ وَيَتَقَدَّمُ
 أَحْرَحَتِي يَأْتِي عَلَى أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ كُلِّهِمْ وَرَبَّمَا قَدِمَ
 عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ أَرْبَعُونَ أَوْ نَحْوَهُمْ عَلَى قَدْرِ
 الْعُدَاءِ وَيَقَالُ لِلنَّاسِ احْبِزُوا وَقِيْتَصِرْفُونَ فَيَدْخُلُ مَنْزِلَهُ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يَبْنَادِي بِالظَّهْرِ فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّي
 ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَأْذِنُ الْخَاصَّةَ
 الْخَاصَّةَ فَإِذَا كَانَ الْوَقْتُ وَقَدْ شَتَاءَ تَأْمُرُ بِزِيَارَةِ الْحَاجِّ
 مِنَ الْأَخْيَصَةِ الْيَابِسَةِ وَالْخَشْكَنَانِ وَالْأَقْرَامِ
 الْمَعْجُونَةِ بِاللَّبَنِ وَالشُّكْرِ وَدَقِيقِ التَّمِيدِ وَالْكَمَكِ
 الْمُسَمَّنِ وَالْفَنَوَاكِهِ الْيَابِسَةِ وَالذَّنْجُورِ وَإِنْ كَانَ وَقْتُ
 صَيْفٍ آتَا مَعِيَ الْفَنَوَاكِيهِ الرُّصْبَةَ وَيَدْخُلُ إِلَيْهِ وَنَرَاهُ
 فَيُؤَامِرُ قَنَةَ فَيَمَّا أَحْتَا جُؤَا إِلَيْهِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَيَجْلِسُ
 إِلَى الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي الْآخِرِ أَوْ قَاتِ الْعَصْرِ
 خَرَجَ وَجَلَسَ عَلَى سَرِيرِهِ وَيُؤْذِنُ لِلنَّاسِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ
 فَيُوتِي بِالْعَشَاءِ فَيَقْرَأُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَبْنَادِي بِالنَّغْرِ

فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّيُهَا ثُمَّ يُصَلِّيُ بَعْدَهَا رُبَّ رَكَعَاتٍ يَقْرَأُ
 فِي كُلِّ رَكَعَةٍ ثَمْسِينَ آيَةً تَجْهَرُ نَارَةً وَيَخَافُ تُخْرِي ثُمَّ
 يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ فَلَا يَطْمَعُ فِيهِ طَامِعٌ حَتَّى يِنَادِيَ بِالْعِشَاءِ
 الْآخِرَةِ فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّيُ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْخَاصَّةِ وَالْخَاصَّةُ
 الْخَاصَّةُ وَالْوَزْرَاءُ وَالْحَاشِيَةُ فَيَوْمَ امْرَأَةُ الْوَزْرَاءِ
 فِيمَا أَرَادُوا صَدْرًا مِنْ لَيْلَتِهِمْ وَيَسْمُرُ إِلَى ثَلَاثِ
 اللَّيْلِ فِي أَخْبَارِ الْعَرَبِ وَأَيَّامِهَا وَالْعَجَبِ وَمُلُوكِهَا
 وَسِيَاسَتِهَا لِرِعِيَّتِهَا وَسِيرِ مُلُوكِ الْأُمَمِ وَخُرُوبِهَا
 وَمَكَائِدِهَا وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ أَخْبَارِ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ
 ثُمَّ تَأْتِيهِ الظُّرُفُ الْغُرَبِيَّةُ مِنْ عِنْدِ نِسَائِهِ مِنَ الْخَلْوَى
 وَغَيْرِهَا مِنَ الْمَاكِلِ الْتَطِيفَةِ ثُمَّ يَدْخُرُ فَيَنَامُ ثَلَاثَ
 اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْعُدُ فَيُحْضِرُ الدَّقَاتِرَ فِيهَا سِيرَ
 الْمُلُوكِ وَأَخْبَارِهَا وَالْحُرُوبِ وَالْمَكَائِدِ يَقْرَأُ
 ذَلِكَ عَلَيْهِ غُلْمَانٌ لَهُ مَرْتَبُونَ وَقَدْ وَكَلُوا
 بِحِفْظِهَا وَقَرَأَتِهَا فَتَمُرُّ بِسَمْعِهِ كُلُّ لَيْلَةٍ
 جَمَلٌ مِنَ الْأَخْبَارِ وَالسِّيَرِ وَالْأَشَارِ وَ
 أَنْوَاعِ السِّيَاسِيَّاتِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ
 الصُّبْحَ ثُمَّ يَمُودُ فَيَفْعَلُ مَا وَصَفْنَا فِي
 كُلِّ يَوْمٍ .

مروغ الذمب و اجدد من اخلاق معاويه وعادته

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا۔ کہ آپ جو بیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن ملاقات دیتے۔ نماز صبح ادا کرنے کے بعد قعدہ گوئے قعدہ جات سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگو کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور ام وہی کرتے۔ پھر چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلس خانہ میں تشریف لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی اگر کچھ سنتے سنا تے۔ آپ کے وزرا و بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اس کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء بکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لیے لائی جاتیں۔ بس میں بکری یا سی پرند یا سی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا۔ بس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر نادیر گفتگو جاری رہتی پھر جیب دل چاہا۔ گھر تشریف لے جاتے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی لانے کا کہتے مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے اس پاس محافظوں کی حوائی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے بہار لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا۔ آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر غور کرنے کا فرماتے۔ جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں روکاوٹ نہ بنے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المؤمنین نے صبح

کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر و راز فرمائے۔ جو اباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں صبح کی۔ جب سب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔ فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرمادیتے۔ دوسرا کہتا۔ فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت کا کہتے۔ حاجات کی براری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔ کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اُسے فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین لقمے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اُسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے۔ بعض دفعہ ان اکاد کا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھایا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آجاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہ ادا فرماتے۔ پھر در مجلس تضاء، برپا ہوتی۔ خاص انخاص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، جھکنانج، دودھ شکر میں بھگوئی، موٹی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں تریبوسے اور پھل لائے جاتے اس دوران وزراء آتے۔ اور باقی ماہ دن کے بارے میں احکامات وصول کرتے۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے۔ اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔
 عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلتے نشست گاہ پر جلوہ فروز ہوتے۔
 حسبِ حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ اذانِ
 مغرب تک مجلس قائم رہتی۔ لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بلایا
 جاتا۔ کھانے کے بعد اذانِ مغرب ہوئی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت
 نفلِ داوا بین ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر
 تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے۔ رات کبھی بند اور کبھی آہستہ
 فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا
 باقی نہ رہتا۔ اذانِ صبح ہوئی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد
 غاس اور غاسِ انیس لوگوں۔ درماہ اور بارہوں کو بلایا جاتا۔ یہ
 لوگ رات کی تہائی صبح تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے
 تیسرے پہر عرب و بحر کے بادشاہوں۔ ان کی ملکی سیاست پہلے
 بادشاہوں کے احوال۔ ان کی نہیں۔ ان کا۔ مایہ سے سلوک اور دیگر
 داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی دروازے کے سامنے سے ملکی
 اور مہتممی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔
 ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لانے جاتے۔
 جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کاغذ سے
 پڑھ کر سناٹے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار
 تھے۔ یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ۔ ان کی جنگی
 تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنا یا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز
 فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزہ و زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام :-

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی داد رسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور ملکیت سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خون خدا سے ستارا اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اللہم علمہ الكتاب، گویا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان کا قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ "دع فانه فقيه"، چھوڑو وہ قرآن و حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت ابن ابی رزین رضی اللہ عنہ کو امت کا بہت بڑا مجتہد و فقیر ہے، اس کی فتاہمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فتاہمت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیوخ حضرات سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ جس مرد کمال کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو علم کتاب، کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی دو معافی، طلب کی دو کتاب وحی، ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے "فقیرہ"

کاتب مطافزایا۔ پھر شیوہ مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی۔
ایسی شخصیت کے بارے میں لمن لمن کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبارات کو غور سے
اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور توجہ
کا معطر درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کی لعنت سے
پھٹکارا حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ناسخ التواریخ :

نہشتین بامدادان کو نماز صبح می گذاشت گوش فرمیداشت و اخبار و احوال
ممالک را منغامی نمود آنگاہ نعتی از کتاب خدای قرأت می کرد و زمانی
بامروہی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب می گذاشت
و در مجلس خاص می نشست و خامان حضرت را حاضر می ساخت و با ایشان
گوناگون سخن می کرد و ہم در این وقت پیش کاراں درگاہ و وزرای کاراگاہ
حاضر می شدند و اصل و عقد مملکت آنچه در آن روز باید فیصل داد و بعضی
میرسانیدند و خط حواز گرفته مراجعت می کردند آن ہنگام۔ بجای لقمۃ الصبح
از فضول اغذیہ شبانہ طینغ بزغالہ و مرغ کباب کردہ و امثال آن حاضر
می ساختند و باکل آن اشیا می پرداخت و فراوان از ثغور ممالک و
احادیث بلاد قصد می کرد۔

و از پس آن بسرای خویش در میرفت و بکار ہائی درونی می پرداخت
آنگاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرماں می داد کہ کرسی مرا بجانب مسجد
حمل میدہ پس کرسی او را بجانب مسجد می بردند و در مقصورہ مسجد جای می دادند
و مویزاند مسجد بر فراد کرسی می نشست و جارسان و عوانان در برابر او صف زدہ
بر پای ایستادہ می شدند و او را در این مجلس حاجبی و در بانئی نبود مردم

مسکین و ضعیف و اعرابی و زنان و طفلان و غریبان و بیگناں حاضر می
شدند ہر کرا حاجتی بود و بیجا جزئی بعرض میرسانید آن کس کہ می گفت منظر
فرمان می کرد کہ نفس کنید کس باتفاق اوروال کنید تا ظالم را حاضر کند بیگونہ
یک یک را پریش می کرد و حاجت رومی ساخت۔

آن گاہ داخل می شد بدارالامارہ و بر سر پر خولش می نشست و مردم را میگفت
یک یک مرا سلام بدهید و بجواب سلام مہمل و مشغول مگزارید پس آن گاہ کہ بہنگان
حاضر می شدند بیکتق سخن می کرد و می گفت کہین اصبح امیر المؤمنین و مطویہ در پاسخ می
گفت بنعمتہ من افتد آن گاہ ہر کس باندازہ منزلت و مکانت بجای خولش
می نشست پس معاویہ روی بایشان می آورد و می گفت شما در شمار اشرافید
زیرا کہ شمارا بدخول این مجلس تشریف کردہ اند از بہر آنکہ حاجت آنان را کہ
بدین مجلس راہ ندارند بعرض رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر
حاجت مندی سخن می کرد و از مطویہ پاسخ می گرفت بدین گونہ مطالب و آواز
مردم را اصغای نمود تا سخن بجای میرفت۔

آن گاہ فرمان می کرد تا خورش و خورونی حاضر می ساختند و مانده می نہادند
و کتاب را می فرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف
حاجت بعد از متاثر تیر مری بود و در می آوردند مردی را فرمان می کرد کہ بر سر
ماندہ بنشین و با کل طعام مشغول باش آن مرد می نشست با کل طعام می
پرداخت و کاتب منشور او را قراعت می کرد و مطالب او را عرض میداشت
و پاسخ می گرفت چون امر او بانجام میرسید او را خطاب می کردند کہ واپس
نشین و دیگری بجای او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدینگونہ
چندایکماندہ در مجلس بود و مطویہ کارا کل و شرب می کرد چہل کس را پیش

و کم حاجت رومی ساخت۔

آنکھ مردم را رخصت انصاف میداد و خود بسرای خویش در می رفت و
 ہیچکس را قدرت اظهار حاجت نبود چون بانگ نظر بر میخواست حاضر
 مسید می شد و نماز می گذاشت و بی توانی باز سرای می شد و چهار رکعت نماز
 مستحب می گذاشت و می نشست و خاصاں خویش را طلب می کرد اگر
 زمستان بود با شیار گرم و خشک مانند بالونج و فواک خشک و نان شیر و
 شکر و اجنبه (۱) یا بس و امثال آن ایشان را دعوت می کرد و اگر تابستان
 بود فواک رطبه و میوه ہائی بارہ مافر می ساخت و دیگر با و در حاضر می شدند
 و امور می کرد آن روز واجب بود بعرض میرسانیدند و فیصل میدادند۔

این وقت ہنگام نماز عصر فرامی رسید پس بر میخواست و نماز عصر می گذاشت
 و بسرای خویش در می رفت و ہیچکس را قدرت سخن نبود تا نزدیک بنماز
 مغرب پس بیرون می شد و بر سر رخویش می نشست و ہر کس را با اندازه
 مقدار ادا زن جلوس میداد و غذای عشا طلب می کرد و مشغول باکل و شرب
 بود تا گاہ نماز مغرب فرامی رسید و مردمان حاضر بودند و ہیچکس را نیروی
 اظهار حاجتی و مطلبی نبود پس نماز مغرب می گذاشت و ادیس آن ادای چہار
 رکعت نماز مستحب می نمود و در ہر رکعتی پنجاہ آیت بجمہر یا باخفات تلاوت
 می کرد و دیگر بارہ بسرای در می رفت و ہنگام نماز عشا بیرون می شد و نماز
 می گذاشت۔

و این وقت دیرگان در گاہ و نزدیکان حضرت و وزرای بزرگ را طلب می
 فرمود و احکام آن شب را تا بروز بلاغ میداد آن گاہ بتذکرہ تواریخ میرداشت
 و یک شلٹ شب را اصغای اخبار عرب و ایام ایشان و قصہای بجم و طوک

ایشان و مکائد ایشاں را در جنگها و سیاست ایشاں را در منظم می نمود پس از سرای درونی نسواں او طبقبهای حلوا و خوردنیهای لطیف بیرون میفرستادند تا خود می خورد و با اہل مجلس می خوراند آنگاہ بوشاق خوب در می رفت و یک ثلث شب می نخفت پس بر میخاست و چند تن از غلامان خود را فرمان کرده بود کہ از اخبار ہمیشینیان و طوک پیشین زمان و تدبیر ایشاں در کار ملک و مملکت از بر کرده بودند پس ایشاں را طلب می کرد تا آن حکایت را از بر قرائت می کردند تا گاہی کہ سفیدہ صبح بر میدید پس بر می خاست و نماز با مداوان می گذاشت و عادات روز گذشتہ را عادت می کرد۔

دناسخ التواریخ جلد اول ص ۱۰۳ تا ۲۰۴ زندگانی امام حسن رضی اللہ عنہ ذکر رکعت معاویہ بن ابی سفیان مصنف لسان الملک مرزا محمد تقی مطبوعہ ایران) ترجمہ: نماز صبح ادا کرنے کے بعد سب سے پہلا جو کام کرتے وہ یہ کہ مختلف ممالک کے حالات و واقعات سنتے۔ پھر کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ اور پھر کچھ وقت امور حکومت میں بسر فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت مستحب (نماز چاشت) ادا فرماتے۔ اور خاص مجلس میں تشریف لاتے۔ اور خاص خاص لوگوں کو بلواتے۔ ان سے طرح طرح کی گفتگو فرماتے۔ اسی وقت میں حکومت کے وزراء اور اہل کار بھی حاضر ہوتے کہ جن کے سپرد امور مملکت ہوتے۔ اور جو کچھ اس دن کرنا ہوتا اس کے احکام صادر فرماتے۔ اور اجازت نامہ حاصل کر کے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی ہوئی خوراک مثلاً بھنا ہوا بجری کا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ لائے جاتے۔ انہیں آپ تناول فرماتے۔ اور مختلف ممالک

کے قلعہ جات اور ان کی آبادیوں کے واقعات قصہ جات بیان کرتے
اس کے بعد آپ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے جاتے اور
کھربلو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دیتے۔ اور فرماتے کہ میرا
کرسی اٹھاؤ۔ اور مسجد کی طرف لے چلو۔ وہ آپ کی کرسی مسجد کی جانب لے
جاتا۔ اور مسجد کی ایک اونچی جگہ پر جا کر رکھ دیتا۔ اور حضرت امیر معاویہ مسجد میں
اس کرسی پر بیٹھتے۔ اور چوکیدار و دیگر معاومین آپ کے بالکل سامنے
قطاریں باندھے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کا اس مجلس میں نہ تو کوئی دربان
تھا اور نہ ہی کوئی پہرہ دار، غریب، مسکین، ضعیف، دیہاتی، عورتیں
بچے اور بے کس لوگ حاضر ہوتے۔ جس کی جو مشکل ہوتی۔ وہ بغیر کسی سواکھٹ
کے عرض کرتا۔ جو کہتا کہ میں مظلوم ہوں۔ اس کے بارے میں حکم دیا جاتا۔
کہ اس کی تحقیق و تفتیش کرو۔ اور کسی کو اس کے اتفاق سے اس شخص کے
لانے کے لیے بھیجا جاتا۔ جس نے اس پر ظلم کیا ہوتا۔ اس طرح آپ ایک
ایک آنے والے کا مسئلہ پوچھتے۔ اور اس کی پریشانی کو دور فرماتے۔
پھر آپ ”دارالامارۃ، تشریف لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز
ہوتے۔ اور لوگوں کو ارشاد فرماتے۔ کہ ایک ایک کر کے مجھے سلام کرنے
نہ آئے۔ اور اس طرح سلام کے جواب دینے میں مجھے دوسرے اہم
کاموں سے مشغول نہ کرو۔ پھر جب سب آنے والے آجاتے تو
ان میں سے ایک سلسلہ کلام یوں شروع کرنا۔ کہ اے امیر المؤمنین! آپ
نے صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں فرماتے
”اللہ تعالیٰ کی نعمت میں“ پھر برائے والا اپنے اپنے مقام و مرتبہ
کے مطابق نشہ نگاہ پر بیٹھ جاتا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور فرماتے۔ دیکھو! تمہارا شمار معززین و اشراف میں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تمہیں اس مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ اور یہ اس لیے کہ تم یہاں اگر ان لوگوں کی حاجات و مشکلات مجھ تک پہنچاؤ جو یہاں نہیں آسکتے۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوتا۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرتا۔ اور آخر میں حضرت امیر معاویہ سے اس کی حاجت برآری کا پروا نہ لیتا۔ اس طریقہ سے آپ اپنی رعایا کی مشکلات اور ضروریات سنتے۔ تاکہ بات مکمل ہو جاتی۔

پھر حکم دیتے کہ کھانا وغیرہ لایا جائے۔ اور دسترخوان بچھانے کا حکم دیتے۔ اور اپنے تمام منشیوں کو فرماتے۔ کہ وہ آپ کے بالکل قریب کھڑے ہو جائیں۔ اور ان لوگوں کے بارے میں احکامات لکھیں۔ جنہیں عوام کی ضروریات پورا کرنی ہیں۔ ایک شخص کو حکم دیتے۔ کہ دسترخوان پر بیٹھ جائے۔ اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جائے۔ وہ بیٹھ جاتا اور کھانا کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ اور منشی حکمنامہ پڑھ کر سنا تا۔ اور اس کی گزارشات پیش کرتا۔ اور پھر آپ سے اس بارے میں کوئی حکم وصول کرتا۔ جب اس کا معاملہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کو ارشاد فرماتے۔ کہ جاؤ واپس چلے جاؤ۔ اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھالیتے۔ اور منشی اس کی گزارشات لکھنے لگتا۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا تناول فرمانے کے دوران تقریباً چالیس حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے۔

اس کے بعد آپ لوگوں کو واپس چلے جانے کی اجازت دیتے اور خود اپنے دولت گدہ میں تشریف لے آتے۔ اب کسی کو بھی اپنی

مجبوری یا ضرورت پیش کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔
 آپ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور نماز ادا کرتے۔ اور فرید ظہر سے بغیر آپ
 واپس گھر تشریف لا کر چار رکعت مستحب ادا فرماتے۔ اور بیٹھ جاتے۔ اور
 اپنے خاں اومیوں کو بلواتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیا اور خشک
 میوہ جات مثلاً خشک بھیل، شیر و شکر کی روٹی، حلوا خشک اور ان جیسی دیگر اشیا
 کے ساتھ حاضرین کی دعوت فرماتے۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو ترمیوہ جات
 اور ٹھنڈے مشروبات حاضر ہوتے۔ اس کے بعد وزراء کو بلوایا جاتا۔ اور
 جو کام اس دن کے ضروری ہوتے وہ فیصلہ کر کے ان کے احکام ان وزراء
 کے سپرد کیے جاتے۔

اس دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ آپ اٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ اور
 اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے آتے۔ نماز مغرب تک اب کسی کو
 گھنٹا کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ نماز مغرب کے قریب آپ باہر تشریف
 لاتے۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہو جاتے۔ اور پھر شخص کو اس کے
 مقام و مرتبہ کے مطابق بیٹھنے کی اجازت ملتی۔ رات کا کھانا منگوایا جاتا۔
 اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتے۔ اب نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔
 لوگ حاضر ہوتے۔ اور کسی کو بھی اپنی ضرورت و حاجت کے بیان کرنے
 کی طاقت نہ ہوتی۔ پھر نماز مغرب ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار رکعت
 مستحب ادا فرماتے۔ اور ہر رکعت میں پچاس آیتیں بلند آواز سے تلاوت
 فرماتے۔ یا اہستہ پڑھتے۔ اب دوبارہ دولت خاں میں تشریف لے جاتے۔ اور نماز
 عشاء کے وقت باہر تشریف لاتے۔ اور نماز ادا فرماتے۔

اس وقت آپ دربار کے مخصوص افراد اور اپنے نزدیک لوگوں اور اہم

وزیروں کو بجاتے۔ اور اس بات کے صبح تک کے احکامات صادر فرماتے۔ پھر آپ تواریخ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ عرب لوگوں کے واقعات اور ان کے حالات، عجم کے رہنے والوں کے قصہ بات اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔ ان کے جنگوں میں مختلف داؤدیں اور ان کی سیاست کو وہ اپنی رعایا کو کس طرح نظم و ضبط سے رکھتے تھے۔ ان باتوں کے سننے میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد دولت کرہ کے اندر سے آپ کی گھر پر مستورات ملوہ کے تھال اور دوسری عمدہ خوردنی اشیاء باہر بھجوتیں۔ تاکہ خود بھی آپ تناول فرمائیں اور دیگر اہل مجلس کو بھی کھلائیں۔ پھر آپ سونے کی تیاری فرماتے۔ اور رات کا ایک تہائی حصہ آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ اور اپنے چند غلاموں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ گورنرے ہوئے بادشاہوں، ان کی حکومتی تدابیر اور ان کے حالات زندگی یاد کر رکھا کریں۔ اب انہیں طلب فرماتے۔ تاکہ وہ اگر مذکورہ باتیں آپ کو سنائیں۔ یہ سلسلہ صبح صادق تک چلتا۔ پھر آپ اٹھتے اور نماز صبح ادا فرماتے۔ اور پھر آج کے دن کی مصروفیات اسی طرح پوری کرتے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قارئین کرام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ وہ سیرت ہے کہ جس کو ہر منصف آدمی دیکھ کر بلا تامل کہہ اٹھے گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجے کے عابد اور عادل حاکم تھے۔ اور وہ اس حدیث کے مصداق تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں عادل حاکم کو اللہ تعالیٰ عرض کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال شریف کے وقت وصیت کی۔ کہ میرے پاس سرکارا بدھن صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن شریف ہیں۔ ان کو میری آنکھوں پر رکھ کر دفن کر دینا۔ اس کا حوالہ

نبی پاک علیہ السلام سے ابوسفیان کی عداوت کے الزام کی تردید

حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کا یہ مسئلہ انتہائی جہالت بھرا الزام ہے۔

احادیث میں صاف صاف موجود ہے کہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اور خود احادیث میں موجود ہے کہ حضرت ابوسفیان کو دور کفر میں جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ آپ کے ساتھ نہیں جھگڑا ہو گا۔ اسی لیے محدثین کرام نے مناقب ابوسفیان پر مستقل باب باندھے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کے مناقب کے متعلق المستدرک حاکم نے حضرت ابوسفیان کے مناقب میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کی چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن ان احادیث کے نقل کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ابتدائی دور بلا شک اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت میں گزرا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت ایمان و اسلام عطا فرمائی۔ تو پھر آپ ایمان میں دیگر صحابہ کرام کی طرح بڑے پتے اور مضبوط تھے۔ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آخر میں ہم ایک ایسے شخص کی زبانی جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل نقل کر رہے ہیں جس میں کچھ تشبیح موجود ہے۔ ہماری مراد صاحب مستدرک امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ الحاکم نیشاپوری۔ "میزان المکتب" میں ہم نے ان میں تشبیح کے موجود ہونے کو کتب اسماء الرجال اور دیگر معتبر کتابوں سے بحوالہ ثبات کیا ہے۔ جن میں تشبیح پایا جاتا ہے وہ اکثر طوے پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے فضائل و مناقب لکھنے سے پہلو تھی کرتے ہیں۔ اس کنجوسی کے باوجود ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بہت سے مناقب تحریر کیے۔ ہم انہیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

ابوسفیان کا مقام نبی علیہ السلام کی نظر میں

۱۔ مستدرک، قال۔ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم وکان آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الرضاعة وابن عمہ ارضعتہ حلیمۃ ایا ما کان یألف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادۃ اہ وھجاء وھبى اصحابہ فمکث عشرين سنۃ مغافبا لیرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتخلف عن موضع تیرفیه قرکین لقتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما ذکر شخوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الى مکة عام الفتح القى الله عز وجل في قلبه السلام فلقى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قبل نزول الوابوء فاسلم هو وابنه جعفر وخرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشهد فتح مکة وحنينا قال ابو سفیان فلما لقتنا العدو وبعثنا اقتحمت حن فرسى وبيدتي السيف صلنا والله يعلم اني اريد الموت دونه وهو نظر الى فقال العباس يا رسول الله هذا اخوك وابن عمك ابوسفیان بن الحارث فارض عنه قال قد فعلت يعفرك الله له صدقاً وقوة

عَادَاتِهَا تَشْرَأْتَفَتِ اِلَيَّ فَقَالَ اَخِي لَعَمْرِي فَقَبَّلْتُ رَجُلًا
 فِي الرِّكَابِ قَانُوا وَمَاتَ ابُوسَفْيَانَ بْنِ الْعَارِثِ
 بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ اَخِيهِ نُوْفَلِ بْنِ الْعَارِثِ بِارْبَعَةِ
 اَشْهُرٍ اِلَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ لَيْلَةً يُقَالُ فَقَالَ مَاتَ سَنَةِ
 عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَبُرَ
 فِي دَارِ عَقِيلِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ بِالْبَقِيعِ وَهُوَ الَّذِي
 حَفَرَ قَبْرَ نَفْسِهِ قَبْلَ اَنْ يَمُوتَ بِثَلَاثَةِ
 اَيَّامٍ - (المستدرک جلد سوم ص ۲۵۴ ذکر مناقب
 ابی سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ: ابوسفیان بن العارث بن عبدالمطلب بن ہاشم جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور بھتیجے بھی۔ انہیں سیدہ
 حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کئی دن دودھ پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں
 بہت محبت اور الفت تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان
 نبوت فرمایا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی جی بھر کر
 عداوت و مخالفت کی۔ متواتر تیس سال تک مخالفت میں گزارے
 اور قریش جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے۔ تو یہ ہر
 مرتبہ ان کے ساتھ ہوتے۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فتح کے سال مکہ شریف میں تشریف لانا بیان کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ
 نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام
 البواد میں تشریف فرما ہونے سے قبل ہی آپ سے بیٹے تو خود اور
 اپنے بیٹے جعفر سمیت اسلام لائے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی میثت میں فتح مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور حنین میں بھی موجود تھے۔
 ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حنین میں دشمن سے ہمارا
 مقابلہ ہوا تو میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اور شگنی تلوار میرے ہاتھ
 میں تھی۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے شہید ہونا چاہتا تھا آپ
 نے مجھے دیکھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!
 یہ آپ کا بھائی اور بھتیجا ہے۔ اس کا نام ابوسفیان بن عارث ہے۔
 آپ اس سے راضی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہو گیا ہوں! اللہ تعالیٰ
 اس کی وہ تمام عداوتیں معاف کرے جو اس نے مجھ سے کیں۔ پھر آپ
 میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا۔ اے بھائی مجھے اپنی عمر کی قسم! میں نے
 آپ کے پاؤں کا رکاب میں ہی بوسہ لے لیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ
 حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپ اپنے
 بھائی نوفل بن عارث سے چار ماہ سے تقریباً تیرہ دن کم زندہ رہے
 بیس ہجری میں انتقال ہوا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی
 نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عقیل بن ابی طالب کے مکان واقع بقیع میں دفن
 کیے گئے۔ یہ وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی موت سے تین دن قبل اپنی
 قبر تیار کر لی تھی۔

۲۔ مستدرک؛

عن هشام بن عروہ عن ابيه أن أباسفیان بن الحارث
 بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کان أحبَّ قریش
 الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان شدیداً
 علیہ فلما أسلم کان أحبَّ الناس الیہ۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تمام قریش میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھے۔ ابتداء میں آپ کے سخت مخالف تھے۔ پھر جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو محبوب ترین ہو گئے۔

۳۔ مستدرک؛

عَنْ أَبِي حَبِيبٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ خَيْرُ أَهْلِ صَحِيحٍ عَلَى شَرِّ طَرِيقِ مُسْلِمٍ وَكَرْبُ نَخْرٍ جَاهٍ۔

ترجمہ: ابو حبيب بدري کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان بن عارث میرے بہترین رشتہ دار ہیں۔ امام مسلم کے شروط پر یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۴۔ مستدرک؛

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ فَتْيَانِ الْجَنَّةِ أَبُو سَفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ حَلَقَهُ الْخَلْقُ بَيْنِي وَفِي رَأْسِهِ ثَوْبٌ مَوْلٌ فَقَطَعَهُ فَمَاتَ فَكَرِهُوا أَنْ يَكُونَ شَهِيدًا۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو سفیان بن حارث منبئی زوجان کا سردار ہے۔ راوی نے کہا۔ کہ منبئی میں جہانم ان کے سر کے بال مونڈے اور ان کے سر میں مسکلا تمہکا تھا اس کٹ جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ لوگ آپ کو شہید سمجھتے تھے۔

۵۔ مستدرک:

عن الزہری عن کثیر بن العباس ابن عبد المطلب عن ابیہ قال شہدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فلقد رأیتہ وماعہ إلا أنا و ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب و هو اخذ بلبجام بعلقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هو را کبہا و ابو سفیان لا یأکون ان یتسرع نحو المشرکین۔ صحیح علی شرط الشیخین و لم ینخرجاہ۔

ترجمہ: جناب زہری حضرت کثیر بن عباس سے وہ اپنے باپ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ کے ساتھ اس وقت میں اور ابو سفیان تھے۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خپر کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضور اس پر سوار تھے۔ اور ابو سفیان بغیر ہر وہاہ کیے مشرکین کی طرف آگے بڑھ گئے۔ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق یہ روایت صحیح ہے۔ لیکن ان دونوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔

۶۔ مستدرک؛

حدثنا مصعب بن عبد الله بن الزبير قال وحدثني
صحيح رسول الله صلى الله عليه وسلم من
ولد الحارث بن عبد المطلب ابوسفیان
بن الحارث بن عبد المطلب وقال له رسول الله
صلى الله عليه وسلم انك من خير اهلي وقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم انك سيد فتیان اهل الجنة
وصبر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم
حنين فابصر رسول الله صلى الله عليه وسلم
في حياية الصبح فقال من هذا قال ابن
امك يا رسول الله وقال حلقه الحلاق فقطع
قوله من رأسه فلم يبق عنه الدم حتى مات
وذلك في سنة عشرين و صلى عليه عمر
بن الخطاب رضي الله عنه وكان تلقى رسول الله
صلى الله عليه وسلم ببعض الطريق ورسول الله
صلى الله عليه وسلم خارجا إلى مكة لفتح
فأسلم قبل الفتح-

المستدرک جلد سوم ۲۵۴ تا ۲۵۶ ذکر مناقب ابی

سفیان مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ: جناب مصعب بن عبد اللہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حارث بن
عبد المطلب کے بیٹوں میں سے جس کو صحابیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

ابوسفیان بن عمارت ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بہترین گھر کے آدمی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹ جانے والوں میں سے ایک تھے۔ خوب روشنی ہونے پر آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ عرض کیا۔ کہ آپ کی ماں کے بیٹے ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ مجام نے ان کے سر کے بال کاٹتے وقت آپ کے مکے کو کاٹ دیا۔ جس کا خون نہرگ سکا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ میں ہجری کی بات ہے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اس وقت راستہ میں ملے تھے۔ جب آپ فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور فتح سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے چند احادیث و آثار نقل کیے ہیں۔ جن میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہیں صاحب مستدرک نے امام بخاری و مسلم کی شروط پر دو صحیح، کہا۔ اور کچھ پر یہ لفظ نہیں ذکر کیا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ وہ روایات جن کے آخر میں دو صحیح، نہیں لکھا۔ وہ من گھڑت ہیں۔ کیونکہ ان پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض انہیں ضعیف ہی مان لیا جائے۔ تو حدیث ضعیف بالاتفاق فضائل و مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔ موضوعات کبیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علاوہ ازیں مستدرک کے تحت اس کی تلخیص ایک ایسے نقاد نے کی ہے۔ جس کی تنقید کا معیار بڑا سخت اور بے دھڑک ہے۔ یعنی علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ مستدرک کی کسی روایت کو اگر مشکوک پایا۔ تو اس پر کھل کر جرح کی۔ لیکن امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات بغیر جرح کے

ذکر کر کے یہ بتایا۔ کہ یہ ضعیف بھی نہیں ہیں۔ اور ہر قسم کے ٹکوک و شبہات سے خالی ہیں۔ بہر حال ان احادیث صحیحہ اور روایات کو کبھی بغیر زورہ سکا۔ ان روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو (بلکہ تین) رشتے تھے۔ ایک یہ کہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور ابوسفیان کے والد عمارش دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ عبدالمطلب ہے۔ دوسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان نے سیدہ حلیمہ کا دودھ پیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نوش فرمایا۔ لہذا دونوں رضاعی بھائی بھی ہیں (تیسرا رشتہ یہ کہ ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ جس کی بنا پر ابوسفیان سر اور حضور ان کے داماد ہوئے۔ یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ ہیں۔

۲۔ بعثت نبوی کے بعد ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو اس میں بھی نہایت پختہ اور مضبوط تھے۔ حتیٰ کہ غزوہ حنین میں جہاں صحابہ کرام کو امتحان میں ڈالا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی دکھانے والوں میں جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

۳۔ غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جام شہادت نوش فرمانے کا عزم کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی طرف نہایت محبت سے دیکھا۔ تو حضرت عباس نے موقعہ دیکھ کر عرض کی۔ حضور! ابوسفیان کی جہالت کے دور کی تمام عداوتیں معاف فرمادیں۔ آپ نے حلیفہ فرمایا

میں نے معاف کر دیا۔ اے اللہ تعالیٰ بھی مغفرت عطا کرے۔ وہ میرا بھائی ہے۔

۴۔ حضرت ابوسفیان نے فرطِ محبت میں غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو چوم لیا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان میرے بہترین گھروالوں میں سے ہے۔

۶۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

۷۔ لوگ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت کی موت کہتے تھے۔

اس فضائل و مناقب کو سامنے رکھتے ہوئے اگر انسانی ان کی شان میں گستاخی

کریں۔ تو وہ اُن کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کیونکہ اُس سے اس کے خلاف کی توقع بیکار

ہے۔ لیکن محدث ہزاروی ایسا بد بخت سنی مسلمان کہلانے والا اگر حضرت ابوسفیان

رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اور انہیں صحابی تسلیم نہ کرے۔ تو یہ اس کے ازلی مردود

ہونے کی علامت ہے۔ یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے مطابقت

ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنتی ہی نہیں بلکہ جنتی نوجوانوں کے

سردار ہیں۔ ادناپ کے اہل و عیال کے بہترین فرد ہیں۔ اور غزوات میں شرکت

فرما کر آپ نے دور جاہلیت کی دشمنی دھو ڈالی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کی خطائیں معاف فرمادیں۔ اب اس کے بعد اُن کو برا بھلا کہنے کا کیا جواز

باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے حضرت ابوسفیان کی شان میں گستاخی کرنے والا

اپنی آخرت تباہ و برباد کرنے پر تیار ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعْنَى

اِذَا هُمْ فَقَدْ اِذَا نِي وَمَنْ اِذَا نِي فَقَدْ اِذَا نِي اَللّٰهُ -

فاعتبروا يا اولي الابصار

باب سوم

مشہوریت خوالہ

صائمِ حِشْتی

فیصل آبادی نو

کے

باطل نظریات کا رد

باب سوم

گستاخ ششم: مشہور نعت حوالہ

صائم فیصل آبادی کے باطل نظریات کا رد

جب کہ ہم نے گستاخان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تردید پر قلم اٹھایا تو ان میں دیوبندی مودودی اہل حدیث اور بنام سنی سب کی اصل عبارات اور ان کی دندان شکن تردید کی۔ لیکن اسی ضمن میں یہ خیال ہے کہ چلتے چلتے ایسے نام نہاد سنی علماء اور بنے بنائے محققین کا ہندو ہوا جائے۔ جنہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں اہل سنت کے متفق علیہ عقائد کے خلاف اور اہل تشیع کے حق میں کچھ باتیں درج کیں ہیں۔ مثلاً اس سے ان کی یہ خواہش ہو کہ اس طرح کرنے سے رافضیت کو فروغ ہوگا۔ بہر حال فروغ ہو یا نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اہل تشیع نے ان لوگوں کی کتب میں مذکورہ باتوں کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ کہہ کر کہ دو فلاں سنی عالم، محقق اور مولوی نے اپنی فلاں کتاب میں یہ بات لکھی ہے، اپنے مسلک کے حق ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے ابوالاعلیٰ مودودی، اہل تشیع دیوبندی اور محمود شاہ محدث ہزاروی کی تحریرات اور ان کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ چونکہ دور حاضر میں زیادہ تر ان چند کھوٹے سکھوں نے اپنا بازار گرم کرنے کی سعی لاکھائی کی تھی تو اس کے بعد ہم نے ایک نئے موضوع پر کچھ کام شروع کر دیا۔ وہ یہ کہ ہزار دو عالم علی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی ہیں، مسلمان ہیں۔ ابھی اس

موضوع پر تصور اساکام کیا گیا تھا۔ کہ ایک مخلص دوست حضرت مولانا عبد التواب چہرہ فرزند منظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر چہرہ مروی مرحوم نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی اور پر زور اصرار کیا۔ کہ مودودی اور محدث ہزاروی وغیرہ کی طرح صائم فیصل آبادی کا بھی ادبنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب ”مشکل کشا“ میں اپنا تعارف فاضل جامعہ رضویہ لاہور اور مدارج اہل بیت مصطفیٰ کے پرفریب جملوں سے کراتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تحریرات میں شیعیت کے حق میں کافی مواد ہے۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے خلاف اور شیعیت کے حق میں بطور دلائل پیش کیا جاسکے گا۔ پھر اس بات کی تصدیق بھی مجھے ہو گئی۔ کہ ایسا کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ کوئٹہ ٹیڈ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے خطیب — مولوی اشرفیار صاحب کا کہنا ہے۔ کہ مسئلہ دس محرم کو ایک شیعہ مقرر نتوئی لقب والا یہ کہتا پایا گیا۔ کہ فلاں فلاں بات میں اپنی طرف یا کسی اپنی کتاب سے پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ سنیوں کے ایک مستند مولوی کی کتاب سے پیش کر رہا ہوں۔ اس مستند مولوی سے مراد ”صائم فیصل آبادی“ تھا۔ مولوی اشرفیار صاحب نے یہی اس کی ترویج پر زور دیا۔ اس لیے ہم نے پہلا موضوع سر دست وہیں بند کر کے اس محاذ پر قدم اٹھایا۔ آئیے صائم فیصل آبادی کی تصنیف ”مشکل کشا“ کے چند عنوانات دیکھیں۔ آپ کو ان سے اس کے سنی مخالفی ہونے کا علم ہو جائے گا۔

”مشکل کشا“ نامی کتاب کے چند زندیقانہ عنوانات

- ۱۔ علماء، انبیاء کے ہم مرتبہ (۲) اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات (۳) ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔ (۴) امت مصطفیٰ کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں
- لا۔ (۵) امتی کے وسیلہ سے حضور کو کمال حاصل ہوا۔ (۶) کمالات انبیاء سے الحاق

یعنی امتی میں انبیاء جیسے کمالات (۷) حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ (۸) علی کیوں رقم امت سے، افضل نہیں؟ (۹) غیر نبی کو نبی پر فضیلت۔

نوٹ:

مندرجہ بالا عنوانات کتاب مشکل کشا سے من و عن نقل کیے گئے ہیں۔ ان عنوانات سے ہی مصنف کے نظریات کا علم ہو جاتا ہے۔ اور پھر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ان عنوانات کی افادیت کے پیش نظر یہاں تک جسارت کی کہ یہ سب مجددِ اہل ثانی کی تحریرات ہیں۔ گریا بندوق کی گولی چلائی لیکن کندھا مجددِ اہل ثانی صاحب کا استعمال کر کے ایسا کیا۔ پھر مزید لکھا۔

معاندین بھی ہوتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ امام ربانی کی ان تصریحات کے باوجود بھی کچھ لوگ اس استدلال کو مسترد کر دیں اور یہ تصور کر لیں کہ ان عبارتوں سے خدا تعالیٰ جل مجدہ الحکیم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر مجددِ صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالِ علمی کے سامنے ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اور کس بد نصیب کو مجالِ زدنی ہے۔ کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحبِ استقامت بزرگ کے ارشاداتِ عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابلِ معافی جرمِ کامرئیب ہونے کی جرأت کر سکے۔ (مشکل کشا مصنفہ صائم فیصل آبادی ص ۱۰۵)

ضروری گزارش:

صائم فیصل آبادی کی اپنی تحریر میں اسے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اس نے اپنی تمام تر تحریرات و عنوانات کو مجددِ صاحبِ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات پر مبنی

قرار دیا۔ اور مجدد صاحب کی علمی اور روحانی حیثیت بیان کر کے ان کی مخالفت کرنے پر نا قابل معافی جرم کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ میری تحریرات و عنوانات پر نقص و اعتراض بھر رہے ہیں۔ بلکہ براہ راست جناب مجدد علیہ الرحمۃ پر ہو گا لہذا یہ ڈراوا دے کر قارئین کو اپنی تحریرات ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ راقم چونکہ خود اسی خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سلسلہ بیعت۔ قدوة السالکین، حجة الاولیاء حضرت خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیا نوالہ شریف سے ہے۔ جو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں۔ جہاں تک قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و ارشادات کا معاملہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ”صائم نعت خوان“ کو ان کا فغلی ترجمہ بھی شائد نہ آئے۔ تو اس بے مانگی کے ساتھ اسے خود مجدد ہونے کا شوق بھی ہے۔ یہ تو آئندہ ادراک ہی گواہی دیں گے۔ کہ صائم کی تحریرات و عنوانات کی جناب مجدد صاحب کہاں تک تائید کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ بھر پور تقابل بیان کریں گے۔ برہ دست یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ جب ایک نظریہ و عقیدہ و مانعہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ (چاہے وہ غلط ہو یا صحیح) تو آدمی اس کے اثبات و تائید کی خاطر قرآن و حدیث کے مطالب کو اپنے حق میں پھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر صائم ایسا غالی نعت خواں اپنے رفض و تشیع کو مجدد صاحب کی عبارات سے ثابت کر کے دکھائے۔ تو اس پر کوئی تعجب نہیں۔ آخر افضی بھی تو ائمہ اہل بیت کی احادیث اور اپنے قرآن سے اپنا مسک ثابت کرتے ہیں۔ مرزائی بھی یہی طریقہ اپناتے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم مجدد صاحب کو اہل سنت اور صائم نعت خوان کے عقائد کے مابین ”حکم“ بنا کر قارئین کرام کے سامنے بات واضح کرنا چاہتے ہیں۔ چند باتیں مجدد صاحب کی علمی اور روحانی بلندی کے بیان میں عرض ہیں۔ تاکہ قارئین کرام کو ”مثالث“ کے مقام و مرتبہ کا مزید اندازہ ہو سکے۔ اور پھر ان کے ارشادات دل کی گہرائیوں میں اتر سکیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا

مقام و مرتبہ

مکتوبات امیر ربانی:

بعد الحمد والصلوات و تبلیغ الدعوات میرساند کہ صحیفہ شریفہ کا از روئے کم نامزد این حقیر ساخته بودند بر مطالعہ آن مشرف گشت جزا کسر اللہ سبحانہ خیرا، از انعامات حق جل سبحانہ چہ لو لیسد و چہاں شکر آن نماید علوم و معارفیکہ افاضہ می شود و بتوفیق خداوندی بل شانہ اکثر آن در قید کتابت می آید و بسبب اہل و نا اہل میرسد، اما اسرار و دقائقی کہ بآن متمیز است شمر آن بظہور نمی تواند آورد بلکہ بر مز و اشارت نیز از آن مقولہ سخن نمی تواند کرد۔

فرزند می حزری کہ مجموعہ معارف فقیر است و نسخہ مقامات سلوک و جذبہ روضہ از این اسرار دقیقہ نمی آرد و شیخ تمام در استقار آن می گوید بآنکہ می دانند کہ فرزند می از عمران اسرار است و از خطا و غلط محفوظا ما چہ کند وقت معانی زبان را میگیرد و لطافت اسرار بہار می بندد و چہ یقین صدر می و کلا یقین کسافی نقد وقت است آن اسرار از آن قبیل اند کہ در بیان نیاید بلکہ در میاں نمی آرد چہ فریادہ حافظ این ہمہ آخر ہر زود نیست۔ ہم قعہ غریب و حدیث عجیب بہت این دولت کہ مادر استتار آن می کہ شمیم مقنس از مشکوٰۃ نبوت انبیاء است علیہم الصلوٰت و التسلیمات و ملائکہ طراد علی نبینا و علیہم الصلوٰت و التسلیمات شریک این دولت اند و از متابعان انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات ہر کہ باین دولت مشرف سازند۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ اول)

مکتوب ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۲ھ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور

قریباً، حمد و صلوة اور تسبیح دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفیہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جزاکم اللہ الخ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ فقیر حق بل سبحانہ کے انعامات کیا کیا لکھے۔ اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سبحانہ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نااہل کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے۔ ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ مزید اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ اس اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔

مالانکہ فقیر جانتا ہے۔ کہ فرزند عزیز محمد بن اسرار سے ہے۔ اور خطا و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معافی کی دقت اور باریکی زبان پھر دلیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَ یَضِيقُ صَدْرِي الخ۔ میرا سینہ بند ہو جاتا ہے۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔ نقد و قس ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں۔ کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں۔ کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے۔

فریاد ما فظایں ہمہ بہرہ نیست، ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہمست ما فظکی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں۔ دراصل قصہ بھی عجیب اور حالت بھی عجیب ہے۔ یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے

ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے چراغِ نبوت مقنتس ہے۔
 اور بلاشبہ طائر اعلیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات یعنی اس دولت
 میں شریک ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے نائبداروں
 میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت
 میں شریک ہے۔

مکتوباتِ امیرِ بانی :

بمولانا صالح کولابی در اسرارِ مراوسے و مریدے حضرت ایشاں مدظلہ
 العالی۔ الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى من هم مریدانہم بل و ہم
 مرادانہ عز شانہ بسلسلہ ارادت من بے توسط باریتصل است تعالیٰ و بمن نائب مناب یہ اللہ است
 سبحانہ۔ ارادت من بچھواری طریقہ سلم بولکل کثیرہ و در طریقہ نقش بند یہ بیست و یک واسطہ در میان
 است و در طریقہ نائب مناب یہ اللہ است سبحانہ۔ ارادت من بچھو
 صلی اللہ علیہ وسلم بوساطہ کثیرہ است در طریقہ نقش بند یہ بیست و یک
 واسطہ در میان است و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ
 بیست و ہفت و ارادت من باریتصل تعالیٰ قبول و ساطت نمی نماید چنانچہ
 گوشت پس من ہم مرید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام و ہم ہم بیرو
 پس رواد بلاخران این دولت ہر چند طفیلی ام لانا خواندہ بنامہ ام و ہر چند تابع
 ام اما از اصالت بے بہرہ نیم و ہر چند اہتم اما شریک دولت نہ شرکت
 کا ازاں دعوی ہم سری خمیزد کہ آل کفر است بلکہ شرکت خادم است بنا
 مخدوم تانہ طلبیدہ اند بر سفرہ این دولت حاضر نشدہ ام و تا سخن استہ اند
 دست باین دولت دراز نہ کردہ ام ہر چند او بیسی ام الامر فی حافزو
 ناظر وارم ہر چند در طریقہ نقش بند یہ پیر من بعد الباقی است۔ اما متکفل

تربیت من اللہ باقی است من بفضل تربیت یافتہ ام و براہ اجتہاد رفتہ سلسلہ
من سلسلہ رحمانی است کہ من عبد الرحمن ام چہ رب من رحمن است فری
من ارحم الرحمین و طریقہ من طریقہ سبحانی است۔

د مکتوبات و فتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۲۳۱ آؤف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی مری

و مریدی کے اسرار کے بیان میں۔ الحمد للہ و سلام علی عباد

الذین اصطفیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد

بھی۔ میری ارادت کا سلسلہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے۔ اور میرا

ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں

اکیس واسطے ہیں۔ طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ساٹھ ہیں۔ اور

میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔ جیسا کہ پہلے

گورچکا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرید بھی ہوں۔ اور ان کا تابع

ہم پیر بھی ہوں۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں امتی ہوں۔ لیکن

دولت میں شریک ہوں۔ لیکن وہ شریک نہیں۔ جس سے ہم سب کا وجود

پیدا ہو۔ کہ وہ کفر ہے۔ بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت

ہے۔ مجھے جب تک بتایا نہیں گیا۔ میں اس دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا۔

ہوں۔ اور جب تک انہوں نے نہیں چاہا۔ میں نے اس دولت کی

طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اولیٰ ہوں لیکن میں اپنا مافروناظر

مربی رکھتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبدالہائی ہے لیکن میری

ترتیب کا کفیل خود اللہ باقی ہے۔ میری تربیت اللہ تعالیٰ

کے فضل سے ہوئی ہے۔ اور میں اہتہاد کی راہ چلا ہوں۔ میرا سلسلہ سلسلہ
رحمائی ہے۔ کہ میں عبدالرحمن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا مربی
ارحم الراحمین اور میرا طریقہ طریقہ سہانی ہے۔

مکتوبات اماربانی

در بیان احوال عروج و نزول و فیراں نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند
عرضداشت احقر الطیبہ آنکہ نوازش نامہ مولانا علاؤ الدین رسانید در کشف
ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضائے وقت مسودہ کردہ شد بعضی مہتمات و
مکملات آن علوم مسطورہ نیز مغلطہ شدہ فرصت تحریر انہا نشد کہ حامل
عرضداشت راہی شد انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ متعاقب بخدمت خواہ
فرستادہ الحال رسالہ دیگر کہ بہ بیانی رسیدہ بود فرستادہ آن رسالہ بالتماس
بعضی یاراں میسر شدہ التماس نمودہ بودند کہ نصاب بنویسید کہ در طریقہ نافع
باشد بمقتضائے آن زندگانی کردہ خود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر الہرکات
انت است بعد از تحریر آن چنان معلوم شد کہ حضرت رسالت غایتیت ملیہ
الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باجمع کثیر از مشائخ امت خود حاضران و ہمیں رسالہ
را در دست مبارک خود دارند از کمال کرم خویش آن را بوسہ میکنند و بہ
مشائخ می نمایند کہ این نوع معتقدات می باید حاصل کرد و جامعہ کہ باین علم
مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز باند و عزیز الوجود و روبروئے آن سرور
علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند و القصۃ بطولہا و در ہماں مجلس
باشاعت این واقعہ حقیر را مفر فرمودند۔ مہاکیاں کار ہاد شوازیست
(مکتوبات امام ربانی و فتراول حصہ اول مکتوب ۱۶ ص ۲۴)

ترجمہ:۔ احقر طلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے اپنے کے نوازش نامے پہنچائے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت و شرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض مہتمات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ لانے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ بعد میں جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہوا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصاب لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں۔ اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکت ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمت علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اسے بوسہ سے رہے ہیں۔ اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں۔ کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی۔ وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی۔ اور نادرا لوجود تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والتقیہ کے روبرو کھڑی ہے۔ یہ قصہ بہت دراز ہے اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔

باکریاں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

خلاصہ:

د۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ مکتوبات سے معلوم ہوا کہ آپ ایسے علوم و معارف کے امین تھے۔ جو عام و خاص کا دسترس سے باہر تھے۔

ب۔ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مرید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں۔

ج۔ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہوں۔ لیکن انبیاء کرام سے ہم سہری نہیں بلکہ ان کے خادم ہونے کی حیثیت سے بارگاہِ خداوندی میں رسائی حاصل ہے۔

د۔ یہ تحریر کردہ رسالہ گویا سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے اور آپ اُسے چوم رہے ہیں۔ اور لوگوں کو تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

ر۔ اولیاد امت کو فیضانِ مجددِ وقت کے توسط سے ملتا ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی:

واذین یقین وحق یقین چہ گوید واگر گوید کہ فہم کند و کہ دریا بد و چہ دریا بد
ایں معارف از حیطہ ولایت خارج است ارباب ولایت
در رنگ علماء ظواہر در ادراک آن عاجز نہ و در درک آن قاصر ایں علوم
مقتبس از مشکوٰۃ انوارِ نبوت اند علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از
تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ
صاحب ایں علوم و معارف مجددِ الین است کَمَا لَا یَخْفَىٰ عَلَى
النَّاطِرِیْنَ فِی عَلَوِّهِ وَمَعَارِفِهِ الَّتِی تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ
وَ الصِّغَاتِ وَ الْاَفْعَالِ وَ تَتَلَبَّسُ بِالْاَحْوَالِ وَالْمَوَاجِیِدِ

والتَّجَلِّيَاتِ وَالظُّهُورَاتِ فَيَعْلَمُونَ أَنَّ هُوَ لَا يَرَى الْمَعَارِفَ
وَالْعُلُومَ وَرَأَى عُلُومَ الْعُلَمَاءِ وَرَأَى مَعَارِفَ الْأَوْلِيَاءِ
بِلِغَتِهِمْ هُوَ لَا يَرَى بِالنَّسَبِ إِلَى تِلْكَ الْعُلُومِ قَسْرٌ وَتِلْكَ
الْمَعَارِفِ لَبَّ ذَلِكَ الْعَشْرِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِي
وہدایت دہندہ کہ برسر ہر ماہیہ مجدد سے گزشتہ است اما مجدد ماہیہ دیگر است
و مجدد الف دیگر چنانچہ در میان ماہیہ و الف فرق است۔ در میان
مجددین اینہا نیز بہاں قدر فرق است بلکہ زیادہ از آل مجدد است کہ ہرچہ
در آل مدت از فیوض با متاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ قطاب ،
و ادتا ذال وقت برونند و بدل اولونجا باشند۔ خاص کند بندہ مصلحت علم را۔
و الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مَتَابَعَةَ
الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ الْعُلَى
وَعَلَى جَمِيعِ اٰخْوَانِهِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
اَجْمَعِينَ۔

(مکتوبات امام ربانی و فتروم حصہ اول مکتوب ۲۰-۲۱)

رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ ۴۔ اور یہ فقیر عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے
اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون بگے گا اور کون پائے گا۔ یہ معارف دائرہ
ولادت سے خارج ہیں۔ ارباب ولادت علماء ظواہر کی طرح ان کے
ادراک سے عاجز ہیں۔ ادراک کے حاصل کرنے سے کام نہیں۔ یہ
علوم از انبوت علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتَّحِيَّةُ کے سینہ

سے افذ کیے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد بمعیت اور وراثت کے طور تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ان علوم و معارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم میں معارف میں جوذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو احوال و مواجید تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں۔ دیکھنے والوں پر پرشیدہ نہیں تو صاحب نظر لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ معارف اور علوم، علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وارد ہیں۔ بلکہ ان کے علوم ان علوم کی نسبت چمکنا ہیں اور وہ معارف اس چمکنا کا منفر ہیں۔ اور اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گذر ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے اگرچہ اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں۔ اور ابدال و اولیاء ہوں۔ مصلحت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

خلاصہ:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام علم و عرفان اس قدر بلند و بالا ہے کہ اولیاء علماء کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض کی حصولی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص معیت اور امت کے اولیاء، اقطاب و اوتاد پر فیوض الہیہ کی تقسیم ایسا منصب عظیم اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔ اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی کتاب کو منظور فرما کر اسے ذریعہ ہدایت و نجات فرمایا۔ تو ہمیں بھی اپنے

نظریات و عقائد کو مجدد صاحب کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ یہی بات صائم نعمت خوان نے کہی ہے۔ اس لیے جب ہمارا اور صائم کا حضرت مجدد کی تعلیمات کے اوپر اتفاق ہے اعتماد ہے تو پھر بات ایک طرف آکر ختم ہو جائے گی۔ ہم آئندہ سطور پر صائم نعمت خوان کی کتاب کے ویسے گئے عنوانات جو اس کے بقول تعلیمات مجدد پر مشتمل ہیں) لکھ کر پھر حضرت مجدد صاحب کی تحریرات بعینہ ترجمہ پیش کریں گے تاکہ قارئین کرام خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ صائم نے اپنی غلط تاویلیات کی بنا پر مجدد صاحب کی جہارات کو اپنے حق میں بنانے کا کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اس چیز کی آئینہ دار ہے کہ صائم اہل سنت میں سے نہیں بلکہ ممکن ہے کہ مکتوبات و تحریرات مجاہد کے مطابق اس کا اسلام ہی ختم ہو جائے۔ عنوانات صائم اور پیران کا تفصیلی جواب سپرد قلم اس ہے

وبالله التوفیق

مُسْکَلُ کُتُبَا

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ۔ ابوالنزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور اہل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے۔ اس لیے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کرام پر عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔ (مکتوبات جلد ۱ ص ۲۶۲ مکتوبات ۲۰۹)

صحابہ کرام جیسے کمالات:

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے

غلام یہ ہے۔ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات جیسے ہوں گے۔

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے؛

اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ مکتوبات ۲۰۹۔ (مشکل کشاں ۹۹ مطبوعہ چشتی کتب خانہ لاہور)

جواب:

چونکہ مندرجہ بالا تینوں عنوانات ایک ہی مکتوب کے تحت لکھے گئے ہیں۔ اس لیے ہم سب سے پہلے مکتوب ۲۰۹ دفتر اول حصہ اول کی پوری عبارت ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ان تینوں عنوانات پر مکتوبات کے حوالے بحث کی جائے گی۔ تاکہ مجدد صاحب کا نظریہ اور صائم نعمت خوان کا مقصد واضح ہو سکے۔

مکتوبات شریف:

چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول خواہ فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام خواہ بنمود از مقام خود عروج فرمودہ بر جمعیت بمقام حقیقت محمدی خواہ رسید و تقویت دین او علیہا الصلوٰۃ والسلام و التسلیمات خواہ بنمود از اینجا است کہ نقل می کنند از شرائع ما تقدم کہ بعد از ہزار سال انار شمال پیغمبر اولی العزم ادا نبیاء کرام در سل عظام مبعوث می شدند کہ تقویت شریعت آن پیغمبر فرمائید و اعلا کلمہ او نمایند و چون دورہ دعوت شریعت او تمام می شد پیغمبر اولی العزم و دیگرے مبعوث می گشتند و تجدید شریعت خود بہ فرمودہ و چون شریعت

خاتم الرسل علیہم الصلوٰت والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است علماء امت
اور احکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت را با ایشاں تغویض
فرمودہ مع ذاک یک پیغمبر اولی العزم را متابع او ساختہ تروتکی شریعت
او نموده است۔ قال الله سبحانه و تعالی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَكُلُّهُ لَخَافِقُونَ۔ برانند کہ بعد از ہزار سال انزال
خاتم الرسل علیہم الصلوٰت والسلام اولیاء امت اود کہ بظہور آیند ہر چند اقل
باشند اکل بوند تا تقویت این شریعت بروجہ اتم نمایند حضرت مدعی
کہ خاتم الرسل علیہم الصلوٰت والسلام از قدم مبارک او بشارت فرمودہ
اند بعد از ہزار سال بوجود خواہد آمد و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰت والسلام خود
نیز بعد از ہزار سال نزول خواہد فرمودہ بالجملہ کلمات اولیاء این طبقہ شبیہ بہ کلمات
اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء افضل مر اصحاب کرام راست علیہم الصلوٰت
والسلام اتا جائے اُن دارو کہ از کمال تشابہ یکے را برویگرے فضل نتوان
داد از اینجا تو اند بود کہ اُن سرور فرمودہ علی آل الصلوٰت والسلام
لا یدری اولہم خیر ام اخرہم۔ نہ فرمودہ لا ادری
اولہم خیر ام اخرہم لعلمہ بعالم کل من
الفریقین لہذا قال خیر القرون قرنی اما چون از کمال
مشابہت جائے ترقد بودہ فرمود لا یدری اگر پرسند کہ اُن سرور
علیہ علی آل الصلوٰت والسلام بعد از قرن اصحاب قرن تابعین را خیر ساختہ
است و بعد قرن تابعین قرن تبع تابعین را پس غیرت ایل دو قرن نیز
بر این طبقہ متعین باشد پس تشابہ این طبقہ در کلمات با اصحاب کرام چنانچہ
بود۔ در جواب گوئیم تو اند بود کہ غیرت اُن دو قرن بریں طبقہ باعتبار کثرت

ظہور اولیاء اللہ باشد وملت وجود اہل بدعت وندت ارباب فسق و
معصیت قہراً مینافی کون بعض الاخراد من اولیاء اللہ فی
ہذہ الطبقتہ تغیرا من اولیاء ذینک القرنین کحضرت
المہدیؑ مثلاً فیض روح القدس از باز مدد فرماید۔ دیگران کہند
اچھو مسیحا می کرد۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجوہ غیر است انجا سخن کردن
از فضولی است سابقان سابقان اند و در جنت نعیم مقربان ایشان اند کہ
انفاق کوہ ذہب دیگران بعد شعیر ایشان زسد۔ و اللہ یختص
بیرحمتہ من یشاء۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۰۹ حصہ سوم ۱۰۵ تا ۱۰۷
رؤف الیڈمی لاہور)

ترجمہ: جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے
تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔
اور اپنے مقام سے عروج فکر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام پر
پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔
گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولوا العزم پیغمبروں کے رحمت فرما
جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث تھے
توان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے حکم کو بلند
کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوا العزم کی دعوت و شریعت کا دورہ
تمام ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا اولوا العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا ہے
اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ خاتم الرسل
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کے قائم مقام جمیع کامزبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا۔ بلکہ ایک اور العزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ الْخَمْرُ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور جاننا چاہیے۔ کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ مخفی ہوں گے مگر مکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ کہ ایک ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے کمالات کے مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء کرام کے بعد فضیلت صحابہ کرام کے لیے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے۔ کہ کمال مشابہت کے باعث ایک دوسرے پر درائے اور قیاس کے ساتھ فضیلت نہیں دے سکتے اور ہو سکتا ہے۔ کہ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لایدری اولہم الخ۔ نہیں معلوم ان میں سے اول زمانے کے بہتر ہیں یا آخر زمانے کے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ لا ادری۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور نے فرمایا ہے۔ غیر القرون قری۔ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت

کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لایہ دہی فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے
 کہ آنحضرت نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو
 اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے
 تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے۔ پھر یہ طبقہ کمالات
 میں صحابہ کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ
 ہو سکتا ہے۔ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء
 کا ظہور کثرت سے ہو گا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گناہ کاروں کا وجود کم
 ہو گا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس
 طبقہ کے اولیاء میں سے بعض افراد ان دونوں قرون کے اولیاء سے بہتر
 ہوں۔ جیسے کہ مہدی۔ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ دور فرمائے۔ تو دوسرے
 بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔ لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ
 سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں
 اور جنت النعیم میں مستقر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا
 خراج کرنا ان کے ایک سیر خراج کرنے کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ
 جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے فاضل کرتا ہے۔

توضیح:

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے بعض نکات کی توضیح و تشریح یہ ہے
 کہ انبیائے سابقین میں سے اگر کوئی اول العزم پیغمبر انتقال فرما جاتا ہے۔ تو ان پر نازل
 شدہ شریعت کی ایک ہزار سال بعد تک آنے والے نبی تبلیغ کرتے رہتے جتنی کہ
 جب آیا اور اول العزم نبی تشریف لانا۔ تو پہلی شریعت منسوخ ہو جاتی۔ گویا یہاں صاحب
 شریعت کے وصال کے بعد کوئی نبی اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہا۔ جب سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل بن کر مبعوث ہوئے۔ تو آپ کے بعد کسی نئے اولوالعزم کے نہ آنے کی توقع اور نہ ہی آپ کو عطا کردہ شریعت کی تسخیر ہو سکتی ہے۔ لیکن اس شریعت کی تاقیامت تبلیغ کا اہتمام تو ہونا چاہیے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال شریف کے بعد ایک ہزار سال کے عرصہ دراز میں شریعت کے اندر پائی جانے والی افراط و تفریط سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جن کے کمالات، حضرات صحابہ کرام جیسے ہوں گے۔ یہاں جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کی مثال پیش فرما کر مسئلہ کی حقیقت واضح کی اس مقام پر ایک سوال ابھرتا تھا۔ کہ کیا ایک ہزار سال بعد آنے والے مخصوص حضرات بمع مہدی موعود صرف کمالات میں صحابہ کرام کی طرح ہیں۔ یا مقام و مرتبہ میں بھی ان کے برابر ہیں؟ اس بارے میں مجدد صاحب کا کہنا ہے۔ کہ اگرچہ ان مخصوص حضرات کے کمالات واقعی صحابہ کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن کمال مشابہت کی بنا پر قیاس و رائے کو یہاں فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں۔ کوئی شخص از خود اپنے قیاس سے ان میں سے کسی کو افضل یا غیر افضل قرار نہیں دے سکتا۔ اس کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ لَا يَدْرِي هَلْ سَرَّكَ دُوْعَالِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى بَارِعِي فِي اسْتِغْنَاءِ نَفْسِي عَنْ نَسَبِ لَا اَتَدْرِي كَبَّرَ كَمَنْ فَرَّانِي۔ کیونکہ آپ کو افضل وغیر افضل کا اللہ تعالیٰ علم عطا فرمادیا تھا۔ اس علم کی بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ «غیر القرون قرفی» میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔ گویا واضح کر دیا۔ کہ میرے دور کے مسلمان حضرات صحابہ کرام آنے والے سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ جب یہ سب افضل ہیں۔ تو ان مخصوص حضرات سے بھی افضل ہوئے۔ لہذا صحابہ کرام سے مقام و مرتبہ میں برابری کوئی دوسرا امتی نہیں کر سکتا۔ اس پر ایک سوال تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ صحابہ کرام کے زمانہ کو غیر القرون فرمایا۔ اسی حدیث میں آپ نے اپنی بعد کو زمانوں کو زمانہ

تابعین اور تبع تابعین) کو بھی بالترتیب بہتر فرمایا۔ تو پھر لازم آئے گا۔ کہ وہ مخصوص حضرات تابعین و تبع تابعین سے افضل نہ ہوں۔ جب ان سے افضل نہ ہوئے۔ تو کمالات میں صحابہ کرام کے مشابہ کیسے ہو گئے؟ مجدد صاحب اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور کی افضلیت شاید اس بنا پر ہو۔ کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی بہتات

اور فاق و فساد کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ جب افضلیت اس بنا پر ہو۔ تو عین ممکن کہ وہ مخصوص حضرات باوجود اس کے کہ ان کے دور میں اللہ والوں کی تعداد کم اور نافرمانوں کی زیادہ ہو اپنے ذاتی کمالات کی بنا پر تابعین و تبع تابعین سے افضل ہوں کیونکہ ان (تابعین و تبع تابعین) کی افضلیت ذاتی نہ تھی۔ بلکہ عرضی تھی۔ اس احتمال پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ پھر یہی احتمال دورِ صحابہ میں بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ان پر بھی افضلیت کا راستہ کھل گیا۔ تو مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ احتمال فضول اور اس میں گفتگو کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت نعیم کا وعدہ فرمایا۔ وہ اس کے مقربین میں شامل کر لیے گئے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد گرامی یہ ہے۔ کہ ان کا ایک سیرِ خوبی سبیل اللہ خرچ کرنا دوسروں کے اصد پہاڑ برابر ہوتا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اور ان کا یہ مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اس کی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کی بقدر ضرورت تفسیر کے بعد اس کا مفہوم قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا۔ اب ہم ان عنوانات کی طرف آئے ہیں جو سامع نعت خواں نے جناب مجدد کے اس مکتوب سے اخذ کیے۔ تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔

عنوان اول:-

انبیائے کرام کے ہم مرتبہ

دو صائم نعت خوان» نے اس عنوان کے لیے مجدد صاحب کی جو عبارت پیش نظر رکھی۔ وہ یہ ہے۔ «علم و امت اور احکم انبیاء دادہ» یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دو مبلغین شریعت محمدی (کو انبیاء سابقین کا حکم دیا گیا۔ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ مجدد صاحب نے یہ جملہ اس بارے میں لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری سے قبل کوئی اولوالعزم پیغمبر کے انتقال کے بعد اس کی شریعت کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج دیا کرتا تھا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی شریعت ماقیامت جاری رکھنے کے لیے اس کی تبلیغ کا انتظام آپ کی امت کے علماء کے سپرد کیا گیا۔ اب وہی کام جو پہلے اولوالعزم رسولوں کے انتقال فرمانے پر نبی کیا کرتے تھے وہی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے آپ کی امت کے علماء و صلحاء سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی مضمون کو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جو کام بنی اسرائیل کے پیغمبر سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہی کام میری امت کے علماء کے سپرد فرمایا۔ اس سے یہ مفہوم اخذ کرنا کہ علماء کا مرتبہ انبیاء کرام کا سا ہو گیا۔ اور مرتبہ و مقام میں دونوں برابر ہو گئے۔ صرف صائم نعت خوان کے

جاہل ذہن کی اختراع ہے۔ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز کسی عالم کو کسی پیغمبر کے ہم مرتبہ نہ مانتے ہیں۔ اور ذالیا لکھتے ہیں۔ اُن کی اس جہالت کا یہ مفہوم ہے کہ تعلیمات مجدد کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ آئیے مجدد صاحب سے اس بارے میں مزید کچھ سنیں۔

عنوان اول کی ترویج

امتی کو نبی کے ہم مرتبہ کہنے والا کافر کذاب اول

زندقی ہے (مجدد الف ثانی)

مکتوبات امام ربانی۔

اٰذیٰں بیان لائے گشت کہ بیچ فرو سے انامت اگرچہ در کمالات بدرجہ علیا برسد پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ اورا حاصل شدہ است بواسطہ متابعت شریعت ایں پیغمبر است علی الصلوٰۃ والسلام پس ایں ہمہ کمالات مرآں پیغمبر را نیز ثابت باشند با کمالات متابعان دیگر و کمالات مخصوصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہم چنین ایں فرد کمال برتر بیچ پیغمبر سے نہ رسد اگرچہ ایں پیغمبر را بیچ کیے متابعت ذکر وہ باشد و دعوت او قبول نمودہ بود چہ ہر پیغمبر بالا صالت صاحب دعوت است و تبلیغ شریعت امور انکلاماتال در دعوت و تبلیغ قصود پیدا نہ کند و ظاہر است کہ بیچ کمالے برتر بیچ دعوت و تبلیغ در رسد۔

۷۱۰
د مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۱۰۲ (۲۱۳)

قرج حملہ اس بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ اس امت کا کوئی فرد بھی خواہ

وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ السلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کے حاصل ہیں اور دوسرے پیرو: کاروں کے کمالات بھی۔ اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی اور پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر پیغمبر بالامل صاحب دعوت ہے اور تبلیغ دعوت کا امور۔ اور امتوں کا انکار و خود تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ کوئی کمال بھی دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

لحاظ فکریہ:

صائم نعمت خزان نے اپنی تصنیف ”مشکل کشاہ میں دو لوگ انداز میں لکھا ہے کہ جناب مجدد صاحب کی تعلیمات کی مخالفت کرنے والے بد نصیب اور ناقابل معافی مجرم ہیں۔ آپ نے مسئلہ زیر بحث میں مجدد صاحب کے ارشادات ملاحظہ کیے۔ صائم کہتا ہے۔ کہ علماء کرام انبیاء عظام کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور یہ مجدد صاحب نے کہا ہے۔ اور مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ امتی نہ اپنے پیغمبر کا ہم مرتبہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کا۔ انبیاء کرام کا مخصوص مرتبہ ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صائم نعمت خزان نے جناب مجدد پر افتراء باندھا۔

کوئی امتی کسی صحابی کے مقابلے میں نہیں

پاسکتا۔ نبی کے مقابلے میں سب تک سائے

کیسے ممکن

مکتوبہ امارتِ نبوی:

جماعہ کو در صحبت اولیائے امی است ز مدگانی می نمایند از این رذائل
نجات می یابند جمع کو در صحبت افضل الرسل علیہم السلام صلوات و القلمات عمر
خود را صرف کرده باشند و از برائے تائید و نصرت دین اور بدل اموال
و النفس نموده بودند چه احتمال دارد کہ ای زمانم ذر حق شان تو ہم نموده آید مگر
آنکہ عظمت و بزرگی غیر البشر علیہ و آباء الصلوٰۃ والسلام و التعمیر از نظر ساقط شود عیاذ
باللہ سبحانہ و صحبت اولیہ و آباء الصلوٰۃ والسلام از صحبت ولی امت ناقص تر
متوہم گرد و نمودن باللہ سبحانہ منہ و حال آنکہ مقرر است کہ بیخ ولی امتی بمرتبه می یابی
آن امت زسد فکیف بر نبی آل امت -

(مکتوبات مکتوب ۲۴ و فرسوم جمعہ ہشتم ص ۷۰)

ترجمہ: وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کرتے ہیں
وہ بھی ان رذائل سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے افضل
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا دین کی مدد اور
تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا۔ ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے

کہ بڑے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شانِ ائمان کی نگاہوں سے خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و عظمت ساقط ہو چکی ہے۔ اس سے خدا کی پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ولی کی صحبت سے ناقص تر تصور ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ) اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔

لدخ فکرمیہ :

مجدد صاحب کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ کوئی ولی اپنے پیغمبر کے کسی صحابی سے ہرگز ہرگز افضل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ صحابی نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اور صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو رذائل سے نجات دلا دی۔ اسی طرح ولی بھی اپنے مرشد کی صحبت سے رذائل سے نجات پالیتا ہے۔ لیکن دونوں کا مقام و مرتبہ برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو جب ایک ولی اور عالم کا مقام صحابی کے مقام و مرتبہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو نبی کے مقام و مرتبہ کی ہم سہری کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجدد صاحب کا نظریہ اور صاحب نے مجدد صاحب کے حوالہ سے ان کا نظریہ یہ دکھایا کہ علماء کا مقام و مرتبہ نبیوں کے برابر ہے۔ کیا یہ جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر چھوٹ نہیں بانڈھا گیا۔ لہذا مجدد صاحب کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے ان کی مخالفت ہی نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات کو مسخ کیا گیا ہے۔ اس لیے مائٹم کی اپنے قول کے مطابق یہ برأت ناقابلِ معافی ہے۔ اور وہ بارگاہِ مجددیت کا مجرم ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیغمبر کے نچلے درجے کے بھی نیچے ہے

مکتوبات امام ربانی،

گمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات بحجتہ کمال متابعت و فرط
محبت بلکہ بعض عنایت و مہربت جمیع کلمات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نماید
بکلیت بزرگ ایشان منصف می گردند حتی کہ فرق نمی انداز میان مبعومان و تابعان
الا بالاصالة والتبعية والاولیته والاخریة مع فذلك
یعنی تابعی اگر چه از تابعان افضل الرسل باشد بر همه پیغمبر نبی اگر چه او انبیاء باشد
زسد۔ لہذا حضرت صدیق اکبر کہ افضل بشر است بعد از انبیاء سرا و ہمیشہ زیر قدم
پیغمبری باشد کہ او پایاں تر جمیع پیغمبران است از اینجا است کہ مبادی تعینات
جمیع انبیاء قرار باب ایشان از مقام اہل است و مبادی تعینات امتان
از عالی و سافل و از باب ایشان از مقامات ظلال آل اہل علی تفاوت
الدرجات فکیف یتصور المساءات بین الاصلی والظلی قال
اللہ تبارک و تعالی ولقد سبقت کلمتنا لعیبادنا المرسلین
انکم لکم المنصورون وان جنودنا لکم الغالبون
وآنکہ گفتہ آمد کہ تمہلقات تعالی و تقدس در میان انبیاء مخصوص بناتم الرسل
و کمل تابعان آل سرور

رازاں تجلی نصیب است نہ بآن معنی است مگر تجلی ذات نصیب انبیاء است
و بتبعیت نصیب کل است حاشا و کلامن ان یتصور هذا
المعنی فان مزیة اولیاء علی الانبیاء بلکہ مخصوص
بودن آن تجلی بآن سرور بآن معنی است کہ دیگران را حصول ان تجلی
بطفیل و تبعیت اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و کل اولیاء این امت را بتبعیت
اولیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاء برخوان این نعمت عظمیٰ جلیس طفیلی او نید علیہم و علیہم
الصلوات و التحیات و اولیاء خادم آتش خور او، از جلیس طفیلی تا خادم آتش
خورد فرق بسیار است۔ این مقام از منطلقات اقدام است

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۴ ص ۴۹-۵۰)

ترجمہ:

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تا بعد ازاں کمال متابعت اور
زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے مقبول انبیاء
کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ
میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعون اور مقبولون کے درمیان سوائے اعمال
اور تبعیت اور اہلیت و آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر
کے کوئی تا بعد اگرچہ افضل المرسل کے تا بعد ازاں سے ہو کسی نبی کے
مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے
کہ حضرت صدیق اکبر جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں
سے افضل ہیں۔ ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے قدموں کے نیچے رہتا
ہے۔ جو تمام پیغمبروں کے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے
کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام

اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی ،
تعیینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے
موافق ہیں۔ پھر اصل و ظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا
وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ فتح یاب ہیں۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔ اور جو
یہ کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے
مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل تابعداروں کو بھی
اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں کہ تجلی
ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے
کاملوں کو نصیب ہے۔ ماشا وکلا کہ اس سے یہ مطلب تصور کرے۔
کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں
کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے
یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اور تبعیت سے ہے
کے طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر ان کے طفیلی اور جلس ہیں۔ اور اولیاء
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم پس خوردہ کھانے والے۔ اور جلس
طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ

توضیح:

حضرت مجدد العت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہہ لوگوں کے ایک وہم کو دور فرمانے کے لیے

ارشاد فرماتے ہیں، کہ تجلی ذات جو صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کے طفیل آپ کی امت کے کاطین کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سوا دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں اس لیے یہ کہا جائے۔ کہ آپ کی امت کے کاطین، مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ درصائم نعمت خوان بھی یہی وہم رکھتا ہے، آپ فرماتے ہیں، کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی وہ تجلی ذات حاصل ہے۔ اور وہ تمام حضرات اس نعمت عظمیٰ کے حصول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور جلس ہیں۔ بقیہ کاطین امت خادم مجلس اور اس نعمت کے کھانے والوں سے بچا ہوا کھانے والے ہیں۔ اس لیے بہتری کو کچا یہ کاطین اُن انبیاء کرام کی برابری تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ امتیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ابو بکر صدیق ہیں۔ اور وہ باوجود اتنی افضلیت کے کسی نبی سے برابری نہیں بلکہ سب سے نچلے درجے والے کے پاؤں میں ان کا سر مبارک ہے۔

قرآن امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ امتی کی افضلیت جو نبی پر مانی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ کی دعا مانگتے ہیں۔ یہ پناہ مانگنا ان کے نظریہ کی وضاحت کرتا ہے۔ یعنی تجلی ذات کے حصول کے اعتبار سے کسی کامل امتی کو کسی نبی سے افضل کہنا شیطانِ دوسرہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس دوسرہ کے بارے میں پناہ طلب کرتا ہوں۔ امام ربانی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اور صائم نعمت خواں اسی بات کو ان کی طرف نسبت کر رہے امام ربانی نے صرف پناہ مانگنے کے الفاظ دعائیہ ذکر فرما کر اس سے نفرت کا اظہار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس عقیدہ کے قائل کو زندیق و کافر تک کہا ہے۔ للاحظہ ہو۔

مکتوبات امام ربانی؛

بمیر محمد نعمان صدور یافتہ در جواب سوالہائے گزردہ برونہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ پر سیدہ بیدند کہ گاہ است کہ سالک در وقت طریح خود در مقامات اصحاب انبیاء علیہم الصلوٰت و التعمیات کہ با جماع از افضل اندی یا بدیکہ بیست کہ خود در مقامات انبیاء علیہم السلام مینیا چر حقیقت ایں معاظرہ حیسبت بعضے مردم از اینجا مساوات اں سالک بار باب اآن مقامات تو ہم می کنند و شرکت اوراد ایں مقامات با ہالی اآن مقامات در تحمیل می آرند و بایں تو ہم تحمیل رو وطن او می نمایند و زبان ملامت و شکایت در حق او درازی کنند کشف غطا از روئے ایں معا با باید نمود۔ جو ابش آنست کہ وصول ایں سافل بمقامات اعالی گاہ است کہ از قبیل وصول فقرا و محتاجان بود کہ با ابواب اصحاب دول و بامکنہ خاصہ ارباب نعم میسر گرد و تا از اینجا حاجتے خواہند و از دول و نعم ایشان در ویزہ نمایند و دراز کار بود کہ ایسے وصول را مساوات و شرکت ہمہ۔۔۔۔۔ اگر اعتقاد دارند کہ ما سب ایں حال معتقد شرکت و مساوات است بار باب اآن مقامات عالی پس اورا کافر و زندقہ تصور می کنند و از زمرہ اہل اسلام می بر آند چہ شرکت در نبوت و مساوات با نبیاء علیہم الصلوٰت و التعمیات کفر است۔

در مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۹۹ ص ۱۲۲ تا ۱۳۵
مطبوعہ استنبول۔ مؤلف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: میر محمد نعمان کی طرف سے صادر فرمایا۔ ان سوالوں کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔
مجھ کو فرمایا آپ نے پوچھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عروج کے وقت سالک اپنے
آپ کو نبیائے علیہم الصلوٰت والسلام کے صحابہ کے مقام پر پاتا
ہے۔ جو کہ بالا جماع اس سے افضل ہیں۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا ہوتا ہے
کہ اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کے مقامات میں پاتا ہے
اس معاظرہ کی حقیقت کیا ہے۔ بعض آدمی اس وجہ سے اس سالک

کی ان مقامات کے اہل سے مساوات کا وہم کرتے ہیں۔ اور ان کی ان مقامات والوں سے شرکت خیال میں لاتے ہیں۔ اور اس تخمیل و وہم کی بنا پر اس کی تردید کرتے ہیں اور اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں زبانِ لامت و شکایت دراز کرتے ہیں اس معما کے چہرہ سے پردہ ہٹا دینا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نچلے لوگوں کا اوپر والوں کے مقامات پر پہنچنا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے۔ کہ جیسے فقیر اور محتاج جو کہ دولت مندوں کے دروازے پر دربابِ نعمت کی غامی جگہوں پر اس لیے جاتے ہیں۔ کہ وہاں سے حاجت چاہیں۔ اور ان نعمت اور دولت سے گدائی کریں۔ اور جو اس وصول کو مساوات اور شرکت سمجھتا ہے۔ وہ بے ہودہ آدمی ہے۔۔۔۔۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا وہ ان مقامات والوں سے شرکت اور برابری کا معتقد ہے۔ اس کو کفر اور زندگی تصور کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے اُسے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتیمات کے ساتھ شرکت اور مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

ملحد فکریہ:

”علماء انبیاء کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں“ صائم نعمت خوان کا یہ عنوان اور پھر اس کی تائید کے طور پر مجدد الواف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ جناب مجدد تو کاشین کو حضرات انبیائے کرام کے گدا اور منگتے فرمائیں۔ اور برابری و مساوات کے قائل کو کافر و دین اسلام سے خارج کہیں۔ اور صائم نعمت خوان ان کا نام لے کر قارئین کو یہ تاثر دے کہ یہ عقیدہ اور نظریہ میرا نہیں بلکہ مجدد الواف ثانی کا ہے جو گویا بحوالہ مذکورہ ایک تو خود اپنے آپ کو مذکورہ عقیدہ رکھنے کی بنا پر (بکم مجدد الواف ثانی) دارِ اسلام

فارغ کر رہا ہے۔ اور دوسرا خود مجدد صاحب کو ان کے قول کے مطابق معاذ اللہ کافرو
زندگی بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ہذا بہتان عظیم۔

نوٹ: جناب مجدد صاحب کے مذکورہ مکتوب سے یہ تو واضح ہو گیا کہ کوئی کامل امتی
حضرات انبیاء کرام کے مقام و مرتبہ کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا ممکن ہے کہ امتی
کا عروج مقام انبیاء تک ہو؟ اس کا جواب خود مجدد الدنیا ثانی صاحب دیتے ہیں، ملاحظہ ہو
مکتوبات امام ربانی،

ارباب معقول گفتہ اند کہ دغان مرکب از اجزائے ارضی و اجزائے ناریت
و قییکہ دغان صعود نماید اجزائے ارضی بمصاحبت اجزائے ناری بالا
خواہند رفت و بحصول قسرا شروع خواہند نمود و گفتہ اند اگر دغان قوی باشد
عروج او تا کہ نار متحقق میشود دریں صعود اجزائے ارضی بمقامات اجزاء
آبی و اجزاء ہوائی کہ بالطبع تفوق دارند خواہند رسید و از آنجا
عروج نمودہ بالا خواہند رفت دریں صورت نمی توان گفت کہ مرتبہ

اجزائے ارضی بلند تر است از مرتبہ
اجزائے آبی و ہوائی چہ اں تفوق باعتبار قاسر بودہ است نہ باعتبار
ذات و بعد از وصول بکہ نار چوں اں اجزاء ارضی بہبوط نمایند و بمرکوب طبعی خود
برسند ہر آئینہ مقام این با فروتر از مقام آب و ہوا نخواہد بود پس در مانحن
فیہ عروج اں ساک از اں مقامات باعتبار قاسر است کہ اں قاسر فرط
حرارت محبت است و قوت جذب عشق باعتبار ذات مقام او تحت

اں مقامات است (مکتوبات امام ربانی دفتنہ پیر معاویہ مکتوب نمبر ۲۰۸ تا ۱۰۲)
ترجمہ: مستولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں خالی اور آتش اجزاء

سے مرکب ہے۔ جس وقت دھواں اوپر کوجاتا ہے۔ تو خاکی اجزاء
 آتشی اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر کا قسر حاصل ہونے
 سے مروج کرجاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے۔ کہ اگر دھواں قوی
 ہو تو وہ کرۂ نازک پڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی، اجزائے
 آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں۔
 پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے مروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔
 اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی
 کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے
 نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نازک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے
 خاکی نیچے گریں گے۔ اور اپنے اصل مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بے شک ان
 کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا پس بحث مذکورہ میں
 اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے۔ اور
 وہ قاسر سرگرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات
 کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔
 جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا خلاصہ یہ کہ کسی سالک سے
 کی مقام انبیاء تک رسائی یوں ہے۔ کہ جیسا اجزائے ارض کو اپنی ذاتی
 قوت سے اجزائے تاری اوپر لے گئے۔ یا جس طرح کسی چڑیا کو باڑے
 اپنے پنجموں میں پھڑا۔ اور بہت اوپر لے گیا۔ نہ اجزائے ارضی باعتبار اپنی
 قوت کے اوپر گئے۔ نہ چڑیا کو اتنی بلندی میسر۔ تو اسی طرح سالک کی کیا مجال
 کہ از خود ان مقاماتِ انبیاء تک رسائی پاسکے۔ بس کسی نے اچھالا۔ اور پھینکا
 تو وہاں ہاتھ لگ گیا۔ جب کسی کے زور کا اثر ختم ہوا۔ تو پھر اپنی طبعی و ذاتی

حالت پر آگیا۔ خود مجدد صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھی حضور
سور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقامات پر لے گئے۔ جو میرے ذاتی نہ تھے
بہر حال ان مقامات کی حقیقت صاحب مقامات ہی جانیں۔ لیکن جنہیں علم نہیں
یا کچھ دور سے ایک کامل امتی اور کسی پیغمبر کو ایک جگہ ایک مقام پر کسی نے دیکھ
یا۔ تو یہ خیال نہ کرے۔ کہ دونوں کا مقام برابر ہو گیا۔ جیسا کہ صائم نعت خوان
نے محض عبارت (اور وہ بھی ایک جگہ کی) کو دیکھ کر دونوں کا مقام ایک کہہ دیا
حضرت مجدد ایسے نظریہ والے کی تردید فرماتے ہیں۔ اور اسے کافر تک قرار
دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ولایت کو نبوت پر ترجیح دینا یوں ہے

جیسا کہ کفر کو اسلام سے افضل کہنا ہے

مکتوبات امام ربانی،

فقیر در کتب و در رسائل خود زشتہ است و تحقیق نموده کہ کمالات نبوت حکم در یائے محیط دارد و کمالات ولایت در جنب آن قطرہ است محقر۔ اما پر تو اں کہ در مجمع از نارسانی بحالات نبوت گفته اند: الولاية افضل من النبوة و جمع دیگر در ترجمہ اں گفته اند کہ ولایت نبی افضل است از نبوت او۔ ایں ہر دو فریق حقیقت نبوت مانا دانستہ حکم بر غائب کردہ احمد نزدیک باین حکم است حکم ترجیح سکر بر صوم۔ اگر حقیقت صوم را می دانستند ہرگز سکر را بہ صوم نسبت نمی دادند۔ یہ نسبت ناک را بہ عالم پاک مانا کہ صوم خاص را مماثل صوم عام دانستہ سکر را براک ترجیح دادہ اند کاش سکر خاص را نیز مماثل سکر عام دانستہ بر ایں حکم می نمودند۔ یہ مقرر عقلا راست کہ صوم بہتر است از سکر اگر صوم سکر مجازی است ایں حکم ثابت است و اگر حقیقی است نیز ایں حکم ثابت ولایت را از نبوة افضل گفتن سکر را بر صوم ترجیح دادن سنگ آہست کہ کسے کفر را بر اسلام ترجیح دہد۔ و جہل را از علم بہتر دانند۔

مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۸

توجیہ ۱۔ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے۔ اور تحقیق کی ہے۔ کہ کمالاتِ نبوت دریا ئے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ ناچیز کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ جن لوگوں کو کمالاتِ نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ ولایتِ نبوت سے افضل ہے۔ اور ایک جماعت نے ان کے قول کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھا اور غائب پر حکم لگا دیا ہے۔ محورِ سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت ہے۔ جن لوگوں نے خواص کے محور کو عوام کے محور کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ فاس کے سکر کی طرح سمجھتے۔ اور اس حکم پر جرات نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ ثابت و مقر ہے۔ کہ صحو سکر سے بہتر ہے۔ اور محور سکر مجازی ہے۔ تو پھر یہ حکم مجازی ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو محور پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔

صائمِ نعتِ عثمان کے عنوانِ اول کی تردید خود جناب مجددِ عالم ثنائی کے

اقوال و ارشادات سے آپ نے ملاحظہ کی۔ وہ تو ولی کو نبی سے یا ولایت کو نبوت

سے افضل ماننے والے پراٹھار افسوس فرماتے ہیں۔ اور اسے ان دونوں کی حقیقت

سے نا آشنا بنا کر فرماتے ہیں۔ کیوں ہو گا۔ کہ کوئی شخص کفر کو اسلام سے افضل کہے

تو میں طرح اسکی بات اس کے منہ پر دے مارنے کے قابل ہے۔ اسی طرح ولایت

کہ نبوت سے افضل قرار دینے والا بھی انتہائی جاہل بے علم بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا ان تحریرات و ارشادات کی روشنی میں ”صائم نعت خوان“ اپنے گریبان میں منہ جھانک کر دیکھے۔ کہ جناب مجدد کیا فرماتے ہیں۔ اور میں نے ان کا نام لے کر ان کا کیسا نظریہ بیان کیا؟

نوٹ:

صائم نعت خوان نے اس گفتگو کے دوران لکھا ہے۔ کہ فاضل بریلوی جناب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تفضیلی لوگوں کو رافضی نہیں کہا۔ یعنی جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کے قائل ہیں۔ انہیں شیعہ رافضی نہیں کہا۔ اس سے دراصل وہ قارئین کو باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ اگرچہ میں (صائم) علی المرتضیٰ کی افضلیت کا قائل ہوں لیکن بقول اعلیٰ حضرت اس عقیدہ والا رافضی نہیں۔ اس لیے مجھے اس عقیدہ کی بنا پر رافضیوں میں کہیں شامل نہ کر دینا۔ ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ اس مغالطہ کو بھی ساتھ ہی ساتھ دور کر دیا جائے۔ لہذا ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارک سے آپ کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ:

أجمع کل کے امام رافضی منکران ضروریات دین اور بالاجماع امت کفار مرتدین ہیں۔ حکما حتمناہ فی فتاویٰ و نا و فی المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة۔ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مرد عورت سب کو شامل ہیں۔ مولانا علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا۔

اور جو کوئی کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم کتاب النکاح ص ۱۱۵ مکتبہ نبویہ لاہور)

خلاصہ کلام:

مجدد الوالت ثانی اور مجدد مائتہ حاضرہ دونوں نے کسی غیر نبی کو نبی پر افضل کہنے والے کو کافر کہا۔ اسلام سے خارج کہا۔ اور صائم نعمت خوان کو امرار ہے۔ کہ دو علما مانیاء کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور پھر اس نظریہ کو مجدد الوالت ثانی کا نظریہ بتا کر پیش کیا گیا جب صائم نعمت خوان ان دونوں بزرگوں کی قدر و منزلت تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر ان کے ارشادات کو اپنے مقتصدات کیوں نہیں سمجھتا۔ شاید یہ بھوت سوار ہو کہ وہ دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ اب میں اپنی دو کانداری چمکاؤں۔ اور مجدد کہلاؤں۔ اگر اس کا شوق ہے۔ تو شرم کس چیز کی۔ لوگ جھوٹے پیغمبر بننے سے نہ شرمائے۔ فرشتوں تک ہونے کا دعویٰ کیا۔ کسی نے ان کا کیا بگاڑ لیا۔ ہم اس موقع پر یہی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ ابھی در توبہ کھلا ہے۔ اور ہر گناہ کی معافی مل سکتی ہے۔ اس لیے اولیں فرصت میں مراطہ مستقیم کی طرف صائم کو واپس آجانا چاہیے۔ اور رافضیوں کی خوشی کے اسباب مہیا کرنے کی بجائے اپنی آخرت کی بہتری کے اسباب مہیا کیے جائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان دوم: اولیاء میں صحابہ کرام جیسے کمالات: عنوان سوم: ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے۔

ان دونوں عنوانوں کے تردید۔

عنوان ثانی ”صحابہ کرام جیسے کمالات اور عنوان ثالث ”ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے“، ان دونوں کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ مخصوص اولیاء کرام کہ جن کو صحابہ کرام جیسے کمالات عطا ہوئے۔ وہ اور صحابہ کرام فضیلت میں مساوی ہیں صحابہ کرام کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ اس غلط نظریے کی تردید ہم شروع میں مجددِ اہل ثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کاتبین اولیاء کے کمالات اگرچہ حضرات صحابہ کرام جیسے ہیں لیکن قیاس اور رائے کے ذریعہ یہاں فضیلت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے الفاظ ”لا یدری“، دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ لا ادری نہیں فرمایا۔ اس لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کمالِ تشابہ کے ہوتے ہوئے ان میں سے افضل کا علم عطا فرما دیا ہے۔ سو آپ خدا دادِ علم کی بدولت فرماتے ہیں۔ کہ خیر القرون قرنی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مراتب کسی دوسرے امتی کو حاصل نہیں۔ اس لیے ان کی فضیلت متعین ہے۔ جناب مجدد صاحب اسی فضیلت کو دو ٹوک انداز میں ایک اور مکتوب میں ذکر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوب امام ربانی:

بالجملہ مدارا قادمہ واستفادہ این طریقہ بر صحبت است۔ بگفتن و نوشتن کفایت نمی شود۔ حضرت خوابہ لثبت بن فرمودہ اند قدس سرہ کہ طریقہ صحبت است و اصحاب کلام بدولت صحبت خیر البشر علی الصلوات

والقیسات انا اولیاء امت افضل امدنک ۴۴ و لی مرتبہ صحابی نرسدا گر چه
اولیں قرنی باشد۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۸۹ مطبوعہ رؤف
ایڈمی لاہور)

ترجمہ کا مختصر یہ کہ اس طریقہ میں افادہ اور استفادہ کا دار و مدار صحبت پر
ہے۔ کہنا اور لکھنا کافی نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سر نے
فرمایا۔ کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اور اصحاب کرام صحبت خیر البشر صلی اللہ
علیہ وسلم کی وجہ سے ہی اولیاء امت سے افضل ہیں۔ کہ کوئی ولی کسی صحابی
کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ وہ اولیں قرنی ہی کیوں نہ ہوں۔

ملحد فکریہ:

اس مکتوب میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر صحابی یعنی امت کے اولیاء کرام
میں سے ہر ایک کے بارے میں واضح ارشاد فرمادیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
ایسی سعادت ہے۔ کہ کوئی بھی اس درجہ کو نہیں پاسکتا۔ حضرت اولیں قرنی کی مثال
پیش فرمائی۔ یہ وہ بزرگ ہیں۔ کہ جن کی شفاعت سے ہزاروں گناہ گاروں کا کام بن
جانے گا۔ جیسا کہ کتب اعدیث میں ہے۔ اور خود مجدد صاحب بھی اس سلسلہ سے
متعلق ہیں۔ گویا حقیقت بیان کرنے وقت مجدد صاحب نے اپنے آپ یا اپنے سلسلہ
کے مورث اعلیٰ کی بھی کوئی رعایت نہ کی۔ یہ تو تھا مجدد صاحب کا نظریہ۔ صائم نعمت
خوان ان کی طرف سے جس نظریے کی تبلیغ کر رہا ہے۔ وہ اس کا اپنا بنایا ہوا ہے
صرف اس میں قوت پیدا کرنے کے لیے مجدد صاحب کا نام استعمال کیا گیا ہے
مالانکہ مجدد صاحب کئی ایک مقامات پر اپنے نظریے کی تشریح فرما چکے ہیں۔
ان کے نزدیک قائمہ یہ ہے۔ کہ فضائل و مناقب کی بنا پر ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق

ہیں۔ کیونکہ اس سے بہت سے امتی اپنے نبی سے بڑھے ہوئے نظر آئیں گے۔
جس کی بنا پر امتی کو افضل

کہنا پڑے گا۔ اور یہ ہرگز درست نہیں۔

مکتوبات امام ربانی:

مجھے نظر بر کثرت فضائل و مناقب دیگران انداختہ ورافضیت او
توقف ہی نمایندہ میداندا اگر سبب افضلیت کثرت فضائل و مناقب
بود بساعت کہ بعضی از اعا دامت کہ این فضائل دارند از نبی خود افضل
باشند کہ این فضائل نہ دارد۔

د مکتوبات امام ربانی۔ حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر ۹ مطبوعہ روف
اکیڈمی لاہور

ترجمہ: ایک جماعت نے دوسرے لوگوں کے کثرت فضائل مناقب
پر نظر رکھی ہے۔ اور ان کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں۔ وہ نہیں
جاتے کہ اگر افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب ہوتا تو ایسا
بھی ہوتا کہ بعض اعا دامت جو یہ فضائل رکھتے ہیں اپنے نبی سے بھی
افضل ہو جاتے جو یہ فضائل نہ رکھتا۔

ماتم نعمت خوان بھی اسی جماعت کا ایک فرد نظر آتا ہے۔ جو فضائل مناقب
کو وہ افضلیت قرار دیتی ہے۔ مجدد صاحب نے ایسی جماعت کو حقیقت سے
بے علم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس نظریہ کی نتیجہ کے طور پر تردید و تغلیط فرمائی۔ وہ
یہ کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر کسی امتی کا اپنے پیغمبر سے افضل ہونا بھی ثابت
ہو گا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے گنہ بھری پڑی ہیں
ادھر امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل "دو حشی" کے بارے میں اتنے فضائل مناقب

مذکور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحبتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے "وحشی" کو افضل فرمایا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امام ربانی:

نیز بخانِ اعظم صدور یافتہ در مداحی طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ اسرار ہم و مناسب این طریق بطریق اصحاب کرام علی صاحبہم علیہم الصلوٰۃ والسلام و بیان افضلیت اصحاب کرام بر دیگران اگرچہ اویس قرنی باشد یا عظم روانی۔ الحمد لله و سلام علی عبادہ الذلیلین اصطفیٰ۔ طریق حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم منی۔ بر اندراج نہایت در بدایت است۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند کہ ما نہایت را در بدایت درج می کنیم و این طریقہ بعینہ طریق اصحاب کرام است رضی اللہ عنہم۔ چہ این بزرگواران را در اول صحبت آن سرور علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ان میسر می شود و کواویا امت را در نہایت انسانیت شمه ازاں کمال دست می دهد لہذا وحشی قاتل حمزہ علیہ الرحمۃ کہ یک مرتبہ در بدو اسلام خورد بشریف صحبت سید اولین و آخرین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات و التیمات مشرف شدہ بود ازاویس قرنی کہ خیر التابعین است افضل آمد و آنچه وحشی را در اول صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ و الصلوٰۃ والسلام میسر شد اویس قرنی را با آن خصوصیت در انتہا میسر نہ شد لاجرم بہترین قرن اصحاب گشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کلہم کلہم کار دیگران را در پس انداخت و اشارت بہ بعد در مورد ششمی از ہذا شدی مبارک قدس سرہ سوال کرو۔ اَیْدِمَا

أَفْضَلُ مَعَاوِيَةَ أُمِّ عَمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ
الْغُبَارُ الَّذِي دَخَلَ أَنْفَ فَرَسٍ مَعَاوِيَةَ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْ عَمَرَ
بن عبد العزيز كذا مرةً-

رمکتوبات امام ربانی حصہ دوم دفتر اول مکتوب ۶۷

صفحہ ۲۷ مطبوعہ روٹ اکیڈمی لاہور

ترجمہ: حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ کا طریقہ نہایت کی ابتداء
میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے
کیونکہ ان بزرگوں یعنی صحابہ کرام کو حضور کی پہلی ہی صحبت سے وہ کچھ میسر
آگیا۔ جو کہ اولیاء امت کو نہایت انسانیت میں بھی جا کر اس کمال کا گھوڑا
ساحصہ ہاتھ آتا ہے۔ لہذا وحشی رضی اللہ عنہ قاتل امیر حمزہ جسے ایک
ہی مرتبہ ابتداء اسلام میں صحبت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم
کا شرف حاصل ہوا۔ اولیں قرنی سے جو کہ خیر التالبعین ہیں۔ افضل قرار
پایا۔ اور وحشی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا۔
اولیں قرنی کو اپنے خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔ لازمی
طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ کلمہ تم نے
دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجہ کی دوری کی طرف
اشارہ کرتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال
کیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ یا عمر بن عبدالعزیز۔ تو آپ نے جواب
دیا۔ وہ غبار جو حضور کی صحبت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کی
ناک میں داخل ہوا تھا۔ وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے

ملحہ فکریہ:

حضرت مجددِ ملت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک کس واضح انداز میں ذکر فرمایا۔ اور اس کی دو مثالیں بھی بطور شواہد ذکر فرمائیں۔ جس کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ حضراتِ صحابہ کرام کو جو محبت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہوئی۔ کوئی افضلیت و حقیت اس کا بدل نہیں یا مقابل نہیں ہو سکتی۔ یہ حضراتِ محبت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمام امت کے کاملین سے افضل و بہتر ہیں۔ اولیں قرنی رض کے فضائل بے شک بکثرت اور وحشی کے قبل اسلام بے شک گناہ بہت بڑے لیکن ایک کو محبت نہ ملی تو باوجود کثرتِ فضائل کے دوسرے محبت پانے والے کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ کسی صحابی کو رسولِ خدا کی معیت میں رہ کر جو گرو خبار اس پر یا اس کی سواری پر پڑا۔ مجددِ صاحب کے نزدیک غیر صحابی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اب صائمِ نعتِ خوان سے کوئی پوچھے۔ تم نے مجددِ صاحب کا نظریہ جو بیان کیا ہے۔ وہ کہاں سے لیا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ فریبی نے قارئین کو دھوکہ دے کر اپنا مقصد پورا کرنے کی سعیِ لامحالہ کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

❖

عنوان چہارم

(۱) امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کمال جو انبیاء

گوئیں ملا۔

مُشْکَلُ كُشَا

سوال: وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے نہ ملا۔

جواب: وہ کمال حقیقۃً الحقائق سے وصول و اتحاد ہے جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اخص الخواص کا حصہ ہے۔ اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور تو وسط کا حجاب نہیں اٹھ سکتا۔ جو کہ اتحاد کے وسیع سے میسر ہوتا ہے۔ شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے

کنتم خیر امة الخ۔ مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب نمبر ۱۲۲

(۲) امتی پیغمبر سے اوپر جا سکتا ہے

اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اوپر بھی چلا جائے۔ تو خاد میت اور تبعیت کے عنوان سے ہو گا مکتوب

۱۲۲ ص ۱۴۸ مشکل کشا تصنیف مائت نعت خوان فیصل آبادی ص ۱۴۸ مطبوعہ حقیقی کتب خانہ فیصل آباد

عنوان چہارم کے تحت میں دونوں ذیلی عنوانوں کی تردید

عنوان چہارم کے تحت جو باتیں صائم نعمت خوان نے ذکر کیں۔ اگرچہ وہ الفاظ جناب مجدد صاحب کی فارسی عبارت کا ترجمہ تو بنتے ہیں۔ لیکن صائم نعمت خواں اور جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے اس عبارت سے مقاصد و مطالب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صائم کے پیش نظر یہ بات ہے۔ کہ کسی ذکی طرح ایسی عبارات کا سہارا لے کر قارئین پر یہ ثابت کیا جائے۔ کہ کچھ امتی ایسے بھی ہیں۔ جن میں نبیوں سے بھی زیادہ فضائل موجود ہیں۔ لہذا وہ امتی نبی سے بڑا ہو سکتا ہے۔ جب یہ قاعدہ اور اصول طے پا گیا۔ تو اب اگر یہ کہا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟ لیکن کمال چالاکوں سے صائم نے مجدد صاحب کے مکتوب میں سے کچھ عبارت چھوڑ کر اقل و آخر کو کیا۔ اور درمیان سے چھلانگ لگائی۔ تاکہ مجدد صاحب کا اپنا نظریہ لوگوں کے سامنے نہ آسکے۔ اس لیے ہم اسی مکتوب کی پوری عبارت درج کر رہے ہیں۔ جس کو بنیاد بنا کر عنوان چہارم اختراع کیا گیا۔

ہکتوبات = سوال:

ازیں بیان لازم می آید فضل خواص این امت را بر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰت

والتسلیٰمات؟

جواب:

پہنچ لازم نمی آید این قدر ثابت شد کہ خواص این امت با انبیاء و اولیٰ

دولتِ شریکے دارند مع ذالک کمالات دیگر بسیار است کہ انبیاء را
 بآن مزیت و اختصاص است علی نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیمات
 انھن خواص ایں امت اگر بسیار ترقی نماید سر او تا پائے پیغمبر سے
 کہ او دن پیغمبریں است نہ رسد۔ مساوات و مزیت پر گنجائش وارد
 قال اللہ تعالیٰ ولقد سبقتم کل امتنا لعبادنا المرسلین
 علیہم الصلوٰت والتسلیمات واگر فردا امتاں بطفیل و
 تبعیت پیغمبرِ محمدؐ از بعض پیغمبریں بالا رود بعنوان خادمیت و تبعیت
 خواہر بود معلوم است کہ خادم ما با بندگان ممدوم خیر از خادمیت و تبعیت
 پر نسبت خواہر بود کہ خادم طفیلی در ہر وقت طفیلی است۔

دکتر بات امام ربانی صاحب ہم دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۲۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ
 رؤف اکیڈمی لاہور

ترجمہ: سوال:

اس بیان سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے خواص انبیاء علی نبینا و
 علیہم الصلوٰت والسلام سے افضل ہیں۔

ترجمہ: جواب:

یہ بالکل لازم نہیں آتا۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس امت
 کے خواص اس دولت میں انبیاء کے ساتھ شریک رکھتے ہیں۔ اور اس
 کے باوجود دوسرے کمالات بہت ہیں کہ انبیاء کمان کے ساتھ
 برابری اور خصوصیت ہے علی نبینا و علیہم الصلوٰت والسلام کہ اس امت
 کے خواص انہوں نے اگر بہت ترقی بھی کریں گے۔ کران کا سہی اونے
 پیغمبر سے قدم تک نہیں پہنچ سکتا۔ مسالمت اور درگاہ کی یہ تہنیت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین
 کہ ہماری بات اپنے پیغمبر بندوں کے لیے پہلے گزر چکی ہے۔
 اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت اور طفیل میں بعض پیغمبروں
 سے اوپر بھی چلا جائے تو وہ خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہو
 گا۔ اور معلوم ہے کہ خادم کو اپنے مخدوم کے ہمسروں سے سوائے
 خادمیت اور تبعیت کے اور کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ کہ خادم اور طفیل
 ہر وقت خادم اور طفیل ہی ہے۔

فَاخْتَارُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

عنوان پنجم

امتی کے وسیلے حضورِ علیہ السلام کو کمال حاصل ہوا

مشکل کشا: تا جہدِ سلطنت نقشبندیہ امام ربانی مجدد الف ثانی مندرجہ بالا عبارت کے بعد مزید دقیق نقطے بیان کرنے کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ۔ اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط وہ محبوبیت ہے اور محبت سے ظاہر ہے۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا نشانہ ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولایتوں کے طفیل سے مرکز و محیط کے کمال کا جامع ہوا۔ اور یہ تو طے شدہ بات ہے۔ کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے۔ وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔ بحکم صَوَّبَ سَنَجَ مَبْتَأَ حَسَنَةَ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعے سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔ (مشکل کشا، مصنفہ صائمہ چشتیہ نعت خواں فیصل آبادی ص ۱۰۸ مطبوعہ چشتیہ کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

عنوان پنجم کی قرید:

صوت نعت خواں صائمہ علیہ علیہ نے مندرجہ بالا عنوان اس لیے بانہا کہ ثابت کیا جاسکے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے کمالات

کسی امتی کے وسیلہ اور سبب سے حاصل ہوئے۔ آپ کی ذات مقدسہ میں بالاصل نہ تھے۔ کچھ ایسی ہی مذموم و قبیح عبارات دیوبندیوں نے بھی لکھی ہے۔ یہ عنوان اور موضوع کس قدر بڑا اور قابلِ مذمت ہے۔؟ اسی لیے شیخ الحدیث قبلہ ابو البرکات سید احمد صاحب مرحوم امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف کچھ مودوں کی ایسی عبارت کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ (یعنی اتنی بسا اوقات اعمال میں نبی سے بڑھ جاتا ہے) اس کے معانی تو معافی رہے دیکھئے الفاظ کتنے خبیث ہیں۔ بہر حال جس خبیث نظریہ اور مفہوم کو صاحب نے مذکور عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ اس کی خیانت ظاہر و بر باہر ہے۔ اسی طرح اس عنوان سے جو مفہود اور مطلب اخذ کرنا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ اخبث ہے۔ کیونکہ ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے ایک امتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کمال ان کے سبب سے حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیغمبروں سے افضل ہونے، کا عقیدہ شیعہ رافضیوں کا ہے۔ اہل سنت کا نہیں۔ اس لیے خبیث عقیدہ کو صاحب نے اہل سنت کے ایک عظیم علمی و روحانی پیشوا کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جس سے نہ صرف صاحب نے اپنا اوسیدھا کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ تاجدار سلطنت نقشبندیہ کو بھی بدنام اور اہل سنت سے خارج کر کے شیعہ ثابت کر دکھانے کی مذموم جسارت کی۔

مجدد صاحب علیہ رحمۃ اللہ نے اپنے مخصوص اتناز میں ولایت ابراہیمی کو صباحت اور ولایت محمدی کو ملاحت سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اس کی وضاحت

بھی فرمائی۔ لیکن اس وقت اور علی مقام کو سمجھنا صائم ایسے نعت خوان کے بس کی بات نہیں۔ مجدد صاحب کی اصل عبارت اگر صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکے تو غنیمت ہے رہا اس کے مفہوم و مطلوب تک کی رسائی تو یہ کسی صاحب بصیرت کا کام ہے کہ باطن اسے کیا سمجھے گا۔ ہم ابھی یہ بتائیں گے۔ کہ صائم نے اپنے مرموم عنوان کے تحت مجدد صاحب کی جس عبارت سے استدلال کیا۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ عنوان کچھ اور ہے اور عبارت مجدد کچھ اور مقصود رکھتی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

صائم نعت خوان نے مذکورہ عبارت سے جو اخذ کیا۔ وہ مفہوم خود مجدد صاحب نے اس عبارت (جو کہ صائم نے نقل کی) کے بعد اس کی وضاحت خود فرمائی۔ فرماتے ہیں۔

”کوئی جاہل آدمی یہ نہ سمجھے کہ نبی نے اس فراغت سے کمال حاصل کیا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس فرد نے وہ کمال درحقیقت نبی سے حاصل کیا ہے“

پھر مجدد صاحب طیار رحمۃ نے اس بارے میں ایک دو مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور اپنی فوج کی مدد سے کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ یا کسی قلعہ پر قبضہ کر لیتا ہے۔ تو اس میں بادشاہ کی اس مدد سے فوج کو بادشاہ پر فضیلت حاصل نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ اس فوج نے لڑائی وغیرہ کے ذریعہ جو فتح حاصل کی۔ وہ دراصل اسی بادشاہ کے ساز و سامان ہوتا کرنے کی وجہ سے تھی۔ اس ساز و سامان کی وجہ سے فوج کو کامیابی ہوئی۔ یہ کمال دراصل بادشاہ کے احسان کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح ایک اور مثال دیکھیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو ساتھ لے کر جنگیں لڑیں۔ تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ نبی میں وہ کمال نہیں جو اس نے صحابہ سے حاصل کیا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں جو کبھی کمال پیدا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور آپ کے ہی کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے وسیلہ اور واسطہ سے لوگوں تک اپنا پیغام۔ اس کے رسول نے جہاد کیا۔ اور لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے وسیلہ واسطہ کے بغیر لوگوں کو ایمان و اسلام نہیں دے سکتا۔ اور اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے کے سلسلہ میں وہ محتاج ہے؟ جو یہ کہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں لانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ وہ کافر اور دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے۔

اگر مائٹم میں تلاشِ حقیقت، دیانتداری اور ایمانداری ہوتی۔ تو مجددِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ ان کی وضاحت والی عبارت بھی ذکر کرتا۔ تاکہ قارئین کو جناب مجدد صاحب کے ارشادات کلمہ صحیح مفہوم معلوم ہو جاتا لیکن ایسا کرنے سے مائٹم کی اپنی مراد اور من گھڑت رافضی نظریہ مجدد صاحب کی عبارت سے ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ تمام انبیاء کرام، حضرت علی المرتضیٰ سے فیض لیتے ہیں، قارئین کرام کے لیے حقیقت واضح کرنے کی خاطر ہم ذیل میں حضرت مجددِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت درج کر رہے ہیں۔ جو مائٹم کی منقولہ عبارت کے بعد آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

ہکتویات امام ربانی؛

اما نقص آں نبی ازیں را: لازم نیامد و آں فرد را مزیتے بایں توسط
برآں نبی حاصل نہ شود چہ آں فرد بایں کمال را بتماثلت آں نبی

یافتہ است وہ طفیل او بایں دولت رسیدہ پس اَل کمال فی الحقیقت
از اَل نبی است و نتیجہ متابعت اوست و اَل فرد ہمیش از خادم
او نیست کہ از خزان او خرچ کردہ لباسہائے مزین و فرشبائے
مزین تیار کردہ می آرد کہ باعث مزید حسن و جمال مخدوم میگردد و در
عظمت و کبریائے او می افزاید این جا کلام نقص مخدوم است
و کلام مزینت خادم۔

د مکتوبات امام ربانی حصہ نہم دفتر سوم مکتوب ۹ ص ۶۶ مطبوعہ
رؤف اکیڈمی لاہور

قریباً کہیں؛ لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس
فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی
کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور
اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے۔ پس حقیقت میں وہ
کمال اسی نبی کی ملکیت ہے اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے۔ اور
وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس نے اسی
کے خزانوں سے خرچ کیا۔ اور خوش تما لباس اور قیمتی فرش
تیار کر کے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کا باعث
ہیں۔ اور اس کی عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے۔ اس جگہ مخدوم کا نقص کیا
ہے۔ اور خادم کی کون سی فضیلت ہے؟

لحد فکریہ؛

مجدد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت اور اپنے مافی الضمیر کا مفہوم
مطلب جماعی الفاظ میں بیان فرمایا۔ اس کی مائت نعمت خواں کے قائم کردہ

عنوان سے کوئی مناسبت و مطابقت نہیں۔ کیونکہ ماثم کا مقصد اس کے مفروضہ عنوان سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دینی بعض کمالات میں امتی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس احتیاج کی وجہ سے امتی مرتبہ میں ممتاز و بلند و بالا ہو جاتا ہے، ”مجرد صاحب نے اس مفہوم کی صاف صاف تردید فرمائی۔ اور اس صاحب کو نبی کا خادم اور نبی کا ہی سرسبز بیان کیا۔ کہاں خادم و مخدوم؟ اور کہاں مالک و امانت دار؟ مجرد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقصد کو مزید واضح کرتے ہوئے ایک اور مثال بھی ذکر فرمائی۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کینستفتح بضعاً لیک العہاجرین، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم غریب ہاجرین کے وسیلے سے فتح طلب فرمایا کرتے تھے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ جو کمالات ان غریب ہاجرین میں تھے ان سے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فانی تھے؟ نہیں نہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے۔ کہ جن غریب و مسکین ہاجرین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں جو شان و عظمت عطا فرمائی اُسے وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔ جو درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کمال ہے۔ ہاجرین کا ذاتی نہیں بلکہ عطا شدہ کمال ہے۔ دیکھیے! مجرد صاحب نے کتنی مہارت و وضاحت کے ساتھ مثالیں پیش فرما کر اپنی عبارت کا صحیح اور صلی مفہوم سمجھایا۔ لیکن ماثم نعت خواں اپنے مذہب و قبیح مقصد کو ثابت کرنے کے لیے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرنا نظر آ رہا ہے۔

فاحتبروا یا اولی الابصار

عنوان ششم

مکالمات انبیاء سے الحاق

مشکل کشا

تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات و
 والتیمات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر
 اصحاب میں بھی متمتع ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور مکالمات
 انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات سے ملتی ہے۔ شانائے ہی شخص کے حق میں
 حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے۔ لایدری اولم یخیرام اخر معرفین
 معلوم نہیں کہ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے پہلے بہتر میں یا پچھلے۔ (مکتوب نمبر ۲۹ اور آخر

دوم حصہ اقل ص ۱۰۲۷)

مجاہد ریسرچ ہند شریعت حضرت مجددِ عالم ثانی کی ان تجزیہات کو جان لینے

کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے۔ کہ انبیاء سابقین کے کمالات سے اس امت کے کمالات کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ اور یہ امر عقیدہ قرآنِ اہل سنت کے مطابق نہیں تو اس کے اپنے فوق کی بات ہے۔ ہم تو اس بات پر صرت یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے

ۛ

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
 ٹھو کریں دو چار وانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں
 (مشکل کشاں ص ۱۰۹ مطبوعہ حشتی کتب خانہ فیصل آباد)

عنوان ششم کی تردید

انبیاء کرام اور غیر انبیاء کو کمالات میں ہم وزن قرار دینا اور وہ بھی تبعیت کے ساتھ تفصیل طلب ہے۔ ہم اس سلسلے میں گزارش کر چکے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ نبیوں میں ان لوگوں کی معیت پائے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام

ہوا۔ وہ انبیاء صدیق شہداء اور صالحین ہیں۔) اس مفہوم کو واضح کرتا ہے لیکن عالمِ نعمت خوان جناب امجد و صاحب کی عبارت سے اپنے غلط مقصد کی تائید حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مجد و صاحب کا اس عبارت سے مقصد یہ کہ سالک اور صحابی پیغمبر کے تابع ہو کر جنت میں ان کمالات کی وجہ سے ان کے ساتھ ہو گا۔ جو کمالات اسے دنیا میں تبعیت کی بدولت ملے۔ لیکن عالمِ نعمت خوان کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ سالک اور صحابی کو انبیاء کرام کا ہم مرتبہ ثابت

کرے۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لایدری اولہم خسر الخ کے ذریعہ محض رائے اور قیاس سے استنبہا و پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس ارشاد میں رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں۔ اسی لیے آپ نے لایدری فرمایا لایدری کے الفاظ ارشاد نہ فرمائے۔ اور پھر آپ نے اپنے علم و معرفت سے اس کا فیصلہ بھی فرمادیا۔ کہ خیر القرون قرنی الخ۔ اسی کی تائید اسی مکتوب میں جناب مجدد نے یوں فرمائی۔ اما قرن اصحاب از جمیع وجوہ خیر است آنجا سخن کردن از فضولی است۔ (بہر حال حضرات صحابہ کرام کا دور وہ تمام ادوار سے بہتر ہے۔ اس میں گفتگو کرنا فضول است) اس طرح یہ فیصلہ فرمادیا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کے ساتھ کسی غیر صحابی کا موازنہ کرنا غلط ہے۔ مجدد صاحب تو اسے فضول فرمائیں۔ اور صائم نعت خوان موازنہ کرنے کے حق میں ہے۔ اور اس کے خلاف کو گمان غلط کہہ رہا ہے۔ اور اس نظریے کے منکرین کو دیوانہ کہا جا رہا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق و شوق اور صائم نعت خوان کا ذوق و شوق دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک صاحب ذوق ”مجدد الف ثانی“ اور دوسرا صاحب ذوق ”نگ انسان“ ہے۔ اس کا خود بھی اقرار کر رہا ہے۔ ”ٹھو کریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں“ یعنی بجز بی اسے علم ہے۔ کہ کالمین امت کبھی بھی کسی پیغمبر سے افضل نہیں ہو سکتے۔ یہی مجدد صاحب کا عقیدہ ہے۔ لیکن دانستہ طور پر میں ٹھو کریں کھا رہا ہوں اور مجدد صاحب کی تعلیمات کی غلط تفسیر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہوں۔ یہ بڑی بد بختی ہوگی۔ کہ جب کوئی ایسا غیر کسی کامل اور پھر مجدد الف ثانی جیسے مجدد سے ٹھو لے۔ یہ سب کچھ صائم نعت خوان نے رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے پاٹر بیلے۔ جس طرح پہلے عنوانات میں جناب مجدد کی عبارات مکمل پیش نہ کی گئیں۔ ان میں سے اپنے مقصد کی عبارت لے کر لوگوں سے کو

دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اسی طرح اس مکتوب کی عبارت اگر پوری ذکر کر دی جاتی تو مسئلہ واضح ہو جاتا۔ اس لیے ہم اس مکتوب کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امامِ ربانی:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى - ہاں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ اصحابِ شمال اصحابِ حجب ظلمانی اندو اصحابِ ممین اربابِ حجب نورانی سابقاں آنند کہ انہیں حجب و انزآں حجب برآمدہ اند و یک قدم بر شمال و قدم و یک بر ممین ہنوادہ گوئے بنقت بیدان اصل بروہ اند و از ظلال لامکانی و ظلال و جرنی بالا گوشہ و از اسم و صفت و از نشان و اعتبار جز ذاتِ نخواستہ تعالیٰ و تقدس اصحابِ شمال اربابِ کفر و شقاوت اند و اصحابِ ممین اہل اسلام و اربابِ ولایت اند و سابقان بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات و تبعیت ہر کرا بایں دولت مشرف سازند این دولت بیشتر تبعیت در اکابر اصحاب انبیاء امت علیہم الصلوٰت و التسلیمات و التمیات و بر سبیل قلت و ندرت و زغیر اصحاب نیز متبعوت است و فی الحقیقہ این شخصی نیز از زمرہ اصحاب است و طمق بکلمات انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات و در حق او مگر فرمود علیہ و علی آلہ الصلوٰة والسلام لا یدری اولہم خیر ام آخرہم ہر چند

فرمودہ علیہ وعلیٰ آہ الصلوٰۃ والسلام خیر القرون قرنیٰ این را باعتبار قرون گفته
وآن را باعتبار اشخاص و اللہ سبحانہ اعلم لیکن اجماع اہل سنت ست بر
افضلیت یحییٰ بن بعد از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام است و تسلیمات کسی نیست
کہ بر ابو بکر سبقت کرده باشد سابق سابقان این امت اوست و اقدم
پیشینان این ملت او و حضرت فاروق تومسل او بدولت افضلیت
مشرف گشته است و توسط او از دیگران بالاگشته از اینجا است کہ
فاروق را خلیفہ صدیق می گفتند و در خطبہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ می خوانند
شہسوار این معاصر حضرت صدیق است و حضرت فاروق ردیلت اوست
خوش ردیلت کہ بشہسوار موافقت نماید و باحضار او مشارکت
فرماید۔ بر سراسر سخن رویم و گوئیم کہ سابقان از احکام ہمین و شمال مانع
اند و از معاملات ظلمانی و نورانی فرق۔ کتاب ایشان و راد کتاب ہمین
و کتاب شمال است و محاسبہ شان در محاسبہ اصحاب ہمین و اصحاب
شمال کار و باب ایشان علیحدہ است و غنچ و دلالت بانیاں جدا اصحاب
ہمین در رنگ اصحاب شمال از کمالات شان چه دریا بند و در باب
ولایت در رنگ عامر مومنان از اسرار ایشان چه فراگیرند
حروف مقطعات قرآنی آموز اسرارشان است و تشابہات فرقانی
کنوز مدارج و مہول ایشان و مہول باصل ایشان را از ظل فارغ ساخته
است و در باب ظلال را از حمیم خاص ایشان و در داغ شہ۔

د مکتوب امام ربانی دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۳۹ صفحہ نمبر ۹۸۔ ۹۹۔

مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور

توجہ: سید عبد الباقی رنجپوری کی طرف صادر فرمایا۔ اصحاب ہمین

اصحابِ شمال اور سابقین کے بیان میں جنہوں نے ایک قدم شمال اور دوسرا قدم یمن میں رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدان اصل تک لے گئے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے۔ جان کہ اصحابِ شمال وہ لوگ ہیں جو تاریک پردوں میں ہیں۔ اور اصحابِ یمن نورانی پردوں والے سابقین وہ ہیں جو ان ظلمانی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمن پر رکھ کر سبقت کا گیند میدان اصل میں لے گئے ہیں۔ اور امکانی و جوبی ظلال سے اوپر گزر گئے ہیں اور انہوں نے اسم و صفت اور شان و اعتبار سے سوائے ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحابِ شمال کفر و شقاوت والے ہیں۔ اور اصحابِ یمن اہل اسلام اور اربابِ ولایت ہیں۔ اور بالا اصالتہ سابقین انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات ہیں۔ تابع ہونے کے اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کر دیں تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوٰت و السلام کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر صحابہ میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ انبیاء میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات سے ملحق ہے۔ شاید ایسے ہی شخص کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لایدری اولہم خیر ام آخرہم نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے اگلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے

اعتبار سے بہتر فرمایا۔ اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے

واللہ اعلم۔

لیکن انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے بعد افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروقی پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ ایسا کوئی نہیں۔ جو ابو بکر پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقین کے پیش رو وہ ہیں۔ اور اس امت کے پہلوں کے بھی پہلے آپ ہیں۔ اور حضرت فاروقی آپ کے توسل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے۔ اور خطبہ میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس معاملہ کے شاہسوار حضرت صدیق ہیں۔ اور حضرت فاروقی ان کے روایت ہیں۔ کیا اچھا روایت ہے جو اپنے شاہسوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصاً اوصاف میں شرکت فرماتا ہے۔ ہم اہل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سابقین یسین و شمال کے احکام سے خارج ہیں۔ اور ظلمانی و نرانی معاملات سے اوپر ہیں۔ ان کے اعمال نامے کتاب یسین اور کتاب شمال سے جدا ہیں۔ ان کا محاسبہ اصحاب یسین اور اصحاب شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے۔ ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ جدا ہے۔ اصحاب یسین اصحاب شمال کی طرح ان کمالات سے کیا پاسکتے ہیں۔ اور ارباب ولایت۔ ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار و رموز اور قضاہات قرآنی ان کے مدارج کے وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انہیں ظل سے فارغ کر دیا۔ اور ارباب ظلال کو ان کے حریم خاص سے دور کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مہر و صاحبِ رحمت اللہ علیہ کے مکتوب درج بالا کے چند فوائد مندرجہ ذیل

ہیں۔

- ۱۔ اصحابِ شمال یعنی تاریک پردوں والے کافر اور بد بخت لوگ ہیں۔
 - ۲۔ اصحابِ یمن نورانی پردوں والے مسلمان اور اولیاءِ کرام ہیں۔
 - ۳۔ سالبقون واصل پیغمبر ہیں۔ اور ان کی اتباع میں یہ مقام اکابر صحابہ کرام کو بکثرت اور غیر صحابہ کو قلت ملتا ہے۔
 - ۴۔ غیر صحابی کہ جس کو درجہ سالبقین عطا ہوتا ہے وہ بھی صحابہ کرام کے زمرہ میں اور انبیاءِ کرام کے کمالات سے ملتی ہے۔
 - ۵۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاءِ کرام کے بعد ابو بکر و عمر افضل ہیں۔ ان میں سے فاروق اعظم کی افضلیت ابو بکر کے توسل سے ہے۔
 - ۶۔ سالبقون احکام میں اصحابِ یمن و شمال سے جدا ہیں۔ تاریک پردوں اور نورانی پردوں سے کہیں اوپر ہیں۔ کہ ان کی کتاب اعمال اُن سے علیحدہ ہے۔
 - ۷۔ اصحابِ یمن (مسلمان و اولیائے امت) سالبقون کے کمالات کو پانے سے اسی طرح قاصر ہیں جس طرح اصحابِ شمال۔
 - ۸۔ اربابِ تلال (اولیاء، اقطاب، ابدال) سالبقون کے حریمِ فاس سے بہت دور رہتے ہیں۔
- ان امور کو مد نظر رکھ کر جناب مجدد کا نظریہ خود سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک عام مسلمان ہو یا صاحبِ ولایت کبھی بھی صحابہ کرام کے کمالات نہیں پاسکتا۔ لہذا اس کی افضلیت قطعاً ناممکن۔ اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق کے مرتبہ و کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جب ایک امتی کا اپنے نبی کے صحابی کے مقام کو پانا ناممکن ہو تو یہ کیوں ممکن کہ وہ خود نبی کے مقام کو حاصل کر کے؟ ایک طرف

جناب مجدد صاحب کے ارشادات اور دوسری طرف صائم نعمت خوان کی ان کے
مکتوب میں خیانت کرنا اور پھر اس سے اپنا غلط مقصد پورا کر کے دکھانا کون سی
دیانت داری ہو سکتی ہے؟ جنہیں خود صائم علم کے دریا کہے اور ان کی مخالفت
سے ڈرائے۔ کیا یہ لوگوں کو دھمکانے کے لیے تھا۔ خود ان کے ارشادات کے
سامنے سر تسلیم خم کیوں نہ کیا۔ اور ان کی مخالفت سے خوف کیوں نہ آیا؟ اہل سنت
کا بقول مجدد الف ثانی اجماعی عقیدہ چھوڑ کر بمطابق فیصلہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
(من شذ شذ فی النار) خود صائم صاحب نے اپنی آخرت کا معاملہ
سخت تر کر لیا۔ _____ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عموان ہفتم = حضرت علی خلیفہ بلا فصل نو

مُشکل کُشا

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کا رسول کا خلیفہ اعظم اور بالئین اول جس صورت
میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر درست ہے اور اس کے لیے ہم ہزاروں
مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر امور سلطنت اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ کے
لیے جس مسئلہ خلافت پر حضرت ابو بکر متکثر ہوئے اس میں یقیناً وہی خلیفہ اول
بلا فصل اور بالئین رسول ہیں۔

خلافت اس کو کہتے ہیں:

جناب حیدر کار رضی اللہ عنہ بلا شک وریب روحانی طور پر تاجدار انبیاء
کے خلیفہ اول ہیں۔ اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے
اگر کوئی شخص بزم خویش تصور کرتا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر ہی روحانی طور پر

بھی آپ کے خلیفہ اول ہیں۔ تریہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ اولیاء کرام کا کثیر گروہ اس امر پر متفق ہے۔ کہ ولایت و قطبیت کبریٰ اعلیٰ ترین مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر تقدس ہستی کو ممکن فرمایا۔ وہ آپ کے اہل بیت کرام ہی ہیں۔ اور ان تمام ائمہ اہل بیت میں سے پہلا نمبر تاجدارِ اولیاء و اعیاد امیر المؤمنین سیدنا جید گار علیہ السلام کا علی وراثت اور رومانی خلافت جناب شیر خدا سے پہلے کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے رسول اللہ کے بعد انھی رسولِ زوجِ قبول سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنتِ رومانیہ کے تاجدارِ اول ہیں۔ اور آپ کی اس اولیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سیہم نہیں۔ (مشکل کشادہ ص ۲۷۱ تا ۲۷۵)

عنوانِ ہفتم کی تردید

”حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں“ صائم نعمت خوان نے اس عنوان میں خلافت بلا فصل کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ یعنی مطلقاً خلافت بلا فصل کہہ کر تمام اعتبارات سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”بلا فصل خلیفہ“ کہا ہے۔ عنوان میں خلافت رومانی یا خلافتِ سلطانی کسی کا تذکرہ نہیں۔ تاہم کلام آپ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے اور اہل تشیع کے درمیان من جملہ اختلافی مسائل میں ایک ”خلافت بلا فصل“ کا مسئلہ بھی ہے۔ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے قائل و معتقد اور اہل تشیع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے مثبت ہیں۔ صائم نعمت خوان کا عنوان کو اطلاق پر چھوڑنا شیعہ لازمی نہیں اقرارِ افضیت نظر آتا ہے۔ اس اطلاق کی وجہ سے جب اس نے اپنا رافضی ہونا مان لیا۔ تو پھر یاد آیا۔ کہیں کوئی کہلاتا ہوں۔ اور عقیدہ شیعوں والا بیان کر رہا ہوں۔ اب اس نے

اہل تشیع کا ایسے مقام پر چلایا جانے والا عرب یعنی تقیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ خلافتِ رومانی، کا سہارا لیا۔ گویا وہ "لا دین لمن لا تقیۃ لہ" کے ذریعہ اپنے یمن کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ تو پھر عنوان میں دھوکہ دینے سے کیا مطلب؟ مائٹم کے کلام میں تناقض موجود ہے۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اعظم اور جانشین اول ہیں۔ آپ رومانی اعتبار سے قطعی اور اجتماعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول میں ایک اور جگہ مائٹم نعمت عنوان کی تحریر ملاحظہ ہو۔

الصدیق:

نبوت اور صداقت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اور جوہم نے ذکر کیا صدیق کی اس تفسیر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صدیق کا مرتبہ نبوت کے بعد علم و فضل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وصف کی وجہ سے ہے۔ جو صدیق انسان کے لیے بیان ہوا ہے اور ایسے ہی وہ دلیل ہے جو قرآن کے لفظ سے دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی اور صدیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے دل میں خبر دینے والے رسول کی بات عامل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت الایمان میں رسول کے ساتھ اور اعلیٰ اثبات کے لیے قریب کی جہت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے تعلقات سے ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مقام مائل نہیں و دل تفسیر الصدیق بما ذکرنا علی انہ لا مرتبۃ بعد النبوة فی الفضل و العلم الا هذا العرفان و هو کون الانسان صدیقاً و کما دل الدلیل علیہ فقد دل لفظ القران علیہ فانہ انما ذکر الصدیق و النبی لہم یجعل بینہما واسطۃ یدخلہا ف

قول المغبر الرسول و متعلقه فی الحقیقۃ الایمان بالرسول
و یكون الایمان بالله علی جهة القربۃ و لیس بین النبوة
والصدیقیۃ۔

(روح البیان جلد ۱ ص ۷۶)

الصدیق تصنیف صائم نعمت خوان فیصل آبادی ص ۲۰۳

مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد

مقام غور:

دو صدیق نامی تصنیف میں صائم نعمت خوان سے سیدنا صدیق اکبر رضی
کے بارے میں روح البیان کے حوالے سے یہ ذکر کیا کہ نبوت کے بعد اگر مرتبہ
مقام ہے تو وہ صدیق اکبر کا ہے۔ لامرتبہ بعد النبوة فی الفضل
والعلم الا هذا الوصف۔

اس عبارت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری نہیں بلکہ بالذاتی
کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ یہ وہی روحانی خلافت ہے۔ کہ جس کے بارے میں
دو مشکل کشا، میں صائم نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے باجماع صوفیاء اور لوہیا کرام
اس کا قول کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی عبارت میں تناقص موجود ہے۔
دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ضمنی عقیدہ کو ثابت کرنے کے
لیے روحانی اور ظاہری خلافت کا چکر چلایا۔ یہ اس کے دو تفسیر، کی کارستانی
ہے۔ جہاں تک یہ لاف زنی کی گئی۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بلا فصل خلیفہ
روحانیت میں ہونا تمام اہل طریقت کا اجماعی اور متفق علیہ ہے۔
لیکن ہم ہی اس کو جانتے ہیں۔ کہ وہ کون سے اہل طریقت ہیں۔ جن کا یہ قول ہے۔ اگر

قطعی اور متفق علیہ ہے۔ تو اس کی دلیل صائم نعمت بخوان کو ضرور پیش کرنی چاہیے تھی۔ جناب مجدد صاحب جو اہل طریقت کے مشہور اور معروف فرد ہیں۔ جن کی علمیت و روحانیت پر صائم کو بھی یقین ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ہم پیش خدمت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مکتوباتِ امام ربانی:

فوق مقام ولایت مقام شہادت است و نسبت ولایت بہ شہادت نسبت تجلی صوری و تجلی ذات است بل بعد ما بینہما اکثر من بعد ہذین التجلیتین کذا امر۔ و فوق مقام شہادت صدیقیت است و تفاوتیکہ میان این دو مقام است۔ اجل من ان یعبیر عنہ بعبارة واحظمر من ان یشار الیہ باشارة و فوق ان مقامی نیست الا النبوة علی اہلہا العلوات والتسلیمات و نشاید کہ میان صدیقیت و نبوة مقامی بودہ باشد بلکہ محال است و این حکم بہ محالیت او بکشف مریح صحیح معلوم گشت۔

(مکتوباتِ امام ربانی و فتراول حصہ اول مکتوب ۱۷ ص ۳۱ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جن طرح تجلی صوری تجلی ذاتی کے سامنے بلکہ ان دو نسبتوں میں بعد اور فاصلہ ان دو تجلیوں کے بعد اور فاصلہ سے گئی گناہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے۔ اور وہ فرق و تفاوت جو ان

دو مقاموں کے درمیان ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں مگر مقام نبوت ہے۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف مرید میحج سے معلوم ہو چکا ہے۔

لمحہ فکریہ :

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کے اور صدیقیت کے درمیان کسی درجے اور مقام کو تسلیم کرنا محال قرار دیا ہے۔ اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے ساتھ بلا فصل اگر کسی کا مقام و مرتبہ ہے تو وہ صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ مجدد صاحب کا ارشاد مرتبہ روحانی کے بیان کے لیے ہے نہ کہ مرتبہ ظاہری کے لیے۔ جب روحانی طور پر صدیق اکبر کا مقام فاصلہ کا محتاج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ روحانی طور پر خلافت بلا فصل بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حق ہے۔ اور انہیں ہی مسلم ہے۔ اسی پر اہل طریقت کا اتفاق ہے لہذا مائت نعت خوان کا عنوان ”علی خلیفہ بلا فصل“ اور پھر اس کی روحانی خلیفہ بلا فصل سے توجیہ پیش کرنا اہل سنت اور اہل طریقت سب کے نزدیک غلط اور باطل ٹھہری۔ صرف اس عنوان نے مائت کی شیعیت ثابت کر دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوان ہشتم = علی کیوں افضل ہیں

مشکل کشا

جناب مجدد الوالت ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے امت کے اس فرمان کی تخریب کرنا پڑے گی جن کا دعوے ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدرکار پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب عوث اعظم سے منسوب ہے۔ اور عوث اعظم کے کمالات روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشر عشیر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں۔ عوث اعظم کا یہ فرمان شاہ عدل ہے۔ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے۔ کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو امت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے۔ تو پھر کسی اضطراب و اضطراب کے ساتھ تسلیم کرنا ہو گا۔ کہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم وجہہ الکریم تمام امت محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیاء کبار کے فرامین کے مطابق تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجددانہ حاضرہ شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل حیدرکار کو فرض قرار نہیں دیا۔

عنوانِ ہشتم کی تردید

جس طرح گذشتہ عنوانات کو مجددِ اہل سنت کے نام سے مائٹ نفٹ خوان نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ہم نے اس کی عقلی کھول کر رکھ دی۔ اب اسی طرح عنوانِ ہشتم کو بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس میں مجددِ صاحب کے ارشادات بالکل مخالفت میں ہیں۔ اس لیے یہاں مائٹ کارویہ بہت تبدیل ہو گیا۔ یہی مجددِ صاحب ہیں۔ کہ جن کے بارے میں اس نے شروع کتاب میں لکھا: ”مجددِ صاحب کے مقام ارفع و اعلیٰ اور جلالتِ علمی کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہے جو مجددِ صاحب کی مخالفت کرتے ہیں؟“ اس کے بعد مزید لکھا کہ ”کس بد نصیب کو مجالِ دم زردنی ہے کہ اس مقبول بارگاہ اور صاحبِ استقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اختلاف کر کے ناقابلِ معافی جرمِ کامرکنب ہونے کی جرات کر سکے“ اور اب چونکہ ”وعلیٰ کیوں افضل نہیں“ کے عنوان کی تائید مجددِ اہل سنت کے ارشادات سے نہ مل سکی۔ تو ان کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس مخالفت میں نہ اسے اُن کا مقام ارفع و اعلیٰ نظر آیا۔ نہ جلالتِ علمی کا پاس رہا۔ اور نہ ہی اپنے نصیب پر رحم کھایا۔ اور ناقابلِ معافی جرمِ کابڑی ڈھٹائی سے ارتکاب کیا۔ گویا اپنے جال میں خود بھنس گیا۔ یہ صرف اسی عنوان میں ہی نہیں۔ بلکہ تمام گذشتہ عنوانات میں اس نے مجددِ صاحب سے اختلاف ہی کیا ہے۔ لیکن وہاں دھوکہ دہی کے طور پر اُن کو اپنا مایا ظاہر کیا۔ اور اس عنوان میں بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس ورد

میلش اندر طبعِ پاکاں ز مد

عنوان ہشتم سے مائٹم کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام افراد امت سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی افضلیت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی پر بھی ہے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ترین امت نہیں بلکہ علی المرتضیٰ ہیں۔ مجدد و العت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بلکہ اہل سنت کا اجماعی اتفاق عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں سے افضل ترین شخصیت ابو بکر صدیق ہیں۔ اسی عقیدہ کی ترجمانی ہر سنی خطیب و دوران خطبہ کرتا ہے۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتصیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

جناب مجدد صاحب چونکہ نقشبندی ہونے کے واسطے سے اپنا سلسلہ روحانی ابو بکر صدیق سے رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے سلسلہ کی بڑائی کے لیے ایک دلیل پیش فرمائی۔ وہ یہ کہ اس سلسلہ کی افضلیت کی یہ دلیل ہے۔ کہ اس کی انتہا اس شخصیت پر ہوتی ہے۔ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہے۔ اور وہ ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ یہ ان کی ذاتی دلیل ہے۔ اسی طرح دوسرے سلاسل کے متوسلین اپنے اپنے سلسلہ کے اعلیٰ و ارفع ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اس پر کوئی جرح یا اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص جس سلسلہ سے منسلک ہے۔ وہ اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اور اس کی افضلیت جانتا ہے۔ ہر ماں اپنے بیٹے کو چاند کہتی ہے۔ اور اس جیسا کسی کو نہیں سمجھتی۔ ہر بیٹا اپنے باپ کو اعلیٰ و ارفع سمجھتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنا بے وقوفی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قطع نظر کسی سلسلہ سے وابستگی کے امت میں سے کون سا شخص افضل ترین ہے۔ جو لوگ سلسلہ نقشبندی سے منسلک نہیں وہ بھی اسی بات کے محال ہیں۔ کہ وہ شخصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کی تائید میں ایک نہیں ہزاروں اقوال پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم یاد دہانی کے لیے صرف امام اہل سنت مجدد و العت حاضر

(جن کا ذکر خود صائم نے اس عنوان میں بھی کیا ہے) مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا افضل ترین کہنے والے پر فرض کا فتوے نہیں لگاتے۔

فتاویٰ افریقہ:

سوال میں چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کہا۔ یہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر مذہب منصور میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مرتضیٰ رضی اللہ عنہم جمعین۔ جو چاروں کو برابر جانے وہ سنی نہیں۔

اس فتوے کی رو سے صائم نعت خوان ”سنی“، ذرا با۔ کیونکہ وہ علی المرتضیٰ کی افضلیت کا قائل اور مبلغ ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک تو چاروں کو برابر مرتبہ و مقام دینے والا بھی ”سنی“ نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک مشہور اعتراض:

میں ہی صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے گا وہ کذاب
(علی رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ شریف:

حدثنا محمد بن اسماعيل روى حدثنا عبد الله
بن موسى ابنا العلاء بن صالح عن المنهال عن
عباد بن عبد الله قال قال عليّ أنا عبد الله
وَأَخُو رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا
الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ
صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ -

(ابن ماجہ شریف ص ۱۲ ذکر فضل علی بن ابی طالب
مطبوعہ فور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔
میرے بعد ان باتوں میں وہی کہے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں خود میرے
لوگوں سے سات برس پہلے نمازیں پڑھیں۔

روایت مذکورہ میں دو صدیق اکبر کا لقب خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے
لیے ذکر فرمایا۔ اور پھر اس شخص کو کذاب بھی فرمایا۔ جو اسے کسی اور کے لیے استعمال کرے۔
لہذا اہل سنت و جماعت اس لقب کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال
کر کے کذاب ہوئے۔ ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدود
بغض کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔

جواب: روایت مذکورہ کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول: ظالم لفظ
 رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں صدیق اکبر ہوں جو میرے بعد کسی کو صدیق اکبر کہے وہ کذاب ہے۔

حصہ دوم؛

آپ نے سب سے پہلے سات سال نمازیں پڑھیں۔ روایات
 میں کچھ ایسی بھی ہیں۔ جن میں ان دونوں کو یکجا اور بعض میں علیحدہ علیحدہ ذکر کیا گیا ہے
 بہر حال ہم دونوں کا بالترتیب جواب لکھتے ہیں۔

جواب حصہ اول

اس روایت میں چار راوی یا تشیعہ ہیں یا کذاب

مجروح

ابن ماجہ شریف میں روایت مذکورہ میں دونوں مسئلے موجود ہیں۔ اور ان کی پوری
 سند بھی دی گئی ہے۔ اس کی سند میں عبید اللہ بن موسیٰ، علاء بن صالح منہال اور عباد
 بن عبد اللہ چاروں پر محدثین کرام نے سخت جرح کی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

عبد اللہ بن موسیٰ: تہذیب التہذیب؛

وَ كَانَ يَتَشَبَّهُ وَيُرْوَى أَحَادِيثَ فِي التَّشْبِيحِ
 مَنكِرَةً وَ ضَعِيفَةً بِذَلِكَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ
 وَ قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سَفْيَانَ شَيْعِيٌّ وَ إِنْ
 قَالَ فَتَابِلٌ رَافِضِيٌّ لَمَّا نَكَرَ عَلَيْهِ وَ هُوَ
 مَنكِرٌ أَعَدُّنْتُ وَ قَالَ الْجَوْنُ جَانِيٌّ وَ عَبِيدُ اللَّهِ
 بْنُ مُوسَى أَثَلِيٌّ وَ اسْوَأُ مَذْهَبًا وَ أَرْوَى لِلْعَجَائِبِ

وَقَالَ الْحَاكِمُ سَمِعْتُ قَاسِمَ بْنَ قَاسِمٍ الْيَاسِرِيَّ
 سَمِعْتُ أَبَا مُسْلِمٍ الْبَغْدَادِيَّ الْحَافِظَ يَقُولُ
 عَبِيدُ اللَّهِ مِنْ الْمَثْرُوكِيِّينَ تَرَكَهُ
 أَحْمَدُ لِشَيْئِهِ..... وَكَانَ يَفْرَطُ فِي الشَّيْخِ
 وَقَالَ أَحْمَدُ رَوَى مِنْكَ كَثِيرًا وَقَدَرَأْتُ
 بِمَكَّةَ فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۵۳ حرف العین بیروت)
 ترجمہ: اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ اور تشیع کے بارے میں منکر
 احادیث کی روایت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کثیر محدثین نے اسے
 ضعیف قرار دیا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے اسے شعیبی کہا۔ اور اگر
 اسے کوئی رافضی کہتا۔ تو اس سے کوئی انکار نہ تھا۔ یہ مکتوح الحدیث
 ہے۔ ابن جوز جانی کے بقول عبید اللہ بن ہاشم، ہمیں طور پر بیت غالی
 اور بڑا آدمی تھا۔ عجائبات کی روایت کرنے میں سب سے بڑھ کر
 ہے۔ حاکم نے کہا۔ کہ میں نے قاسم بن قاسم سے انہوں نے ابو
 مسلم حافظ بغدادی سے یہ سنا۔ کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک راویوں
 میں شامل ہے۔ امام احمد نے اسے تشیع کی وجہ سے چھوڑ دیا۔.....
 تشیع میں غلو کرتا تھا۔ امام احمد نے اس کی منکرین الحدیث میں شمار
 کیا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ لیکن اس سے منہ پھیر
 لیا تھا۔

میزان الاعتدال؛

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ شَيْعِيًّا مَنَحَرِفًا

وَرَوَى الْيَمُورِيُّ عَنْ أَحْمَدَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ
صَاحِبَ تَخْلِيْطِ حَدِّثَ بِأَحَادِيثَ سَوِيءٍ
وَ أَخْرَجَ تِلْكَ الْبَلَايَا وَ قَدْ رَأَيْتَهُ بِمَلَكَةٍ
فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ۔

رمیزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۰، احرف العین۔

ترجمہ: عبید اللہ بن موسیٰ کو ابو داؤد نے شیعہ اور منحرف شیعہ قرار دیا ہے۔ امام احمد سے مروی کہ یہ عبید اللہ، احادیث کو گڈ بڈ کر لیتا تھا۔ اس نے بڑی احادیث روایت کیں۔ اور یہ مصیبتیں اسی کی کھڑی ہوئی ہیں۔ میں نے اسے مکہ معظمہ میں جب دیکھا تو اس سے منہ ہٹا لیا۔

علاء بن صالح : میزان الاعتدال،

وَ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ كَانَ مِنْ عَنُقِ الشَّيْعَةِ
وَ قَالَ ابْنُ الْمَدِينِ رَوَى أَحَادِيثَ مَنَاجِيرٍ
..... حد ثنا عبید اللہ بن موسیٰ حد ثنا
العلاء بن صالح عن منہال بن عمرو عن
عبادہ بن عبد اللہ قال سمعتُ عليّاً يقولُ
أَتَعْبُدُ اللَّهَ وَ أَخُو رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عليه و سلم و أنا الصَّديقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا
بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ
سِنِينَ۔

رمیزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۱، احرف العین مطبوعہ مصر قديم

ترجمہ؛ علامہ ابن صالح کو ابو حاتم نے شیعوں کا سردار کہا ہے۔ ابن مدینی کے بقول یہ معکرانہ و میث روایت کرتا ہے۔ جیسا یہ حدیث کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس کے رسول کا بھائی اور مدنی اکبر ہوں۔ میرے بعد یہ القاب وہی اپنے لیے استعمال کرے گا۔ جو کذاب ہوگا۔ میں نے لوگوں سے قبل سات برس نمازیں پڑھیں۔

منہال بن خلیفہ: تہذیب التہذیب؛

عَنْ شُعْبَةَ أَتَيْتُ مَنْزِلَ الْمِنْهَالِ فَسَمِعْتُ مِنْهُ صَوْتَ الظَّنْبُورِ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَتَى شُعْبَةَ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرِوٍ فَسَمِعَ صَوْرًا فَتَرَكَهُ وَقَالَ الْجَوْزْجَانِيُّ سِئُّ الْمَذْهَبِ قَالَ وَقَفْتُ الْمَعِيرَةَ صَاحِبُ اِبْرَاهِيمَ عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي يَادُوقَ قَالَ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ هَذَا الْاَحْمَقِ اِنِّي نَهَيْتُهُ عَنْ اَنْ يَرَوْى عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرِوٍ وَعَنْ عِبَادَةَ فَتَارَقَنِي عَلُوٌّ اَنْ لَا يَفْعَلُ شَرَّهُمْ وَيَرَوْى عَنْهَا نَشَدْتُكَ يَا اللّٰهُ تَعَالَى هَلْ كَانَتْ تَحِيُّونَ شَهَادَةً الْمِنْهَالِ عَلٰى دَرَاهِمَيْنِ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا-

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۲۰ حرف المیم)

ترجمہ: شبہ کہتا ہے کہ منہال کے گھر گیا۔ تو مدرسے طبنور بکنے کی آواز سن کر میں واپس آگیا۔ اور میں نے منہال سے کچھ بھی نہ پوچھا، ابی مدنی جناب یحییٰ بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ جناب شعیبہ ایک مرتبہ منہال کے گھر آئے۔ تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ فوراً واپس آگئے۔ جو زبانی نے اسے بد مذہب کہا۔ شعیبہ براہیم کا ساتھی یزید بن ابی زیاد کے پاس کھڑا تھا۔ تو کہا۔ کیا تو اس اندھے بے وقوف سے تعجب نہیں کرتے۔ میں نے اسے منہال سے روایت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تو اس نے اسی عہد پر مجھ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اس کے باوجود ان دونوں سے روایتیں کرتا ہے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا منہال کی دو درہم کے مقابلہ میں بھی گواہی تسلیم ہے۔ کہا۔ بخدا! نہیں۔

عبادہ بن اسدی: تہذیب التہذیب؛

عبادہ بن عبد اللہ الاسدی الکوفی رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعَنْهُ الْمَنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ الْبُخَارِيُّ فِيهِ نَقَطٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ ضَرَبَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَلَى حَدِيثِهِمْ عَنْ عَلِيٍّ أَنَا الصِّدِّيقُ الْكَبِيرُ وَقَالَ هُوَ مُتَكَبِّرٌ - (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۹۸)

ترجمہ: عبادہ بن عبد اللہ اسدی، علی سے اور علی سے منہال بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا اس میں نظر ہے۔ علی بن ابی

نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے۔ جناب احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کو علی المرتضیٰ نے اپنے آپ کو دوسری کتب پر فرمایا ہے۔ کہ یہ نامقبول ہے۔ اور مشکوٰۃ بھی ہے۔ یاد رہے اس حدیث کو مستدرک نے بھی نقل کیا ہے تو اس کے ذیل میں علامہ زبیری نے یوں جرح کی ہے۔

المستدرک:

قُلْ كَذٰبًا قَالُوْا هُوَ عَلٰی شَرْطٍ وَّاحِدٍ مِّنْهُمَا
بَلْ حَدِيْثٌ بٰطِلٌ فَتَدْبِرُوْهُ وَاَعْيَادٌ قَالَ ابْنُ
الْمَدِيْنِيِّ ضَعِيْفٌ۔

(التلخیص ذیل مستدرک جلد سوم ص ۱۱۲ کتاب معرفۃ الصحابۃ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ زبیری فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بخاری اور مسلم میں سے کسی ایک کی شرط
پر جمع کی گئی۔ تو درکنار یہ تو حدیث باطل ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں
بلکہ باطل ہے۔ اس میں غور کر۔ عباد کو ابن مدینی نے ضعیف
کہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے روایت مذکورہ کے تین راویوں کا حال لکھنے
ملاحظہ کیا۔ جبہ اللہ بن موسیٰ ضعیف لافضی ہے۔ اس سے کیا توقع کروہ تقیہ

سے دستبردار ہو کر صحیح حقیقت حال بیان کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس کی اجادیت کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی طرح علاء بن صالح بھی سردارانِ شیعہ میں سے ہے منکر الحدیث مشہور ہے۔ تیسرا منہال نامی راوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اور چوتھا بقول احمد بن حنبل ضعیف الحدیث ہے۔ ان چار راویوں پر حرج اپنے مقام پر لیکن امام ذہبی نے اس حدیث کو باطل قرار دے کر تمام راہیں بند کر دیں۔ اس موضوع حدیث کے ذریعہ اداس کے بہار سے اہل سنت پر اعتراض کرنا کہ وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کا لقب دے کر کتاب بن گئے۔ کسی طرح بھی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر یہی بات ہے۔ تو پھر کتب شیعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لقب موجود نہ ہو کر ہے۔ واقعہ ہجرت کے ضمن تفسیر قمی نے اسے لکھا۔ اسی طرح کشف الغمہ فی معرفۃ الائمة میں تلوار پر سونا چڑھانے کا مسئلہ جب امام باقر سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار کا حوالہ دیا۔ جب سائل نے امام باقر سے ابو بکر کو صدیق کہنے کی بابت کچھ حیرانی میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ نعم الصدیق، نعم الصدیق الخ لہذا حدیث موضوع کا سہارا لے کر ابو بکر سے لقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جدا کرنا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کرنا قطعاً باطل اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

جواب حصہ دوم: المستدرک،

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ عَبَدْتُ اللَّهَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يُعْبَدَهُ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ (رَقَلْتُمْ) فَهَذَا بَاطِلٌ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ مَا
 أَوْحِيَ إِلَيْهِ مِنْ بِيَدِ خَدِّ جِبْرِيلَ وَأَبُو بَكْرٍ
 وَبِلَالٌ وَزَيْدٌ مَعَ عَلِيٍّ قَبْلَهُ بِسَاعَاتٍ أَوْ بَعْدَهُ
 بِسَاعَاتٍ وَعَبْدُ وَاللَّهُ مَعَ نَبِيِّهِ فَأَيُّ السَّبْعِ
 سِنِينَ وَلَعَلَّ السَّمْعَ أَخْطَاءً فَيَكُونُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 قَالَ عَبَدْتُ اللَّهَ وَرَبِّي سَبْعَ سِنِينَ وَكُنْتُ يَضْبُطُ الرَّوِي
 مَا سَمِعَ تَرْجَمَةً شَيْعِي جَبَلٌ - (المستدرک
 جلد سوم ص ۱۱۲ ذکر معرفۃ الصحابة مطبوعہ

بیروت جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کی۔ کہ اس عمر میں امت کا کوئی ایک فرد بھی اللہ کی عبادت کرنے والا
 نہ تھا۔ میں صاحبِ مستدرک کہتا ہوں۔ کہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء وحی کے وقت ایمان لانے والے حضرت خلیفہ
 ابوبکر، بلال اور زید ہیں۔ ان کے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان
 قبول کرنے کے درمیان چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر ہے۔ ان سب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ لہذا وہ سات
 سال (جو علی المرتضیٰ کے تنہا عبادت کرنے کے تھے) کہاں گئے۔ ہو سکتا
 ہے کہ راوی کو روایت کے سنتے وقت کچھ غلطی ہوئی ہو۔ علی المرتضیٰ
 نے یوں فرمایا جو کہ ایمان لانے کے وقت میری عمر سات برس تھی
 اور راوی نے اسے دم ضبط کی بنا پر دوسرا رنگ دے دیا ہو۔ (جوڑ کر)

پہر سی روایت کا ایک راوی جس کا نام جبہ ہے۔ وہ کثیر اور بہت بڑا شیعہ ہے۔

توضیح: ابن ماجہ میں روایت مذکورہ کے دونوں حصے تھے۔ ہم نے ان دونوں میں سے پہلے حصے کی تردید بذریعہ سند کی۔ یہی تردید ابن ماجہ کی روایت کی بناء پر دونوں حصوں کی مشترک بھی بن سکتی ہے۔ جب دونوں باتوں کے راوی ایک ہی ہیں تو پوری روایت پر ان کی جرح کا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے جواب اول میں دونوں امور غلط اور موضوع ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے صرف دوسرے حصے کو لے کر اس پر دو طرح جرح کی۔ اول یہ کہ راوی کو سننے کے بعد ضبط میں خلل واقع ہونے کی بنا پر سات سال عبادت کرنے کا معاملہ بیان ہوا۔ حالانکہ چند ساعتوں کی تقدیم و تاخیر سے علی المرتضیٰ کے ساتھ اور بھی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ لہذا اتنا طویل عرصہ تنہا علی المرتضیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہونا در باطل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کا ایک راوی جبہ نامی کثیر شیعہ ہے۔ تو اس نے اپنے نظریات کے پیش نظر اتنا جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہو۔ اس طرح کی ایک باطل اور موضوع حدیث کے ذریعہ ابو بکر کو صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرنے پر اعتراض اور اس لقب کو علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص کرنے کی سعی واصل ایک شیمی چال ہے۔ جو حقیقت پر مبنی نہ ہوتے ہوئے۔ امام باقر اور امام جعفر صادق کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف ہے۔ حسد و بغض کی عینک اتار کر معرفت حق کی آنکھ سے اکبر دیکھا جائے۔ تو صمیم اور غلط میں امتیاز کمزور کوئی مشکل نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فاعتبروا یا اولی الابصار

منظوم

پنجابی میں

مقتبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از مصنف کتاب

ڈنگ کھانڈاں میا دکھ اٹھانڈاں میا سینے لاکے نبی نوں سولانڈاں میا
 موڑھے چاکے نبی نوں اٹھاوند گیا پیرو نوں دے ہستی وچ دیکھا واند گیا
 رب ذوالجلال داحکم آیا بدوں ثانی اثنین دالقب پاوند گیا
 اذ یقول لصاحب حکم آیا بدوں ان اللہ معنا دی شان پاوند گیا
 قیدی بدرے سب اوہ چھوڑ واند گیا پھر قیدیاں نوں صحابی بتاوند گیا
 مال و دولت نثار کر کے سبھی اللہ رسول نوں ہما اوہ مناوند گیا
 مروا بجا حکم پاکے مدینے سب صحابہ نوں نمازاں پڑھاوند گیا
 عمرہ عثمان رضی عنہ سب صحابہ نبی امام سب داہی اوہ کہلاوند گیا
 صدیق اکبر دی شان نوں جانے کوئی ولاد بنیا ہے جس وار رسول خدائی
 خلافت بلا فصل اس نے ہے پائی تلیفہ بلا فصل ہی اوہ کہلاوند گیا
 قرض محبوب دے سب ادا کر دیا وی بن کے نبی دا دکھاوند گیا
 بعد نبیاں دے شان جس نرس ملی دین و دنیا دی دولت ہے اس نوں ملی
 صداقت دی چادر بھی اس نوں ملی! حقیق صدیق ہی اوہ کہلاوند گیا
 اَوْصِلِ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ دے آن نظر ڈیرہ نال نبی دے لگاوند گیا
 طعن چنے روافض نے کیتے سبھی غلام صدیق دا سب اوڑاں دیا گیا
 محمد علی نے دفاع کیتا بدوں شفاعت صدیق دی اوہ پاوند گیا

تمام صحابہ کرام میں سے یہ شخصین کا مقام منفرد ہے۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے

جنت بھرا ہوا ہے۔

مکتوبات امام ربانی:

روزے شخصے نقل کر وہ کہ نوشتہ اند کہ نام حضرت امیر بردر بہشت ثبت
 کردہ اند بخاطر رسید کہ حضرت شخصین از خصائص آل مومن چہ باشند۔ بعد از توجہ
 تمام ظاہر شد کہ دخول ای امت در بہشت با تنصواب و تجویز ای دو اکابر
 خواهد بود گویا حضرت صدیق بردر بہشت ایستادہ اند و تجویز دخول مردم
 می فرماید و حضرت فاروق دست گرفته بدرون می برند و مشہور میگردد کہ گویا تمام
 بہشت بنور حضرت صدیق مملو است و در نظرای حقیر حضرت شخصین را
 در بیان جمیع صحابہ شان علیحدہ است و در جمہ منفردہ گویا بہیچ احد سے
 مشارکت ندارند حضرت صدیق با حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰت
 والتسلیمات گویا ہم خانہ است اگر تفاوت است بعلو و سفلی است
 و حضرت فاروق بطفیل حضرت صدیق نیز بایں دولت مشرف اند۔
 و سایر صحابہ کرام بانسرد علیہم و علیہم الصلوٰت والتسلیمات نسبت ہمسرانی
 دارند یا ہمشہری با ویلادامت خود چہ رسد۔۔۔۔۔ از حضرت صدیق چہ گوید
 کہ جمیع حسنات حضرت عمر یک حسنہ است۔ چنانچہ منبر صادق الاثن

خبر داده و محسوس میگردد انخطاطی که حضرت فاروق را از حضرت صدیق است
 زیادہ از آن انخطاط است کہ حضرت صدیق را از حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ
 والتسلیمات پس قیاس کن کہ انخطاط و دیگرال از حضرت صدیق
 چه قدر خواہد بود و همچنین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا نشدند
 و حشر نیز در میان ایشان خواہد بود۔ چنانچہ فرمودہ۔ پس افضلیت بلاطہ
 اقریبیت ایشان را بود این سقیر تلیل البضاعت از کمالات ایشان ہم
 گوید و از فضائل ایشان ہم بیان نماید زہرہ را چه یار اگر سخن از آفتاب
 گوید و قطرہ را چه جمال کہ حدیث بحرمان بر زبان آورد۔ اولیاء کہ برائے
 دعوت خلق مرجع اند و از ہر دو طرف ولایت و دعوت بہرہ تام دارند
 و علماء مجتہدین از تابعین و تبع تابعین بنور کشف صحیح و فراست صادقہ
 و اخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات ششمن را در یافتہ اند و شمرہ از فضائل ایشان
 شناختہ ناچار حکم با فضلیت شحال نموده اند و برای معنی اجماع فرمودہ
 اند و کشفی کہ بر خلاف این اجماع ظاہر شدہ بر عدم سمحت حمل نمودہ اعتبار
 نکرده اند کہ کیف و قد صح فی الصدرا الاول افضلیتہما
 کما روی البخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہما
 قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل
 بابی بکراحد اثم عمر ثم عثمان ثم نترک
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا فاضل
 بینہم۔

در مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہام

ترجمہ ۱:

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیرِ رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گزرا کہ میں رضی اللہ عنہا کے لیے اس مقام کی خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ مہم کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگوں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ گویا حضرت صدیقِ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق باقرؓ پورا کرا اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہور ہوتا ہے۔ کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق کے نور سے بھرا ہوا ہے۔ اس حقیر کی نظر میں حضراتِ شہین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیہ شان اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ شراکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گویا ہم خادیں اگر فرق ہے تو صرف بلندی اور لہستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام تو انحضرت کے ساتھ ہم سرانے یا ہم تہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء امت کا وہاں کیا دخل ہے..... حضرت صدیق کی نسبت کیا بیان کیا جائے۔ جبکہ حضرت عمر کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ اور وہ انخطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق کو حضرت صدیق سے ہے۔ اس انخطاط و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسروں کا حضرت صدیق سے
 انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضراتِ شیعین موت کے بعد بھی پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا شہر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا
 ہے۔ پس ان کی فضیلت قرابت کے باعث ہوگی یہ قلیل البصائر
 بے سرو سامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے۔ اور ان کے فضائل
 کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کی طاقت کا آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔
 اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات بیان کرے زبان پر لائے
 ان اولیاء نے جمود موت خلق کی طرف راجع ہیں۔ اور ولایت و دعوت
 کی دونوں طرفوں سے حقہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین۔ تبع تابعین میں
 سب علماء مجتہدین نے کشف میح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار
 متتابعہ سے شیعین رضی اللہ عنہما کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور
 ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس
 پر اجماع کیا ہے۔ اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو
 غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور کس طرح ایسے کشف کا
 اعتبار کیا جائے جب صدر اول میں ان کی فضیلت میح ہو چکی ہے
 چنانچہ امام بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابن عمر نے فرمایا
 ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکر پھر عمر پھر عثمان
 کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر دیگر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
 میں ایک دوسرے کی فضیلت کا قول نہیں کرتے تھے

اس امت کے معزز ترین اور مکرم ترین عند اللہ ابو بکر صدیقؓ نہیں
مکتوبات امام ربانی؛

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است
زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ این عباس رضی اللہ عنہ و پیرائیں
بریں کہ کریمہ و مَسِيْبَتَيْهَا الْاَلْحَقِي۔ در خان حضرت صدیق
نازل است رضی اللہ عنہ۔ و مراد از اتقائے امت رضی اللہ عنہ
پس شخصے را کہ حضرت حق سبحانہ اتقائے ایں امت خیر الامم می فرماید
خیال باید کرد کہ مکفیر و تفسیق و تضلیل او تا چہ سرمد شاعت بود۔
اہم نور الدین لازمی باین کریم استلال بر افضلیت حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ نموده است۔ زیرا کہ بحکم کریمہ "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" گرامی ترین ایں امت کہ طالب است نزد
خدا جل و علا اتقائے ایں امت است و چون حضرت صدیق بحکم
نص اتقائے امت است باید کہ گرامی ترین ایں امت نیز نزد حق
جل و علا بحکم نص لائق او باشد رضی اللہ عنہ۔

د مکتوبات امام ربانی جہتہ ہشتم و فرسوم مکتوب ۲۴ اس ۱ تا ۱۴
ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت
کے سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہیں۔ کیونکہ تمام مفسرین کرام کا
اجماع ہے۔ کیا عبد اللہ بن عباس کیا دوسرے مفسرین۔ یہ آیت
کریمہ "و مَسِيْبَتَيْهَا الْاَلْحَقِي" (جہنم سے الگ رہے گا۔
جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا۔) حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں
نازل ہوئی ہے۔ اور اَلْحَقِي سے مراد ابو بکر صدیق ہی ہیں۔ لہذا
جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس امت کا سب سے زیادہ پرہیزگار بتائے

خیال کرنا چاہیے کہ اس کو کافر، فاسق یا گمراہ کہنا کتنی بڑی بات ہے
 امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق کے
 افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ بحکم آیت کریمہ **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ**
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ (اس کے نزدیک تم میں سب سے افضل
 وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطہبین
 میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی
 ہے۔ تو جب نفس قرآنی نے ابو بکر صدیق کو اس امت کا سب سے
 زیادہ پرہیزگار آدمی قرار دیا ہے اس لیے وہی امت کے سب سے
 زیادہ عزت والے اور افضل ترین آدمی ہو سکتے ہیں۔

ملحد فکریہ:

مجددِ اہلِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشف میں منفرد مقام عطا
 فرمایا۔ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان ملاحظہ فرمائی۔ تو شیخین کی علوم مرتبت
 کے کشف کا خیال آیا۔ تو کشف صحیح کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ فرق صرف علوم و سفل کا ہے
 اس مقام میں بہت نیچے درجہ میں فاروق اعظم ہیں۔ گویا فاروق اعظم کو اس
 بگڑی حضرت صدیق اکبر کے توسط سے جانا نصیب ہوا۔ کیونکہ ان کی ساری
 نیکیاں صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ باوجود ایک مکان میں ہونے کے دونوں کے
 درمیان بہت زیادہ اونچ نیچ ہے۔ ان دو حضرات کے علاوہ کوئی تیسرا مہمانی اس
 مکان میں نہیں۔ بلکہ اس مکان کے شہر یا سرسے کے دیگر گھروں میں رونق افروز ہیں
 افضلیت صدیق اکبر پر نفس قرآنی موجود ہے۔ اور اسی عقیدہ پر تمام امت کا
 اجماع ہے۔

خلافتِ ظاہری کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ بلا فضل ہونے پر ”صائم“ کی ایک لالچینی دلیل

ہشکل کُشّاء:

ہاشمی خلیفہ۔ ان حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمون سابقہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ زیر بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خان و ان عبدالمطلب کے افراد کو مدعو کیا تھا۔ اور اس میں سوائے آپ کے اپنے افراد خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلہ کا موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اور اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں۔ اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کر لیے۔ چنانچہ ظاہری طور پر بھی خلافتِ علی منہاج النبوۃ میں خاندانِ عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کے کوئی شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا۔ جیسا کہ تمارین کرام جناب شیر خدا حضرت علی کی والدہ مکومہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ ہی وہ پہلی مرتبہ ہاشمیہ عورت ہیں۔ جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔ (مشکل کُشّاء ص ۲۷۰)

جواب:

ماتم نعتِ خوان نے ”و علی خلیفہ بلا فضل“ کا عنوان بانڈیتے وقت شاید یہ

اندازہ نہ لگایا تھا۔ کہ اسے ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اس عقیدہ کی وجہ سے میرا
 دو اہل سنت، میں رہنا اور کہلانا کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ تو اس انجام سے
 ڈر کر تعینہ کا دامن تقام کر پہلی تاویل یہ کی۔ کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی خلافت
 بلا فصل دو خلافت روحانی، کے طور پر ہے۔ اس کا ہم نے مفصل جواب دیا۔
 ”اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ کے مصداق سلطنت یا خلافت ظاہری کا بلا فصل
 ہونا بھی بطور استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا اثبات عجیب انوکھا انداز
 سے ہے۔ وہ یہ کہ قبیلہ بنی ہاشم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے علیؑ المرتضیٰ
 کے کوئی اور خلیفہ نہیں ہوا۔ اس لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؑ المرتضیٰ
 کے درمیان ہاشمی خاندان کے ہونے کے اعتبار سے کوئی فاصلہ نہیں۔ تو علیؑ المرتضیٰ
 اس اعتبار سے آپ کے خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اس میں جھگڑا کس چیز کا ہے کیا
 اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین دو خلیفہ بلا فصل، کا ان دو مفہوموں میں سے
 کوئی مفہوم ہے۔؟ اگر ایسی دو بلاز کا تاویلات کا سہارا لیا جائے۔ تو پھر علیؑ المرتضیٰ
 کی طرح اپنے اپنے خاندان کے کیا فاروق اعظم اور عثمان غنی اول خلیفہ نہ تھے؟
 حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں ثابت تو کچھ نہ کر سکیں۔ بل ان سے صائم نعت خوان
 کا رافضی ہونا ضرور آشکارا ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عنوانِ نہم = غیر نبی کی نبی پر فضیلت

مشکل کشا،

ایک دفعہ جناب مجددِ ملت ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے۔ جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔ پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔ علمائے کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ مکتوبات ۱۹۲ء اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ قارئین کرام کو مندرجہ بالا روایت پر دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ۔ (ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں روایت میں فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت کہہ ران الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوا رشاد فرمایا۔ کہ علی تو اور ترجمہ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و خرم اور شاد باد ہوں گے۔ یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میرے لیے فرمایا۔ کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا یاشار نہیں سنا۔ (ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات الخ) اس سے

مُراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حرم کو شہ پر آئیں گے۔ اور جب امتیں حساب کے لیے آئیں گی۔ تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ (مشکل کشادہ ص ۲۸۷-۲۸۹)

عنوانِ نہم کی تردید

صائمِ نعمت خواں غیبی اس سے پہلے تمام تر عنوانات و رسائل اس عنوان کا پیش خیمہ تھے۔ اور ان سے جو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس عنوان کا عقیدہ ہے۔ جب غیر نبی کی نبی پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غیر البریہ ٹھہرے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل بلکہ انبیائے کرام سے بھی فضیلت پر متمکن ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے۔ کہ جس کے قائل کو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں برہنپوری اور مجدد الف ثانی وغیرہ نے رافضی شیعہ کہہ دیا اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے صادر فرمایا۔ اس مقام پر ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ صائم نے مجدد الف ثانی کے مکتوب سے غلط انداز میں جو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسے واضح کریں۔ اور پھر مجدد صاحب کے مکتوب سے خود ان کا مقصد و مطلب بیان کریں۔ تاکہ صائم کے قائم کردہ عنوان (جو کہ مجدد صاحب کے مکتوب کی طرف منسوب کیا گیا ہے) اور مجدد صاحب کی تعلیمات کا موازنہ ہو سکے۔ لہذا اولاً مکتوب امام ربانی پیش خدمت ہے۔ لاضرہ ہو۔

مکتوبات شریفین:

شیخ بدیع الدین بہار نپوری صدور یافتہ۔ و جواب استفسار کہ نمودہ بودہ۔ اخوی اعزیز ارشدی شیخ بدیع الدین استفسار نمودہ بودہ کہ در عرضداشت یازدہم کہ بجزرت خواجہ قدس سرہ نوشتہ واقع شدہ است کہ

بمقامی رنگین گشت کہ بلند تراز مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ معنی این کلام یہ باشد۔ بدان ارشدک اللہ تعالیٰ۔ لانسلم کہ این عبارت مستلزم تفضیل است با آنکہ لفظ ہم نیز واقع شدہ است۔ وَ تَوْ سَلِعُوْا كُؤَيْمِمْ کہ این سخن و سخنان دیگر کہ در ان مرفضہ داشت واقع شدہ است از جملہ واقعات است کہ یہ پیر خود نوشتہ۔ و مقر این طائفہ است کہ ہرچہ از وقائع رو میدہد صحیح باشد یا سقیم بے حتماشی بہ پیر خود اظہار می نماید چہ در غیر صحیح نیز احتمال تاویل و تعبیر است۔ پس از اظہار آن پاہ نبود و در ان سخن فیہ بملاحظہ این معنی، صحیح منظور لازم نمی آید و حل دیگر آنکہ تجویز نمودہ اند کہ اگر در جزئی از جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقق شود با کہ نیست بلکہ واقع است چنانچہ در مادہ شہد از یاد تہیا واقع شدہ است کہ در انبیا نیست علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ با آنکہ فضل کلی مر نبی راست علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتہیات۔ بریں تقدیر اگر سیر غیر نبی در کمالات آن جزئی واقع شود و خود را در آن مقام بلند تر یا بد ہم مجوز باشد ہر چند حصول آن مقام او را بواسطہ متابعت نبی است و نبی نیز از آن مقام بحکم حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا نَصِيبٌ تَامٌ است پس ہر گاہ فضل جزئی غیر نبی را بر نبی مجوز گشت بر غیر نبی بطریق اولی مجوز خواہد بود۔ فلا اشکال اصلاً۔ والسلام۔

(مکتوبات شریف دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۹۲ ص ۶۹ مطبوعہ

رؤف اکیڈمی لاہور۔)

ترجمہ: شیخ علیح الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا۔ میرے

عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ کیا رسول میں
 عرضداشت میں جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع
 ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام پر اس فقیر کا گزرا جو حضرت صدیق اکبر کے
 مقام سے بلند تر تھا۔ اس کلام کے کیا معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و
 ہدایت عطا کرے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ عبارت حضرت
 صدیق اکبر پر فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ خاص کر لفظ وہم بھی
 موجود ہے۔ جس کے معنی ”بھی“ کے ہیں جس کے ایک طرف سے
 شرکت ظاہر ہوتی ہے) اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت فضیلت
 کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے
 کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں۔ ان واقعات میں
 ہیں جو اپنے پیروم رشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں اور اس گروہ
 صوفیاء میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ صحیح یا
 غلط پیش آئے اُسے بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے
 ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں یہی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہذا ان کے
 اظہار سے چارہ نہیں۔ اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس
 میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔ علمائے کرام نے اس کا
 ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر
 نبی کی اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت
 کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہدا کے بارے میں وہ فضیلت کی
 باتیں وارد ہو چکی ہیں۔ جو انبیائے کرام کے متعلق وارد نہیں ہوئیں
 اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لیے ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں غیر نبی کو اس جزئی کے کلمات میں سیر واقع ہوا۔ اور اپنے آپ کو اس مقام بلند پر پائے تو اس کی گنہائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لیے بھی مطابق حدیث "جو شخص نیکی کا طریقہ جاری کرے تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا" مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا اس کلام میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

توضیح :

جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ جناب خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک روحانی سیر کا تذکرہ کیا۔ تاکہ اس کے بارے میں کچھ ارشاد ہو کیونکہ مرید کو اپنے اچھے برے حالات سے اپنے شیخ کو آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہاں سے اس کے مناسب ہدایات عطا ہوں۔ مکتوب مذکور میں بھی آپ کی ایک سیر کا حوالہ شیخ بدر الدین نے دیا۔ اور اس کی وضاحت چاہی جناب مجدد نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

۱۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں، ابو بکر صدیق سے افضل ہو گیا۔ کیونکہ لفظ "ہم" بتاتا ہے۔ کہ یہاں مشارکت کسی ایک جزئی میں ہے۔ جس سے یہ لازم ہرگز نہیں آتا۔ کہ ایسے دونوں اشخاص میں مکمل مساوات ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے بھائی جناب عقیل باعتبار ایک باپ کی اولاد ہونے کے دونوں شریک ہیں۔ لیکن اس جزئی مشارکت سے دونوں کو درجات و کمالات میں مساوی ہرگز نہ کہا جائے گا۔ لہذا میں (مجدد صاحب) اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز مساوی الفضیلت

نہیں ہیں۔

جاء۔ یہ ایک سیر روحانی ہے۔ اس کے اچھے یا بُرے ہونے کی دفاعت کے لیے میں نے اپنے شیخ کے ہاں سے گوش گزار کیا ہے۔ کیونکہ مرید کے لیے اپنے مالات سے اپنے شیخ کو آگاہ رکھنا ضروری ہوتا ہے اس درجہ میں اس روحانی سیر کو صحیح سمجھ کر ابو بکر صدیقؓ پر میری افضیلت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

ج۔ اگر اس سیر کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی فضیلت جزئی سے زیادہ کیا ثابت ہو سکتا ہے۔ علامہ نے اس انداز کی فضیلت کو تسلیم کیا بلکہ بالفعل موجود مانا ہے۔ ان علماء کرام کا نظریہ ہے کہ کسی ایک جزئی میں غیر نبیؐ نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ شہادت من جملہ درجات عالیہ کے ایک درجہ ہے۔ یہ کسی غیر نبی کو مل جائے۔ لیکن نبی کو یہ درجہ بظاہر نہ ملے۔ تو ایسا ہوتا رہا ہے لیکن اس جزئی فضیلت کی بنا پر اس غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت دے دینا بیوقوفی ہے۔ لہذا اگر اتفاقاً علماء غیر نبی، نبی سے کسی جزئی فضیلت میں بڑھ سکتا ہے تو پھر غیر نبی کا غیر نبی سے ایک جزئی میں بڑھ جانا کیوں کر ناممکن ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

جناب مجدد العت ثانی کے مذکورہ مکتوب اور اس کے مندرجات کو آپ نے بنظر قائر دیکھا۔ یہاں گفتگو ایک مخصوص جزئی میں تھی اور صائم نعمت خواں نے اس جزئی فضیلت اولے مکتوب سے جو عنوان قائم کیا۔ وہ ”غیر نبی کو نبی پر فضیلت“ ہے اور اس میں مجدد صاحب کے مکتوب کو جزئی فضیلت سے ہٹا کر کلی فضیلت پر لایا گیا۔ کیونکہ عنوان میں جبکہ فضیلت کو علی الاطلاق ذکر کیا گیا تو اس سے فضیلت مطلقہ ہی مفہوم ہوگی۔ اور اگر صائم نعمت خواں جناب مجدد کے مکتوب کے

مضمون کے مطابق صحیح عنوان دیتا۔ تو پھر کچھ اس طرح لکھتا: ”غیر نبی کو نبی پر جزیٰ فیضیت لیکن اس طرح اس کا اپنا مدعا ہرگز ثابت نہ ہو سکتا تھا جناب مجدد نے اس جزیٰ فیضیت پر اٹھائے گئے نکات کا تین مختلف طریقوں سے جواب دیا ہے۔

پہلی کہ جو فیضیت کلی کے ضمن میں اویس قرنی ایسے بزرگ کو وحشی ایسے صحابی (جو اسلام سے قبل حضرت حمزہ کے قاتل ہوئے) پر فیضیت دینے کی اجازت نہیں دیتے۔ (جناب مجدد خود اویسی بھی ہیں) تو کیونکر متوقع ہو کہ وہ اپنے آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کہیں۔ پھر جبکہ جناب صدیق اکبر کی فیضیت قطعی اور اجتماعی ثابت کر چکے۔

گویا غیر نبی تو مجدد صاحب کے نظریہ کے مطابق جناب صدیق اکبر کی فیضیت نہیں پاسکتا۔ اگرچہ وہ عمر بن الخطاب ایسا مراد رسول خدا ہی کیوں نہ ہو۔ تو غیر نبی کو نبی کے مساوی یا اس سے افضل سمجھنا قطعاً درست نہیں۔ صائم نعمت خواں نے اگرچہ ”غیر نبی کو نبی پر فیضیت“ کا عنوان مجدد صاحب کے مکتوب کے حوالہ سے باندھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس نظریہ کو اپنایا۔ اگرچہ مجدد صاحب کا نہ یہ نظریہ ہے۔ اور نہ ہی ان کے کسی مکتوب سے اس کی ثبوت دستیاب اس لیے اگر صائم کی مراد یہی مراد ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فیضیت مطلقہ حاصل ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ **اولئک ہم خیر البریۃ** کو امتداد لانا پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ مرتد ہو چکا۔ اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل چکی ہے۔ چنانچہ صائم نے جو اپنا مقصد ظاہر کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ خیر البریۃ ہیں۔ اور ”البریۃ“ کا معنی تمام مخلوق ہے۔ جس میں مسلمان غیر مسلمان، صحابی غیر صحابی نبی غیر نبی سبھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ کی فیضیت تمام مسلمانوں، صحابیوں اور پیغمبروں پر ثابت ہو گئی۔ اور اسے ثابت کرنے کے لیے جناب مجدد صاحب کے مکتوب کا ہمارا واجب مجدد صاحب غیر نبی کو نبی پر فیضیت کے قائل ہیں۔ تو غیر نبی کو نبی پر فیضیت کے مکتوبوں سے افضل نہ ہوں گے۔ مکتوب کے علاوہ صائم نے اپنے اس مدعا کو آیت کریمہ

«إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ»
 سے جو ترجمہ تفسیر و در مشور ثابِت کیا۔ مجدد صاحب کے مکتوب کی حقیقت کے بعد
 اب ہم آیت کریمہ مذکورہ کے بارے میں تفسیری حوالہ پیش کر کے اس کا مفہوم
 واضح کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی:

ثُمَّ الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالَّذِينَ آمَنُوا الْخِمْ مَقَابِلُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْأَقْوَمُ مِنَ الَّذِينَ أَنْصَفُوا بِمَا
 فِي حَاظِرِ الصَّلَاةِ بِخُصُوصِهِمْ وَزَعَمَ بَعْضُ أَتَمِّمْ
 مَخْصُوصُونَ فَقَدْ أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُودِيهِ عَنْ
 عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
 هُمْ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ وَمَوْعِدِي وَمَوْعِدُكُمْ الْعَوْضُ
 إِذَا جِيئَتْ الْأَمْرُ لِلْحِسَابِ يَدْعُونَ عَنَّا مَجْجَلِينَ
 وَرَوَى نَحْوَهُ الْإِمَامُ مِيثَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرَاهِيلِ الْأَنْصَارِيِّ
 كَاتِبِ الْأَمِيرِ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَفِيهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ ذَاكَ لَدُنِّي عِنْدَ الْوَقَاةِ وَرَأْسُهُ
 الشَّرِيفُ عَلَى صَدْرِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَخْرَجَ ابْنُ
 مَرْدُودِيهِ أَيْضًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ
 الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا الْخِمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِيَيْنَ وَذَلِكَ ظَاهِرٌ
 فِي التَّخْصِيصِ وَكَذَلِكَ مَا ذَكَرَهُ الظُّبَيْرِيُّ فِي الْإِمَامِي
 فِي مَجْمَعِ الْبَيَانِ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ سَلِيمَانَ عَنِ الْفُضَيْلِ
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْآيَةِ نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَهَذَا إِنْ سَلِمَتْ
 صِحَّتُهُ لَا مَعْدُورٍ فِيهِ إِذْ لَا يَسْتَدْرِي التَّخْصِيصُ
 بِالْإِدْخَالِ فِي الْعُمُومِ وَهَرَبِلًا شَبَهَةً دَاخِلُونَ
 فِيهِ دُخُولًا أَوْ لِيًّا وَأَمَّا مَا تَقَدَّمَ فَلَا تَسْلَمُ صِحَّتُهُ
 فَإِنَّهُ يَلْزَمُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ عَلَى كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ
 خَيْرٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِمَامِيَّةُ
 وَإِنْ قَالُوا إِنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَيْرٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ
 حَتَّى أَوْلِيَ الْعَزْمَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ وَمِنَ
 الْمَلَائِكَةِ حَتَّى الْمَقَرَّبِينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ لَا يَقُولُونَ
 بِخَيْرِيَّتِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَإِنْ قَالُوا بَانَ الْبَرِيَّةَ عَلَى ذَاكَ مَخْصُوصَةٌ
 وَمَنْ عَدَاهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلدَّلِيلِ
 الدَّالِّ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مِنْهُ
 كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ قِيلَ إِنَّهَا مَخْصُوصَةٌ أَيْضًا مِنْ عَدَا الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ
 وَمَنْ قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ بِخَيْرِيَّتِهِ لِدَلِيلِ الدَّالِّ عَلَى خَيْرِيَّتِهِمْ
 وَبِالْجَمَلَةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْتَابَ فِي عَدَمِ تَخْصِيصِ الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْإِمَامِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ وَشَيْعَتِهِ
 وَلَا بِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَإِنْ دُونَ

اثبات صحیحہ تلك الاخبارِ خَرُطَقَتَا دِ - والله
تعالیٰ اعلم۔

ترتیب روح المعانی پارہ نمبر ۲ سورۃ البینہ
جلد ۳ ص ۲۰۷

ترجمہ: پھر بظاہر اس آیت الذین امنوا الخ سے مراد وہ لوگ
مسلمان ہیں۔ جو کفار کے مقابل میں ہیں۔ یہ نہیں کہ اس سے مراد مخصوص
صاحب ایمان و اعمال صالحہ حضرات مراد ہیں۔ بعض کا یہ زعم ہے کہ
اس سے مراد مخصوص حضرات ہیں۔ ابن مردویہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے
علی! کیا تو نے ان الذین امنوا الخ اللہ تعالیٰ کی قول نہیں سنا؟ وہ تم
اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا کٹھے ہونے کا مقام حوض ہے
جب امتوں کو بلایا جائے گا۔ تو تم چمکتی پیشانی والوں کے ساتھ
اؤگے۔ اسی طرح کی ایک روایت امامیہ نے یزید بن شراحیل سے جو
کہ علی المرتضیٰ کے کاتب تھے۔ ان سے بیان کی ہے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کو فرمایا۔ جبکہ وفات شریف کی صبح کے وقت آپ کا سر انور علی المرتضیٰ
کی گود میں تھا۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ جب آیت
نازل ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ اے علی! تو اور تیرے شیعہ قیامت
کے دن راضی اور مرضی ہوں گے۔ ان روایات سے آیت میں تخصیص
ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح طبرسی شیعی نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے
وہ ابن عباس سے ذکر کرتا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا یہ آیت کہ یہ

علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالوں کے بارے میں اتنی ہی روایات اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ عموم آیت میں مخصوص حضرات کا داخل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ مذکورہ حضرات بلاشبہ آیت میں داخل ہیں۔ اور ان کا داخل بھی اولاً ہے۔ لیکن جو پہلے گور چکا ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہتر ہوں۔ امامیہ اگرچہ علی المرتضیٰ کی اولوالعزم انبیاء کرام اور مقرب فرشتوں پر افضلیت کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کی حضور کی ذات گرامی پر افضلیت کے قائل نہیں۔ اگر اس موقع پر امامیہ وغیرہ یہ کہیں۔ کہ آیت مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پھر مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی الگ دلیل موجود ہے۔ لہذا اس سے مراد علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ ہی ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ پھر الذین امنوا الخ کے بارے میں یہ بات کیا بتا رہے ہو گی۔ کہ اس آیت سے مراد خاص کر علی المرتضیٰ اور ان کے شیعہ یا صرف علی المرتضیٰ اور ان کے گھروالے ہی ہیں؟ اس کی تائید میں ذکر کی گئی روایات کا ثبوت و صحت بھی تو در و سر سے کم نہیں ہے۔

توضیح:

صاحبِ روح المعانی کی تفسیر کے بموجب الذین امنوا الخ اپنے عموم پر ہے۔ اس لیے اس سے مراد عام مسلمان ہوں گے۔ جو کفار کے مقابل میں ہوتے ہیں۔ اس تفسیر میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق ابو ہریرہ علی المرتضیٰ وغیرہ سبھی شامل ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس سے مراد مخصوص مومن ہیں۔ اور یہی شیعوں کا مسلک

بھی ہے۔ ان قائلین کی روایات اول تو صحت کے درجہ تک پہنچنا مشکل ہیں۔ دوسرے
معموم پر رکھتے ہوئے آیت میں وہ مخصوص حضرات خود بخود آجاتے ہیں۔ لیکن اگر تفصیلاً
ایسی لی جائے۔ کہ جس میں ان مخصوص حضرات کے علاوہ تمام خارج ہوں۔ تو یہ امامی
عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علی المرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شیعوں یا گمراہوں کا افضل ہونا ثابت ہوگا۔ حالانکہ
یہ درست نہیں۔

لمحہ فکریہ:

صائم نعمت خوان نے اپنے شیعہ نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ
استعمال کیا۔ اگر جناب مجدد صاحب کے ارشادات کا غلط مطلب بیان کرنے سے
کام بنتا نظر آیا۔ تو اسے غلط مطلب پہنا دیا۔ اور اگر کسی حدیث کے ٹکڑے سے
مقصد برآری دکھائی دی۔ تو اس کے سیاق و سباق کو قطعاً سامنے نہ لایا گیا۔ اور
اگر کسی آیت سے اشتہاد پیش کرنا چاہا۔ تو اس کے بارے معقول و منقول دیکھنے کی
کوشش نہ کی۔ اور اپنے مقصد کے مطابق تعبیر و تفسیر کر ڈالی۔ اور اس حد تک آگے بڑھ گیا۔
کہ کفریہ عنوانات قائم کر کے ان پر بحث کی۔ اور انہیں ثابت کرنے کی کوشش کی۔
اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (ضاعتبر وایا اولی الابصار)

نوٹ:

ہم آخر میں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ
یہ کہ صائم نعمت خواں نے اپنی تصانیف میں اپنے نظریات کے ثبوت میں جن کتب
کا حوالہ یا عبارت درج کی۔ اولاً وہ ایسے کٹر شیعہ معنفین کی ہیں کہ جن کے شیعہ ہونے میں
کوئی شک نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اکثر فضائل صائم نے انہیں کتابوں
سے لیے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کہلانے کے ناطے سے اس سے اپنے ہم مسلک علماء

کی تصانیف سے حوارجات دینے چاہیے تھے۔ مسعودی کی کتاب مروج الذهب اسی طرح ینابیع المودۃ، کشف الغمہ، اعیان الشیعہ اور اشرف التنبیہ ایسی کتابوں میں جو کثرتِ رافضی شیعوں کی تصانیف میں۔ ان سے فضائلِ علی ذکر کیے گئے۔ اور کچھ ایسے لوگوں کی تصانیفات سے بھی حوارجات دیئے ہیں۔ جو "اہل سنت" مشہور تو ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ تشیع سے موصوف ہیں۔ ان مصنفین کی کتب کے حوارجات اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے۔ ہم اپنی تصنیف میزان المکتب میں اس قسم کی تقریباً تیس کتابوں پر بحث کی ہے۔ تفصیل وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

ان کتابوں میں سے ایک کا نام دو ینابیع المودۃ ہے۔ جسے حافظ سلیمان بن ابراہیم نے لکھا۔ اس سے اکثر اقتباسات صائم نعمت خوان نے لیے۔ اور انہیں عنوان تک اہمیت دی۔ حالانکہ شخص مذکورہ تقیہ باز شیعہ ہے۔ اور بطور تقیہ دو حنفی، تک کہلاتا ہے۔

بارہ ائمہ کی عصمت کا قائل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کہ جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے۔ ان سے مراد بارہ امام لیتا رہا ہے۔

ینابیع المودۃ؛

عن ابن عباس قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انا و علي و الحسن و الحسين و تسعة من ولد الحسين مطهرون معصومون۔

دینا بیع المودۃ ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا۔ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں

سے نو آدمی پاک اور معصوم ہیں۔

ینابیع المودة:

عَلِمَ أَنَّ مَرَادَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ حَدِيثِهِ هَذِهِ الْاِثْنَا عَشْرَةَ مِنْ أَهْلِ
بَيْتِهِ وَوَعَثَرَتِهِ إِذْ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ هَذَا الْحَدِيثَ
عَلَى الْخُلَفَاءِ بَعْدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ لِقَوْلِهِمْ عَمَّتْ
اِثْنَا عَشْرَ وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَحْمَلَ عَلَى الْمَلُوكِ
الْأَمْوِيَّةِ لِزِيَادَتِهِمْ عَلَى اِثْنَا عَشْرَ وَظُلْمِهِمْ
الْفَاحِشِ الْأَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ -

(ینابیع المودة ص ۲۲۶) الباب السابع (السبعون)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ
بارہ سے مراد آپ کی اہل بیت اور عترت سے بارہ آدمی ہیں۔
کیونکہ اس سے مراد خلفاء راشدین اس لیے نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ
تعداد میں بارہ سے کم ہیں۔ اور اموی خاندان کے بادشاہ بھی نہیں
ہو سکتے۔ کیونکہ ایک تو وہ بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور دوسرا ان میں
ماسوا عمر بن عبدالعزیز کے ظالم ہوئے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مندرجہ بالا حدیث کا مصداق جب بارہ ائمہ اہل بیت کو بنا یا گیا۔ اور
خلفاء راشدہ کا صاف صاف ذکر کر کے انہیں حدیث پاک کے مصداق
سے خارج کیا ہے۔ اس حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے۔ لہذا جب
خلفاء میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے۔ تو

خلافت بافضل بھی ثابت ہو گئی۔ اور خلفائے خلافت کا خاصہ خلافت ہونا بھی ثابت ہوا۔ یہی شیعہ لوگوں کا مسلک ہے۔ جب صاحبِ ینابیح المودۃ بھی دبے لفظوں میں یہی کہہ رہا ہے۔ تو پھر اس کے شیعہ ہونے میں کون سی روکاوت رہ گئی۔ اب اس کی تصنیف کو صائم نعمت خوان نے اپنی کتاب کی رونق بنا کر اپنا شیعہ ہونا خود ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مسلک کی کتب کے حوالہ جات دیتا ہے ان سے اقتباسات پیش کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے القابات جو صائم نے ذکر کیے ان تمام کا ناخذ یہی کتاب ہے۔ اگر انہیں حقیقی معنوں پر محمول کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین شخصیت حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ تمام انبیاءِ حقیقہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان اوصاف سے محروم ہیں (معاذ اللہ اسی طرح التنبیہ والاشراف اور مروج الذہب جو سعودی کی تصانیف ہیں ان سے اکتساب کیا گیا۔ سعودی کا شیعہ ہونا مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، لکنی والاقتاب اور اعیان الشیعہ میں ان مصنفین کے حالات و عقائد دیکھ لیں یہ تین کتابیں شیعہ مصنفین کی فہرست ہیں۔ اور ان کے مختصر کوائف و حالات ان میں درج ہیں۔ کسی غیر شیعہ کو ان میں درج ہی نہیں کیا گیا۔

صائم نعمت خوان سے اسی سعودی کو "مروج جلیل علامہ سعودی" کہہ کر مشکل کتاب نامی کتاب ص ۷۸ پر لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ دھوکہ دینے اور بھولے بھالے اہل سنت کو من گھڑت سنیوں کی کتابوں کے حوالہ جات دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی۔ اور اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ صائم نعمت خوان کے عزائم سے آگاہ ہو کر امت مسلمہ اور خاص کر اہل سنت کو تنبیہ کر دی ہے۔ امید ہے۔ کہ ہماری یہ کوشش حقیقت کی پہچان میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔ اور نام نہاد سنیوں کے پوسٹ مارٹم کا کام دے گی۔

آخری گزارش:

مجدد العتثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ سے قطع و برید کر کے صائم نعت خواں نے جس طرح اپنی مرضی منشاء کے مطابق اپنے ہی پسندیدہ عنوانات کے تحت ان کی تفسیر و تشریح کی۔ کہ جس کا خود مجدد صاحب کے مقصود و مراد سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مکاری کو واضح کرنے کے لیے ہم نے تردیدی قلم اٹھایا۔ ہمارے پیش نظر تردید برائے تردید نہیں ہے۔ بلکہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے۔ اس لیے ہم نے مکتوبات شریفہ کی مکمل عبارات و جج کو کچھ پھر مجدد صاحب کے مکتوبات سے ہی آپ کی مراد و مقصود کو واضح کرنے کے لیے کئی دوسرے مکتوبات سے عبارات نقل کیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے ان اصل عبارات اور تائیدی عبارات کو دیکھ کر صائم نعت خواں کی دھوکہ دہی اور کذب بیانی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد ہم صائم صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں رائی برابر بھی ایمان کی برقی ہے تو اپنے عقائدِ باطل سے توبہ کر کے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لے۔

چیلنج: اور اگر ہماری پیش کردہ عباراتِ مکتوبات کو وہ مجدد صاحب کے مقصود کے خلاف قرار دیتے ہوں۔ تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کی تردید اور وہ بھی حضرت مجدد صاحب کے ارشادات سے ہی پیش کر دیں۔ تو میں انہیں مبلغ میں ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ بلکہ وہ اس بارے میں اپنے تمام سنی عنائیں ساتھیوں سے بھی تعاون حاصل کر لیں۔ تو بھی اس کی کھلی اجازت ہے۔

فَاتُوا بَرَّهَانَكُمْ مِّنْ صَادِقِينَ
فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي لَا يَأْتِي

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْإِبْصَارِ

شان صحابہ رضی اللہ عنہم اور رد شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

خصوصیات

- ۱۔ انداز بیاں نہایت سادہ، آسان، علماء و عوام کے لئے یکساں مفید۔
 - ۲۔ رد شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
 - ۳۔ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
 - ۴۔ ان کتب کے بعد موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
 - ۵۔ تینوں کتب محققین و مناظرین کے لئے انمول خزانہ اور گستاخان صحابہ کے لئے تازیانہ عبرت ہیں۔
 - ۶۔ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہو جائے گا۔
- چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

تحفہ جعفریہ

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، ائمہات المؤمنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ، صحابہ و اہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے داندان شکن جوابات، باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی و علمی مباحث، خلافت عثمان غنی کے متعلق اقرباء پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بنات رسول، نکاح ام کلثوم

عقائد جعفریہ

خدا اور رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں، قاتلان امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد محبان اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پھینکار، بارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاتلان عثمان کا حشر، امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نماملویوں اور پیروں کا محاسبہ

فقہ جعفریہ

شان امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات، کلمہ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل